اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد القادر صاحب کی علمی تحقیق کا تقابلی جائزہ

# افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

المعروف

# جواہر التحقیق


تحقیقات

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و اضافات

شیخ الحدیث علامہ قاضی

عبد الرزاق بھترالوی حطاروی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم ککریال راولپنڈی



مکتبہ امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر صاحب کی
علمی تحقیق کا تقابلی جائزہ

# افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

المعروف

# جواہر التحقیق

**تحقیقات**

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ

## امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

**ترتیب و اضافات**

شیخ الحدیث علامہ قاضی

## عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی



مکتبہ امام احمد رضا

نام کتاب : جواہر التحقیق

مصنف : شیخ الحدیث علامہ قاضی عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی

کمپیوٹر ورک : حافظ محمد اسحاق ہزاروی

کمپوزر : محمد مقرب ستی

ہدیہ : 450/-

ناشر :

مکتبہ امام احمد رضا

کری روڈ، شکریال راولپنڈی

051-4907446,0321-5098812

Website:www.jamia jamtia.com

E.Mail:Mehrul.uloom@yahoo.com

## اجمالی فہرست


| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| عرض ناشر | 26 |
| نگاہ اولین | 28 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد القادر صاحب کے علم کا اجمالی تقابلی جائزہ | 29 |
| و اذ یمکر بك الذین کفروا..................سورۃ الانفال آیت 30 | 38 |
| الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ...........سورۃ التوبہ آیت 40 | 47 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد القادر صاحب کے علم کا تقابلی جائزہ | 83 |
| حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع احادیثِ مبارکہ سے | 86 |
| اجماعِ افضلیت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلف صالحین کے اقوال | 95 |
| آیئے! ائمہ کرام کے اعتقاد و اقوال دیکھئے | 106 |
| حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت کی چھ وجوہ | 231 |
| آیاتِ قرآنیہ سے استدلال | 245 |
| پانچ مقدمات کو پہلے اختصار سے دیکھئے، پھر تفصیل سے | 285 |
| جب اصل مقصد (عقیدہ) بیان کر دیا تو اب علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں | 440 |

## تفصیلی فہرست


| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| عرض ناشر | 26 |
| نگاہِ اولین | 28 |
| و اذ یمکر بك الذین کفروا..................سورۃ الانفال آیت 30 | 38 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑنے کی وجہ یہ تھی | 41 |
| رب تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس شان سے نکلے | 42 |
| تراجم کا تقابلی جائزہ | 45 |
| الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ............سورۃ التوبہ آیت 40 | 47 |
| پچھلی آیات سے تعلق | 47 |
| دینی طلبائے کرام کی توجہ کے لئے | 48 |
| تفاسیر کی بعض آیات کو اردو میں ڈھالنے کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت | 50 |
| علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ثانی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد لئے ہیں | 50 |
| حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کس کا غم تھا؟ | 51 |
| آیت کریمہ کا قدرے تفصیلی بیان | 53 |
| حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت میں ساتھ لینا | 55 |
| سراقہ کا پیچھا کرنا اور اس کی گھوڑی کا زمین میں دھنس جانا | 56 |
| حدیث پاک کے چند الفاظ مبارکہ کی وضاحت | 57 |

| صفحہ | مضامین |
| --- | --- |
| 60 | ثانی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں تو مطلب یہ ہوگا |
| 60 | آیۂ کریمہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر چند وجوہ سے دلالت کرتی ہے |
| 64 | رافضیوں کی قسم |
| 65 | امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ |
| 65 | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کفر ہے |
| 67 | کیا ہی خصوصی درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے |
| 68 | رافضیوں نے چمکتے سورج کو مٹی کی ایک مٹھی میں دبانے کی ناکام کوشش کی |
| 72 | مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو عقیدہ |
| 77 | دینی طلبائے کرام کی توجہ کے لئے |
| 78 | کبوترے کے جوڑے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا عظیم فائدہ |
| 80 | حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ |
| 83 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر صاحب کے علم کا تقابلی جائزہ |
| 84 | اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ |
| 84 | شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں |
| 84 | قطعیت پر ارشادِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ |
| 85 | اجماع کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اجمالی قول |
| 86 | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت پر اجماع احادیثِ مبارکہ سے |
| 88 | حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ تابعی |
| 88 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اور دلیل |
| 89 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی صحت کے متعلق یوں فرماتے ہیں |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ فائدہ حاصل ہوا | 90 |
| حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو یوں رد کیا گیا | 91 |
| آیئے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فقیہ و مجتہد ہونا دیکھئے | 92 |
| عبادلہ کی شرح نور الانوار میں دیکھئے | 92 |
| نتیجہ واضح ہوا | 93 |
| احادیث کے الفاظ میں فرق دیکھئے | 93 |
| آیئے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر بھی دیکھئے | 94 |
| اجماعِ افضیلت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلف صالحین کے اقوال | 95 |
| شرح بدء الامالی پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یوں وضاحت فرمائی | 98 |
| سبع سنابل سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چند اقتباسات حاصل کئے | 99 |
| سبع سنابل کی عبارات سے سمجھ آیا | 102 |
| کوئی ولی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا | 102 |
| سنیوں اور شیعوں کا فرق سمجھ آگیا | 103 |
| اجماع کے خلاف شاہ عبدالقادر صاحب کی دلیل | 103 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ابن عبدالبر کا پہلے ہی رد کر چکے ہیں | 104 |
| زبدۃ التحقیق میں بھی اسی پر عمل کیا گیا | 104 |
| رد کی وجہ اول | 104 |
| مختصر الفاظ میں مطلب سمجھئے | 105 |
| آیئے! ائمہ کرام کے اعتقاد و اقوال دیکھئے | 106 |
| صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ، امام ابو حنیفہ کا عقیدہ | 107 |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر کی عبارت مذکورہ پر بیان کرتے ہیں | 107 |
| امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ | 107 |
| علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں | 108 |
| حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ | 108 |
| حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ | 109 |
| دوسری وجہ رد | 110 |
| تیسری وجہ رد | 111 |
| شرارتی لوگ اسلام کی بنیادیں گرانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں | 112 |
| اس پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چند شواہد پیش فرماتے ہیں | 113 |
| ابن عبدالبر کی روایت پر قائم ہونے والی عمارت منہدم ہوگئی | 116 |
| شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں | 117 |
| جب اجماع قطعی ہے تو افضلیت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی قطعی ہے | 117 |
| اگر (بالفرض) تفضیل ثابت ہو تو تفضیلیہ کے لئے کوئی خوشی کا مقام نہیں | 117 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب پہلے ہی دے چکے ہیں | 118 |
| پہلی قسم کا نام علم یقین ہے | 118 |
| دوسرے کا نام علم طمانینت ہے | 118 |
| ہمارے مسئلے میں قطعی بمعنی طمانینت ہے | 121 |
| تفضیلی کافر نہیں، بدعتی ہیں | 121 |
| سلف صالحین کا اجماع آج تک قائم ہے | 122 |
| طنزیہ جملہ کا راقم نے مستحسن کر دکھایا | 122 |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فضلِ کلی اور جزئی کو یوں بیان فرماتے ہیں | 123 |
| فضلِ کلی وجزئی کو بعض اہلِ ہند کی اختراعات کہنے کی ضرورت کیوں ہوئی | 123 |
| فضلِ کلی اور جزئی میں کیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں؟ | 123 |
| جزئی فضیلت پر احادیث دیکھئے | 125 |
| سب سے پہلا تیر راہِ خدا میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پھینکا | 125 |
| حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو فداک ابی وامی سے نوازا | 126 |
| حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں | 126 |
| رؤیت جبریل علیہ السلام سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ممتاز ہیں | 126 |
| اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ محبوبیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آگے | 126 |
| ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رب تعالیٰ نے سلام کہلا بھیجا | 127 |
| تفضیلیہ (تفضیلی شیعہ) کافر نہیں، بدعتی ہیں | 128 |
| خدارا!!! غلو نہ کیجئے! | 130 |
| افضلیت وفضیلت میں فرق | 130 |
| ضعیف حدیثوں کا قبول کرنا وہاں ہوگا | 131 |
| تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما اجماعی ومتواتر ہے | 131 |
| متواتر واجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے | 132 |
| خلافت راشدہ کا انکار کفر نہیں | 133 |
| اتنی بات یہاں سمجھ لیں | 134 |
| یہ ایک مسئلہ ہے | 138 |
| مزید وضاحت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اس صفحہ میں یوں فرماتے ہیں | 139 |

| صفحہ | مضامین |
|---|---|
| 140 | اسی مسئلۂ افضیلت کے مطابق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول |
| 140 | اسی مسئلۂ افضیلت کے مطابق شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول |
| 141 | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت کا راز ایک ہی راز ہے |
| 142 | اصل میں شیخ کا استدلال ایک حدیث پاک سے ہے |
| 142 | شیخ تقی الدین بن ابی المنصور کا عقیدہ |
| 143 | مطلق فضیلت پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عنوان |
| 144 | خلفائے راشدین عمومی قانونِ خلافت سے بلند وبالا ہیں |
| 145 | خلفائے راشدین کی خلافت حق ہونے پر ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم |
| 145 | علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ خلافت وملوکیت کا فرق بیان کرتے ہیں |
| 148 | شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عبارت پیش کی گئی |
| 150 | سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو بھی سمجھئے |
| 152 | آیئے! سیدنا حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ آپ کی کتب میں دیکھئے |
| 152 | حضرت قبلۂ عالم کا اپنے عقیدے کے متعلق بیان |
| 154 | آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کون مراد ہے؟ |
| 155 | خلافت ظاہرہ وباطنہ کا فرق بھی باطل ہے |
| 156 | زبدۃ التحقیق میں ابن حزم کی کتاب الملل والنحل کی عبارات لی گئیں |
| 158 | علمائے کرام کے لئے لمحہ فکریہ!! |
| 158 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم کی شان بیان کرتے ہیں، آیئے دیکھئے! |
| 161 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی وضاحت |
| 163 | اعتراض وجواب کی تفصیل |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| حدیث پاک سے استدلال پر اعتراض | 168 |
| سید کی تعریف سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلالت.......... | 169 |
| حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیر البریہ کہا گیا | 170 |
| نتیجہ واضح ہوا | 171 |
| علامہ ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ حاصلِ کلام بیان کرتے ہیں | 174 |
| زبدۃ التحقیق کی سنگین عبارت کو دیکھئے | 175 |
| جواب تنزل کے طور پر | 178 |
| واضح طور پر حاصل ہوا | 178 |
| تفضیل حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی نوعیت کیا ہے؟ | 179 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا | 179 |
| ابن عبد البر کے دوسرے قول کا جواب | 180 |
| اجماع پر اور دلیل | 181 |
| افضلیت شیخین کے اجماع کے ثبوت میں اختلاف نہیں، قطعیت میں ہے | 181 |
| اقوال میں محاکمہ | 182 |
| حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع کا مخالف نادر وغیر معتبر ہے | 183 |
| علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا عجز واقرار | 184 |
| اجماع کی تعریف | 188 |
| اجماع کا رکن دو قسم پر ہے | 188 |
| اجماع قولی وفعلی کی مثال | 188 |
| اجماع کے رکن کی دوسری قسم رخصت ہے | 189 |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| اجماع کے اہل | 191 |
| اجماع کی شرط یہ ہے | 191 |
| خصوصی توجہ!!! | 191 |
| یہ عبارت نورالانوار کی اپنی ہے، حاشیہ قمرالاقمار کی نہیں | 191 |
| حدیث پاک سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خلفاء پر افضلیت کا وہم اور ازالہ | 192 |
| مختصر مطلب | 193 |
| دوسری حدیث میں ہے | 194 |
| نتیجہ واضح ہوا | 194 |
| حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ صدیق اصغر ہیں | 194 |
| شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | 195 |
| خلاصہ کلام | 196 |
| سیدنا صدیق کی سبقت کی چار وجوہات | 197 |
| حضرت ابوبکر صدیق کا تقدم | 197 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح افراط وتفریط کے شکار | 198 |
| عبداللہ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | 199 |
| شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت | 199 |
| رافضی اور خارجی نظریات | 199 |
| رافضی کی سزا اہلِ بیت کی نظر میں | 200 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر ارشادات | 200 |
| حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلالت کرنے والی احادیث | 201 |

| صفحہ | مضامین |
|---|---|
| 201 | زبدۃ التحقیق میں یوں بیان کیا گیا |
| 203 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان قائم کیا |
| 203 | احادیث کے بیان کرنے سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں |
| 212 | قدیم زمانہ اور موجودہ زمانہ میں لفظ شیعہ کے اطلاق کا فرق |
| 212 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پہلے ہی بیان کردیا |
| 213 | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جان نثاری و پروانہ واری |
| 224 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مذکورہ بالا احادیث سے پہلے نتیجہ کی حیثیت |
| 225 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد دیکھئے |
| 226 | اس حدیث پر یوں تبصرہ کیا گیا |
| 227 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں |
| 228 | آسان مختصر مطلب |
| 231 | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت کی چھ وجوہ |
| 231 | مشابہت 1 تا 6 |
| 239 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ |
| 239 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں |
| 245 | آیاتِ قرآنیہ سے استدلال |
| 248 | اختصارِ مذکور کے بعد تفصیل |
| 248 | شانِ نزول کی وجوہاتِ اربعہ |
| 252 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد رکھنے کے قابل |
| 252 | زبدۃ التحقیق ص ۳۵ پر عنوان قائم کیا گیا |

| صفحہ | مضامین |
|---|---|
| 253 | مولانا محمد لطف الرحمٰن کا فتویٰ |
| 254 | یہ فتویٰ اس سوال کے جواب میں دیا گیا |
| 255 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل بیان کی ہے |
| 256 | تحقیق مقام و مقال بکمال اجمال یہ ہے |
| 256 | قریش کی خلافت |
| 257 | قریش کی افضلیت |
| 257 | قریش عزت دار |
| 258 | اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی پسند |
| 258 | حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے |
| 258 | چھ چیزوں میں نسب کا لحاظ کیا گیا ہے |
| 259 | بڑوں کی لغزشوں پر نظر نہ رکھو |
| 261 | حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت |
| 262 | حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے والے جنتی ہیں |
| 263 | سیدنا حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نہ بھولئے! |
| 264 | ابن ابی حاتم اور طبرانی کی روایت |
| 264 | علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول |
| 264 | حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور چھ غلاموں کو آزاد کیا |
| 265 | وہ چھ غلام اور کنیزیں یہ تھے |
| 266 | حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں |
| 267 | علامہ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں | 268 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں | 268 |
| علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر کو دیکھئے | 271 |
| اہلِ سنت کے مفسرین کا اجماع ہے | 271 |
| شیعہ سارے متفق ہیں | 271 |
| علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ عقلی اور نقلی دلائل سے شیعہ کا رد کرتے ہیں | 272 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ پر آیت کو محمول کرنا کیونکر ممکن نہیں | 274 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مزید وضاحت | 275 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے | 276 |
| نعمت حضرت بتول رضی اللہ عنہا سے مکمل ہوئی | 277 |
| حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کرتے تھے | 277 |
| دونوں آیات سے نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں | 281 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا انداز احادیث سے مستنبط ہے | 281 |
| صحابی نے کیسے دلیل قائم کی اور نتیجہ نکالا | 283 |
| یہ اعتراض نیا نہیں پرانے یاروں کی یاد تازہ کی گئی | 284 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اعتراض کی تقریر فرماتے ہیں | 285 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پرانے تفضیلیوں کا جواب دیا | 285 |
| پانچ مقدمات کو پہلے اختصار سے دیکھئے، پھر تفصیل سے | 285 |
| پانچوں مقدمات کو تفصیل سے دیکھئے | 286 |
| بدمذہبوں کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیر دیں | 287 |

| صفحہ | مضامین |
|---|---|
| 287 | حقیقت کو چھوڑ کر مجازی معنی لینے کے مواقع |
| 289 | اس تفصیل کے بعد واضح ہوا |
| 290 | دوسرے مقدمہ کی تفصیل دیکھئے |
| 290 | تفاسیر کی ہر بات کو قبول کرنا ضروری نہیں |
| 290 | علم تفسیر مشکل اور بہت کم ہے |
| 291 | صحابہ اور تابعین کے بعد کثیر اقوال سے حق اور ناحق مل جل جاتا ہے |
| 292 | بعض مفسرین کی غلطی کی دو وجہ سے ایک غلطی پائی جاتی ہے |
| 293 | ثعلبی، واحدی، زمخشری کے متعلق |
| 294 | علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے متعلق |
| 294 | چند راویوں کے ضعف کو مدنظر رکھا جائے |
| 295 | سدی دو ہیں: ایک صغیر، ایک کبیر |
| 295 | بعض تفاسیر میں ایسی باتیں درج ہو گئیں جن کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوئے |
| 296 | صحابہ کرام کے اختلافات بیان کرنے والے جہلاء گمراہ اور گمراہ کرنے والے |
| 296 | علمائے اہلِ سنت نے فریقین کی غلطیوں پر مطلع کر دیا |
| 296 | حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریا کا واقعہ جو مفسرین نے لکھا |
| 298 | تفسیر جلالین میں علامہ محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں |
| 302 | علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارک التنزیل میں لکھا |
| 303 | حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ تین طرح بیان کیا گیا |
| 303 | پہلے قول والوں نے کہا |
| 304 | دوسرا قول یہ ہے |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| راجح اور صحیح قول یہ ہے | 304 |
| حضرت سلیمان علیہ السلام اور کرسی پر پڑے جسم کا واقعہ جو بعض مفسرین نے لکھا | 305 |
| علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ جلالین میں بیان کرتے ہیں | 306 |
| حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر پڑا جسم، حدیث پاک کی رو سے دیکھیں | 307 |
| ایک اور صحیح بات علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی | 308 |
| تفسیر ابی السعود میں بھی تفسیر جلالین کی طرح ذکر کیا گیا | 309 |
| الغرانیق العلی کا واقعہ جو بعض مفسرین نے بیان کیا | 310 |
| تفسیر ابی السعود میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا | 311 |
| معالم التنزیل میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا | 312 |
| ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بیان کیا | 313 |
| علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اچھا لکھا | 314 |
| علامہ رازی و نسفی رحمہما اللہ نے بہت خوب ذکر کیا، ان سے شیخ زادہ نے بھی | 314 |
| قرآن و سنت اور عقل سے یہ قول باطل ہے | 314 |
| مذکورہ بالا قصہ سنت کے بھی خلاف ہے | 315 |
| شیطان کا القاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عقلاً بھی منع ہے | 316 |
| سب سے بڑی وجہ یہ ہے | 317 |
| علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن بات | 317 |
| آیۂ کریمہ کا مطلب بہت واضح ہے | 320 |
| تیسرے مقدمہ کی وضاحت | 321 |
| احتمالات میں تردد اور چیز ہے، الفاظ میں ابہام اور چیز ہے | 321 |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مطالب ایک ہوں عبارات مختلف تو وہ اختلاف نہیں | 323 |
| لفظ عام کی کئی مثالیں پیش کرنا بھی حقیقی اختلاف نہیں | 323 |
| کم علم کبھی غیر اختلاف کو اختلاف بنا دیتا ہے | 324 |
| اگلی اور پچھلی آیہ کے مطابق مقصد صحیح ہے تاویلیں اہل علم مختلف کریں صحیح ہے | 325 |
| چوتھے مقدمے کی تفصیل سے پہلے | 326 |
| تفسیر ابن کثیر کا بیان بہت مختصر، بہت خوب | 326 |
| ابن کثیر کے بیان سے ایک مشکل کا حل ہو گیا | 328 |
| قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ مفہوم مخالف کے تردد کا ازالہ فرماتے ہیں | 328 |
| مفہوم مخالف والوں کی ناکام کوشش کو مان لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے | 329 |
| مفہوم مخالف کو سمجھتے چلے جائیں | 329 |
| التخصیص علی الشیء کا نام | 330 |
| مفہوم کی دو قسمیں ہیں: مفہوم موافق، مفہوم مخالف | 330 |
| مفہوم مخالف والوں نے بھی شترِ بے مہار کی طرح مطلقاً ذکر نہیں کیا | 331 |
| مفہوم مخالف والوں کی مثال | 331 |
| مفہوم مخالف سے کئی مقامات پر کفر لازم آتا ہے | 332 |
| انصار کے قول کا جواب | 333 |
| نور الانوار کی بحث سے ایک اور سر دردی ختم ہو گئی | 333 |
| شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتح العزیز (تفسیر عزیزی) میں فرماتے ہیں | 333 |
| علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | 334 |
| اشقی کے متعلق مفسرین کرام کے ارشادات | 336 |

| صفحہ | مضامین |
| --- | --- |
| 338 | علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا |
| 339 | علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں |
| 339 | قاضی ابوبکر باقلانی کے اعتراضات اوران کے جوابات |
| 341 | چوتھے اور پانچویں مقدمے کی تفصیل |
| 342 | ضمناً تفسیر مدارک کی بات کو مکمل کرتا چلا جاؤں |
| 343 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اشقی بمعنی شقی لینے والوں کی وضاحت فرماتے ہیں |
| 343 | مؤمنین کے متعلق ان حضرات کا متعلق |
| 344 | اشقی کو شقی کے معنی میں لینے اور مؤمنین کو شقاوت سے نکالنے پر اعتراض |
| 345 | تمہید کے بعد اعتراض سمجھیں |
| 345 | ان کی طرف سے جواب |
| 345 | ابھی تک اعتراض کی ایک شق باقی ہے |
| 345 | تو اس کا جواب واحدی وغیرہ نے یہ دیا |
| 346 | شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں |
| 346 | علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور توجیہ کی |
| 347 | پہلی وجہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی |
| 348 | دوسری وجہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی |
| 348 | زمخشری نے یہ وجہ بیان کی |
| 349 | سب سے پہلے ابوعبیدہ نے اشقی بمعنی شقی اور اتقی بمعنی تقی لیا |
| 340 | حق اور راجح بات کو ماننا کمال ہے |
| 350 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مفہوم مخالف کے قائلین بھی یہاں دلیل نہیں بنا سکتے | 350 |
| بعض مفسرین پر تعجب ہے | 351 |
| مقام توجہ!! | 351 |
| ابو عبیدہ کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | 353 |
| بعض نے کہا: ابو عبیدہ خارجی ہونے سے متہم ہے | 353 |
| ابو عبیدہ (تا سے) اور ابو عبید (بغیر تا سے) دو شخص الگ الگ ہیں | 354 |
| ہلال کہتے ہیں: چار شخصوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے | 354 |
| ابو عبید کی وفات | 355 |
| ہدایہ کے بعض نسخوں میں غلطی واقع ہوئی | 355 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں | 356 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی بیان کا خلاصہ | 356 |
| ہاروت و ماروت کا واقعہ | 358 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی زبان سے مفصل بحث کا نتیجہ سنئے | 360 |
| افسوس!!! انصاف بہت کم رہ گیا | 361 |
| پہلے علمائے کرام ابو عبیدہ کے کلام کو زیادہ جانتے تھے | 361 |
| آیئے! پہلے تفضیلیوں کا اعتراض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے | 363 |
| تفضیلیہ نے یہ اعتراض کیا | 363 |
| اہلِ سنت و جماعت کی طرف سے جواب | 363 |
| جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندفع ہے | 364 |
| فارسی زبان کا ترجمہ عربی میں کیا گیا | 364 |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ | 365 |
| یہ تاویل عسیٰ ورلعل میں ایک تاویل کے مطابق ہے | 365 |
| آیئے! علامہ محلی کی تفسیر کو دیکھئے | 367 |
| علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں | 367 |
| راقم اگر جھگڑالو اور فسادی ہوتا | 368 |
| خدارا!!! انصاف کیجئے | 369 |
| کیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد سمجھنے کے لئے کافی نہیں | 369 |
| عبداللہ بن عقیل نے دوسری مثال سے اپنے قول کو ضعیف قرار دیا | 369 |
| آیئے! تفسیر بیضاوی کو دیکھئے | 370 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری مثال دی | 371 |
| دعویٰ کے مطابق نتیجہ نکالا | 372 |
| اسم تفضیل کے متعلق نحو کا قانون | 372 |
| معرف بلام کا مفضل علیہ مذکور نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ | 373 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤقف پر جامی کی عبارت بطورِ دلیل پیش کی | 374 |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق سے واضح ہوا | 375 |
| مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی | 376 |
| حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | 377 |
| علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد | 378 |
| منطقی دلیل ونتیجہ پر اعتراض | 379 |
| نیشاپوری کی عبارت کا دوسرا حصہ دیکھئے | 380 |

| صفحہ | مضامین |
|---|---|
| 381 | اعتراض کی دارومدار صغریٰ اور کبریٰ کے صحیح نہ ہونے پر رکھی گئی |
| 381 | صغریٰ کے باطل ہونے پر دلیل قائم کی گئی |
| 382 | راقم کے نزدیک |
| 384 | کبریٰ کے فاسد ہونے والا اعتراض بنا نہیں .................... |
| 385 | یہ اعتراض بہت ضعیف ہے جواب کے قابل نہیں |
| 386 | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے تفضیلیوں کو جو جواب دیا |
| 387 | شارح حدیث کی وضاحت کرتے ہیں |
| 387 | شارح الجامع الصغیر کے آخری الفاظ دیکھئے |
| 388 | مذکورہ بالا حدیث سے اعلیٰ حضرت پرانے تفضیلیوں کو جواب دیتے ہیں |
| 389 | کیا خوب علماء ومحدثین نے فرمایا |
| 389 | ذرا بتاؤ تو سہی!! |
| 390 | جو حدیث پیش کی گئی اسے بیہقی کی ایک اور حدیث سے تائید حاصل ہے |
| 390 | احادیث سے نتیجہ واضح ہے |
| 390 | نحو کا ضابطہ مطلق نہیں |
| 391 | آیئے! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات کی ابتداء کی طرف چلیں |
| 392 | زمخشری نے کشاف میں بیان کیا |
| 392 | علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ سوال جواب کی صورتمیں یوں بیان فرماتے ہیں |
| 396 | تفضیلیوں کے سوال کا جواب باندازِ دیگر تا کہ ادھورے منطقیوں کا ناز ٹوٹے |
| 396 | کفار نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حقارت پر دلیل یوں پیش کی |
| 397 | کفار کی دلیل رد کرنے کے لئے ضروری ہے |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مقدمہ استثنائیہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے | 398 |
| چوتھے طریقے سے جواب | 399 |
| ایک اور حدیث پاک سے استدلال | 401 |
| کشاف اور مدارک سے استدلال | 402 |
| جواب کا پانچواں طریقہ یوں بیان فرمایا | 402 |
| جواب کی چھٹی تقریر پر احادیث سے استدلال | 404 |
| دوسری احادیث سے ہمارا مؤقف واضح طور پر سمجھ آرہا ہے | 407 |
| تفضیلیوں کے منطقی اعتراض مذکور کا جواب رخ بدل کر | 409 |
| شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تکمیل الایمان میں فرمایا | 413 |
| فضل صحابہ اربعہ یکدیگر بدو مقام | 413 |
| و الخلفاء الاربعة افضل الاصحاب | 413 |
| ترتیب فضیلت وافضیلت کی مراد کا بیان | 414 |
| یہاں دو مسائل پر گفتگو کرتے ہیں | 414 |
| مندرجہ بالا مسئلہ پر اجماع ہے اور وہ یقینی ہے | 414 |
| بعض صحابہ کرام کا تاخیر بیعت سے اجماع میں کوئی فرق لازم نہیں آتا | 415 |
| بیعت کرنے کی مدت تاخیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختار | 416 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مطیع رہے اور غزوہ میں شریک ہوئے | 417 |
| عقلمند تو یہی کہتا ہے کہ مرد حق نے خلیفہ حق کی پیچھے نماز ادا کی | 418 |
| شیعہ حضرات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈرپوک سمجھنا | 419 |
| تقیہ ڈرپوک کرتے ہیں، بہادر نہیں | 420 |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| انبیائے کرام نے ظالموں کے ساتھ ٹکر لی لیکن تقیہ نہ کیا | 423 |
| رافضیوں کی عقل تو سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی سے بھی کم ہے | 425 |
| خلافتِ صدیق پر عمل علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے | 426 |
| آخر کار وہی حکایت سچی آئے گی جو مشہور ہے | 427 |
| صحابہ کرام کی تنقیص در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے | 427 |
| مقام افسوس یا مقام تعجب | 428 |
| تکمیل الایمان میں زیدیہ فرقہ کو شیعہ کہا گیا | 429 |
| آیئے! شیعہ کے سب سے معتدل فرقہ زیدیہ کے ظالمانہ قول کو دیکھئے | 429 |
| شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلفائے راشدین کے متعلق عقیدہ | 430 |
| زیدیہ فرقہ کو شیخ کا الزامی جواب اور خلافت عامہ کا ذکر | 430 |
| حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے یا اجماع سے | 431 |
| بعض حضرات نے خلافت کی ایک اور وجہ بیان کی | 432 |
| صحتِ خلافتِ صدیق پر صحتِ خلافت عمر کا موقوف ہونا | 434 |
| حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہے | 435 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی اہل حل وعقد (مجتہدین) کا اجماع ہے | 436 |
| کاش! لوگوں کو بغی اور خروج کا معنی سمجھ آجاتا تو گمراہ نہ ہوتے | 436 |
| شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا افضلیت کے متعلق عقیدہ | 437 |
| کچھ زیادہ وضاحت اور قیل وقال کا بیان | 437 |
| رجحان یعنی فوقیت کی دو قسمیں ہیں: جزئی اور کلی | 438 |
| اختلاف علماء کا افضلیت وجہ خاص اور صفت خاص میں ہے | 438 |

| مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| مکہ شریف میں آپ نے اپنے زور سے............تبلیغ دین کو جاری کیا | 440 |
| جب اصل مقصد (عقیدہ) بیان کر دیا تو اب علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں | 440 |
| امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ حضرات نے توقف کیا | 441 |
| امام الحرمین نے بھی ان دو میں توقف کیا | 441 |
| اہل کوفہ اور ابن ابی خزیمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی | 441 |
| امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں | 442 |
| امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کر لیا تھا | 442 |
| افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما میں کسی اور تابعی نے اختلاف نہیں کیا | 443 |
| چار سو سال کے بعد علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں | 444 |
| ابن عبد البر کی روایت پر سہارا لگایا ہائے افسوس شیخ اسے بھی گراتے ہیں | 444 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی مطلب تاج الدین سبکی بیان فرماتے ہیں | 445 |
| حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم کی وجہ افضلیت | 445 |
| یہاں تک عبارت نقل کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کریں، اگلی عبارت بھی دیکھیں | 446 |
| آیئے! مذکورہ بالا عبارات شیخ کی زبانی سنئے | 446 |
| علامہ خطابی کی روایت پر سر دھننے کے بجائے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے مطلب پوچھیں | 447 |
| ترتیب افضلیت قطعی ہے اور ترتیب خلافت میں اختلاف ہے قطعی یا ظنی | 449 |
| امام الحرمین نے بھی مطلقاً خلافت کی بات کی | 449 |
| جو سلف سے پڑھا، علمائے کاملین سے پھر، ناقصین اس سے چمٹے رہے | 452 |
| قاضی عضد الدین کا اظہار عجز اور سلف پر اعتماد | 453 |
| لیکن ہم نے مشائخ کو اسی پر پایا | 454 |

| مضامین | صفحہ |
|---|---|
| آمدی کے قاضی کے قول کی وضاحت تو کی لیکن اپنے یاروں............ | 455 |
| صاحب نبراس کی وضاحت | 459 |
| علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے تین چیزوں کو بیان کیا | 459 |
| دلائل ظنیہ سے ثابت ہونے والے اعتقادی مسائل | 461 |
| دلائل ظنیہ اعتقاد میں کہاں تک معتبر ہیں | 461 |
| دلائل ظنیہ جب اعتقادی مسائل کا فائدہ دیں تو ان کو تسلیم کرنا جائز ہے | 461 |
| علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارت جس پر نبراس میں بحث کی گئی | 463 |
| امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا توقف ورجوع | 463 |
| حق یہی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں | 464 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مناقب کا اعتراف رکن ایمان ہے | 465 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لقب ''کرم اللہ وجہہ'' کا سبب | 466 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے ساتھ ایمان قبول کیا | 466 |
| حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کبھی بت کو سجدہ نہ کیا | 467 |
| ضروری یادرکھنے کے قابل | 469 |
| رافضیوں اور تفضیلیوں کے اعتراض مندفع ہوگئے | 470 |
| دونوں حضرات قدیم الاسلام مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پایہ ارفع وبلند ہے | 471 |
| اسلام توحیدی واسلام اخص دونوں میں صدیق اکبر کا پایہ ارفع وبلند ہے | 471 |
| اسلام اخص میں یوں | 472 |
| حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس پر دلالت کررہی ہے تقدیم اسلام دلیل نہیں | 474 |
| احادیث مبارکہ سے کلام کا اختتام کیا جارہا ہے | 475 |

## عَرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یارِ غار و مزار، خسرِ رسول، خلیفہ بلا فصل بالتحقیق، امیر المؤمنین جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک اجماعی، اتفاقی اور قطعی ہے۔ اس پر قرآن پاک کی بعض آیات، احادیث مبارکہ اور اجماع صحابہ کرام اور تابعین شاہد ہیں۔

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت، مجدد دین وملت، شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا ہے۔ جن کے مطالعے کے بعد منصف مزاج شخص بلا اختیار پکار اٹھتا ہے کہ:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

تاجدارِ فکر وفن، شہنشاہِ سخن، استادِ زمن برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یوں فرماتے ہیں:

رسل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہو عالم سے
یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ، صدیق اکبر کا

مگر ''زبدۃ التحقیق'' نامی کتاب میں اقوال مرجوحہ کو دلیل بنایا گیا ہے یا ان اقوال کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا جن کا رد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے کر چکے تھے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات مطلع القمرین کے علاوہ فتاوی رضویہ شریف کے جابجا مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں اسلئے جواہر التحقیق میں ان کا یکجا کیا گیا ہے۔

تردید لکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ مخالفین کے دجل وفریب ومکر کشائی کے

وقت کیسے کیسے نشیب وفراز آتے ہیں۔ کبھی قلم بے قابو ہوجاتا ہے تو کبھی جذبات زورِ قلم پر حاوی ہوجاتے ہیں۔ ایسے میں تہذیب واخلاق کا دامن نہ چھوڑنا بھی استاذِ المکرّم کا خاصہ ہے۔ ہاں! کبھی قلم جوش کھاتی ہے تو ''جلتے پتھر'' اور ''رسمی گرج'' کی طرح سب وشتم وکذب وافتراء کا پلندہ فقط ذاتیات نہیں بلکہ مقصود فتن کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ لہٰذا کتاب میں ایسے الفاظ کے استعمال کے اجتناب سے حتی المقدور کوشش کی گئی ہے تاہم اگر کہیں شامل ہوگئے ہوں تو معذور سمجھیں۔

یاد رہے کہ جواہر التحقیق، زبدۃ التحقیق کی تردید نہیں بلکہ تتمیم وتکمیل ہے کیونکہ اُس میں زیرِ بحث شق واحد تھی مگر جواہر التحقیق میں دونوں شقوں پر بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن حضرات نے تعاون کیا ان کا ذکر نہ کرنا احسان فراموشی ہوگی۔ محمد مقرب ستی صاحب نے کتاب کی کمپوزنگ کی، مولانا حافظ طارق حسین صاحب، مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب، مولانا نثار احمد صاحب مدرسین جامعہ جماعتیہ مہر العلوم نے کتاب کی پروف ریڈنگ فرمائی اور عدیم الفرصتی کے باوجود اپنا قیمتی وقت دے کر نظر ثانی قبلہ استاذِ المکرّم نے خود فرمائی۔ مولانا اظہر فرید صاحب نے اور مولانا سردار عرفان سجاد صاحب نے بھی ورق گردانی میں تعاون فرمایا۔

استاذِ المکرّم نے یہ کتاب 25 جولائی 2011 کو تحریر فرمادی تھی مگر وسائل کی کمی کی وجہ سے طباعت کے مراحل طے نہ کرسکی، اسکے علاوہ ہدایہ شریف کے چار جلدیں بھی مکمل ہوچکی ہیں جس کو انشاء اللہ اس سال پیش کیا جائے گا۔ ساتھ ہی تفسیر نجوم الفرقان بھی تحریر فرمارہے ہیں پندرھواں پارہ قریب الاختتام ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ استاذِ المکرّم کی صحت وعافیت کیلئے دعاء فرمائیں تاکہ تفسیر نجوم الفرقان کی تکمیل ہوسکے۔

حافظ محمد اسحاق ہزاروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ﴿نگاہِ اولین﴾

سورۃ توبہ کی آیت ۴۰ کی توضیحات وتشریحات لکھنے لگا تو خیال آیا کہ ایک دوست نے آٹھ ماہ پہلے ایک کتاب "زبدۃ التحقیق" میرے ممدوح سابق شاہ عبدالقادر صاحب (ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی) کی تصنیف دی تھی، اس کا کچھ مطالعہ کرلیا جائے۔ تو جب اس میں ایک عنوان یہ دیکھا "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نکتہ نگاہ" (زبدۃ التحقیق ص ۳۰۰) تو یہ سمجھا شاید اس کتاب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کو شامل کیا گیا ہے اور اس کے مصنف شاید اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مداح ہیں۔

پھر جب کتاب کے ص ۲۰ میں یہ عبارت دیکھی:

"دور حاضر میں نظریاتی دہشت گردوں نے لفظ سنیت کو ایک دھمکی بنالیا ہوا ہے اور خوف وہراس پھیلانے کا ذریعہ تراش لیا ہے اور فضل کلی اور فضلی جزئی، افضلیت مطلقہ کی اصطلاحیں وضع کرلی ہیں اور طریقۂ واردات یہ ہے کہ پہلے کوئی نظریہ یا عقیدہ قائم کرلیا جاتا ہے اور وہ عقیدہ کسی شخص کی شخصی اختراع ہوتا ہے یا علاقائی یا جماعتی سوچ ہوتی ہے جس کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سنیت کا معیار تو وہ ہوگا جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات، آپ کے اہل بیت اطہار وصحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے اندر پایا گیا۔ یہ افضلیتِ مطلقہ یا فضلِ کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں، ان کا سنیت سے

دور کا بھی واسطہ نہیں۔

خط کشیدہ الفاظ کو پڑھتے ہی سمجھا کہ یہ تیر تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر چلایا گیا ہے ،جس شخص پر سنیت کا دارومدار ہے اسے ہی سنیت سے خارج کیا جارہا ہے۔دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم تصنیف ''فتاویٰ رضویہ'' کا مطالعہ کیا جائے۔ اسی سے ''مطلع القمرین'' کو دیکھنے کی راہنمائی ملی تو عقدہ حل ہو گیا کہ افضلیت مطلقہ، فضیلتِ کلی اور فضیلت جزئی کی اصطلاحیں تو آپ کی تصنیفات میں موجود ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ نے ''فتاوی رضویہ'' کے مختلف مقامات پر جو تحریر فرمایا اور آپ نے اپنی کتاب ''مطلع القمرین'' میں جو تحریر فرمایا ''زبدۃ التحقیق'' اس کا مکمل رد ہے۔

**اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ صاحب کی تحقیق کا اجمالی تقابلی جائزہ:**

① اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ذکر کیا، اور یہ باقاعدہ حوالہ جات سے ثابت کیا کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں ہی اسی پر اجماع ہو چکا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔............''زبدۃ التحقیق'' میں آپ کے اجماع کے قول کا رد کیا گیا اور آپ کی قطعیت کے قول کو بھی رد کیا گیا۔

② اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اس زمانے کے تفضیلیوں نے جو اعتراض کئے تھے، وہی ............''زبدۃ التحقیق'' میں پھر دہرائے گئے۔

③ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن عبارات کا رد کیا تھا ان کو ہی............زبدۃ التحقیق میں دلیل بنایا گیا۔

④ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: کہ صحابہ کرام کے زمانے کے اجماع

کو بعد والے اقوال مرجوحہ رد نہیں کر سکتے ........."زبدۃ التحقیق" میں چار سو سال بعد کے یا اقوال مرجوحہ کو شامل کیا گیا یا تفضیلی شیعہ کے اقوال کا سہارا لگایا گیا۔

(۵) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بعض تفاسیر میں مفسرین سے بھول واقع ہوئی ،ان اقوال کو دلیل بنانا درست نہیں ۔........."زبدۃ التحقیق" میں ان تفاسیر سے اقوال نقل کر کے اوراق سیاہ کر دیئے گئے۔

(۶) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اتقان کی عبارت جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع اور قطعیت کو بیان کیا گیا........."زبدۃ التحقیق" میں علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ پر بہت اعتبار کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا گیا جب کہ علامہ محلی سے کئی مقام پر عجیب بھول واقع ہوئی، جس سے عصمت انبیاء پر زد آتی ہے۔

(۷) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی احادیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کی ........."زبدۃ التحقیق" میں بیان کیا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت صرف ایک حدیث سے ثابت ہے وہ بھی غیر مرفوع۔

(۸) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری و ترمذی سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں پیش کی تو........."زبدۃ التحقیق" ص ۲۴۱ میں افضلیت صدیق سے پریشان ہو کر اس حدیث پاک سے یوں انکار کیا گیا" جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کم عمر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، اسلئے ان کا شمار فقہاء صحابہ میں نہیں ہوتا تھا۔

(۹) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی تو اس کا رد.........زبدۃ التحقیق ص ۱۰۹ پر یوں

کیا گیا: چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے، لہٰذا اس طرح کے الفاظ دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔

⑩ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم کو غیر معتبر قرار دیا۔ کشف الظنون میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا کہ وہ فسادی شخص تھا، اس کی کتاب ''الملل والنحل'' فتنہ فساد پھیلانے والی ہے مگر............''زبدۃ التحقیق'' میں اسی عبارت کو اپنے مؤقف پر دلیل بنایا گیا۔

میں نے یہ خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ان تحقیقات کو فتاوی رضویہ کی مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے اور مطلع القمرین سے مضمون کو جمع کر لیا جائے۔ اس خیال کو میں نے عملی صورت میں محنت کر کے پیش کر دیا۔

اصل میں یہ مضمون سورت توبہ کی آیت ۴۰ کا ہے۔ ساتھ ہی سورۃ انفال کی آیت ۳۰ کو بھی شروع میں شامل کیا جا رہا ہے تاکہ واقعۂ ہجرت کو کچھ سمجھنا آسان ہو جائے۔

علیحدہ کتابی شکل میں پیش کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آج کل اتنی مصروفیت میں ہر شخص مبتلاء ہے کہ کتب کی ورق گردانی بہت مشکل کام ہو گیا ہے۔ تو خیال یہی ہوا کہ ایک جگہ جمع مضمون طلباء کرام اور مقررین کو مل سکے تاکہ وہ ''جواہر التحقیق'' اور ''زبدۃ التحقیق'' کا مطالعہ کر کے ایک راہ کا تعین کر لیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک صحیح ہے یا شاہ عبد القادر صاحب کا۔ ہر انسان مختار ہے جس راہ پر چلنا چاہے اس کی مرضی کی بات ہے۔

میں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو ہی ترجیح دی ہے اسی لئے آپ کی تحقیقات کو ایک جگہ جمع کر لیا ہے۔ جواہر التحقیق، زبدۃ التحقیق کا رد نہیں بلکہ مجموعہ ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کا۔

دوسری وجہ مضامین کو جمع کرنے کی یہ تھی کہ چند عبارات جو زبدۃ التحقیق کی ہیں وہ صحیح نشانہ پر بیٹھیں، بغیر شکار کے متعین ہونے کے تیر چلانا بے فائدہ تھا، کیونکہ جو کام زبدۃ التحقیق میں ادھورا رہ گیا تھا میں نے اس مکمل کیا ہے۔

زبدۃ التحقیق میں نشانہ دو ہی شخصیات کو بنایا گیا ہے: ایک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اور دوسرے اہل سنت کے عظیم امام علامہ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کو، جن کی وفات ۳۳۳ھ یا کچھ بعد میں ہوئی۔ علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین ہیں: ابو الحسن باہلی، ابو بکر باقلانی، امام الحرمین اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہم۔

علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی بالاجماع ثابت کی جب کہ زبدۃ التحقیق ص ۲۴ میں یوں رد کیا گیا:

> ''اوائل اسلام میں دسویں ہجری کے آخری نصف تک تو یہ مسئلہ اجماعی نہیں تھا بلکہ اجتہادی تھا۔ اب کہیں راتوں رات کی تنہائیوں میں یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا۔ اجماع کے باب میں قرونِ اولیٰ کا حوالہ نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ اسے متاخرین ہند کی کرامات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔''

لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرونِ اولیٰ سے اجماع ثابت کیا، خود گھڑا نہیں۔ البتہ آپ کی اور آپ کے متبعین کی کرامت ہے کہ تفضیلیوں کی سر توڑ کوشش کے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع قائم و دائم ہے۔

پندرہویں صدی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع و قطعیت کا یوں انکار کیا جا رہا ہے:

> ''افضلیت ابو بکر رضی اللہ عنہ مذہب جمہور ہے جو کوئی قانون ساز ادارہ نہیں، لہٰذا اس پر کسی بھی قطعیت کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ (زبدۃ

التحقیق ص ۲۲)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کو دیکھنے سے کوئی منصف شخص یہ ماننے سے انکار نہیں کر سکتا:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی موزونیت اور معنوی عظمت کو دیکھ کر چاہیے تو یہ تھا کہ دوسرے حضرات انصاف و دیانت سے کام لیتے ہوئے ان سے رہنمائی لیتے اور آپ کی ذات سراپا کمال کی علمی فوقیت و برتری کا اعتراف کرتے مگر برا ہو حسد اور تعصب کا وہ کمال و حسن کو بھی نقصان اور قبح بنا دکھاتا ہے اور برا ہو ضد و عناد کا وہ حق کو بھی تسلیم نہیں کرنے دیتا۔

مجھے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے متعدد مقامات دیکھنے سے ان کے مقابلہ کرنے والوں کی تحقیق کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک طرف ماہر اور تجربہ کار شخصیت کی تحریر ہے اور دوسری طرف طلباء کرام کا مشقی انداز تحریر ہے۔ یہ حقیقت ہے، صرف میرا حسن ظن نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چند تحریرات کو جمع کرنے کا مقصد بھی یہ ہے زبدۃ التحقیق ص ۲۰ پر یہ عبارت دیکھ کر:

> ''جب کوئی حجت شرعیہ ان کے لئے نہیں مل پاتی تو لٹھ لے کر دلائلِ شرعیہ کو توڑتے پھوڑتے ہیں۔ بڑی سر پھٹول کے بعد دلائل کا چہرہ مسخ کر لیتے ہیں تو اپنے مقصد پر چسپاں کرتے ہیں جس کے نتیجے میں عامۃ المسلمین میں اپنا اعتماد ہی ضائع کر دیتے ہیں۔ اگر نقش فریاد کی زبان رکھتا تو ان کی ستم کوشیوں کے جواب میں سڑکوں پر ماتمی جلوس ہوتے۔''

کوئی ان کے ماتمی جلوس پر پتھراؤ شروع نہ کر دے بلکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے اپنا دل مطمئن رکھے۔

(۱۱) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصل افضلیت کی دار و مدار ثواب پر ہے نسب پر نہیں۔.......... زبدۃ التحقیق ص ۳۵ میں ہے:

دور حاضر میں جو سنی حنفی کہلانے والے کہتے ہیں: نسب کوئی چیز نہیں۔ میں نہایت ادب سے سوال کروں گا یہ عقیدہ تو خارجیوں کا ہے آپ کے ہاتھ کیسے لگا؟

(۱۲) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قطعی اور بالاجماع ثابت کیا لیکن.......... زبدۃ التحقیق کے ص ۱۸۰ میں ہے:

"مسئلہ افضلیت ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا نہ ہی کوئی قطعی ثبوت ہے اور نہ ہی بحث و تمحیص میں پڑنے کی حاجت ہے۔"

## جنگ و جدال کتنا:

کوئی کہہ رہا ہے:

بغضِ علی رضی اللہ عنہ سے باز آ! اے وقت کے یزید
حبِ علی رضی اللہ عنہ کو دخل ہے تیری نجات میں

اور کوئی یوں کہہ رہا ہے:

بغضِ ابی بکر رضی اللہ عنہ سے باز آ! اے وقت کے ابو جہل
حبِ ابی بکر رضی اللہ عنہ کو دخل ہے تیری نجات میں

میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک ایک شق کو لے کر فتنہ و فساد پھیلانے، اہل سنت و جماعت کو لڑانے کی کوشش ہے۔ اگر انصاف اور اتفاق کی بات کرنی ہی ہے تو یوں کریں:

بغض صحابہ واہل بیت سے باز آاے وقت کے فرعون
ان دونوں کی محبت میں حاصل ہونی تجھے نجات ہے
کسی ایک سے بغض رکھنا دراصل راہِ جہنم ہے
مان یا نہ مان یہی قرآن وحدیث کی بات ہے

(۱۳) زیدیہ فرقہ کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کا معتدل فرقہ قرار دیا ہے، جبکہ ..........زبدۃ التحقیق میں اسے سنی بنانے پر پوری طاقت لگادی گئی ہے۔

(۱۴) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ ثابت کی جبکہ..........زبدۃ التحقیق ص ۲۳۲ میں ہے:

''اب افضلیتِ مطلقہ کے مدعی کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا جس نے افضلیت کے ساتھ مطلقہ کی قید بڑھائی جو کہ ہمارے اسلاف کے ریکارڈ میں نہیں ملتی۔''

(۱۵) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعض آیات قرآنیہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کی، زبدۃ التحقیق کے ص ۳۶۸، ۳۶۹ میں ذکر ہے:

''اس میں یہ امر اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ان آیات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ حکم وصف پر مرتب ہونے کی وجہ سے ہر صاحب وصف کے لئے عام ہے۔ جب بھی کسی میں یہ وصف پایا جائے گا اس کو اسی طرح کا اجر ملے گا۔''

(۱۶) ''وسیجنبھا الاتقی'' پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تفصیلی گفتگو فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ کرام سے افضل ثابت کیا اور فرمایا اس میں اجماع ہے۔ جبکہ زبدۃ التحقیق کے ص ۳۷۰، ۳۷۱ میں تحریر کیا گیا:

""جس جس نے شانِ نزول کا سبب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا، ان میں سے ہر ایک نے ""الاتقی"" بمعنی ""تقی"" بتایا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ سبب نزول برائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع تسلیم ہو گیا ہے مگر ""الاتقی"" بمعنی ""تقی"" پر اجماع تسلیم نہ ہوا؟ یہ تو سراسر آنکھوں پر پٹی باندھنے والی بات ہے۔""

اس آیت کے متعلق زبدۃ التحقیق ص ۳۸۲ میں یہ لکھا ہے:

""اس آیت سے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہو گئی نہ کہ افضلیت۔ افضلیت اس وقت ثابت ہوتی جب ان میں یہ وصف کمال پایا جاتا اور کسی دوسرے میں نہ پایا جاتا مگر جب دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہیں تو پھر یہ فضیلت ہی کہلائے گی، افضلیت نہیں کہلائے گی۔""

اس قسم کی عبارات کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ میں تحقیقات کو آسان لفظوں میں پیش کیا گیا ہے تا کہ طلباء اور عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ نحوی اور منطقی مسائل یقیناً طلباء کرام کے لئے ہیں عوام کے لئے نہیں۔

## میرا کام جنگ وجدال نہیں:

مجادلہ کے اشتہار چھاپنے نہیں، اہل سنت میں افتراق پیدا کرنا نہیں، بلکہ اعتدال کی راہ پر چلتے ہوئے اتفاق پیدا کرنا کہ ہو سکتا ہے کسی کا ضمیر جاگ اٹھے وہ معروف ومنکر میں فرق کر سکے۔

ہو سکتا ہے کہ سورۂ یٰسین کی آیت ""انک علیٰ صراط مستقیم"" کا سنہری تمغہ کسی کے سینے پر سجا رہے، جنگ وجدال میں ضائع نہ ہو جائے۔ چمنستانِ حسین کا پھول کہیں غلاظت کے ڈھیر میں بدبودار نہ ہو جائے۔ سادات کا طرۂ امتیاز کہیں لڑائیوں میں ٹیڑھا

نہ ہو جائے بلکہ سیدھا لہر اتار ہے۔

ہوسکتا ہے غلیظ تقاریر کے سننے سے کچھ لوگ بچ جائیں، مقصد کسی کے گلے پر چھری چلانا نہیں بلکہ اصلاح ہے۔

## مسئلے میں اتنا اختلاف نہیں، جتنا جنگ و جدال ہے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ظنی کی دو قسمیں بنائی ہیں اور قطعی کی بھی دو قسمیں۔ قطعی بمعنی طمانیت لیا ہے جس کا منکر کافر ہے، مبتدع نہیں۔ اس قسم کے مطالب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کے آپ کے سامنے آئیں گے۔

عبدالرزاق بھترالوی، حطاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ (سورة الانفال ۹:۱۸)

﴿۱﴾: اور اے محبوب یاد کرو! جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کردیں یا نکال دیں اور اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔ (کنز الایمان)

﴿۲﴾: اور آپ یاد فرمائیں جب مکر کر رہے تھے آپ کے ساتھ کافر کہ تمہیں بند کرلیں، یا شہید کردیں تمہیں، یا نکال دیں تمہیں اور وہ (اپنا) مکر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا، اور اللہ کی خفیہ تدبیر ہی سب سے بہتر ہے۔ (نجوم الفرقان)

یہ سورت مدنی ہے، کفار کا یہ مکر مکہ مکرمہ میں تھا۔ رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی یاد دلائی۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جب انصار نے مکہ مکرمہ میں آ کر پہلے سال چھ حضرات نے، دوسرے سال بارہ حضرات نے اسلام قبول کیا تو قریش کو بہت پریشانی لاحق ہوئی کہ اسلام اگر اس طرح تیزی سے پھیلتا رہا تو ہمارے لئے بڑی مشکلات پیدا ہوں گی۔ وہ لوگ ''دار الندوۃ'' (میٹنگ روم) میں جمع ہو گئے۔

جمع ہونے والے قریش کے بڑے لوگ تھے۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، ابوسفیان، طعیمہ بن عدی، شیبہ بن ربیعہ، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن الاسود، حکیم بن حزام، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج اور امیہ بن خلف۔ تو ان کے پاس شیطان لعین بھی ایک بزرگ کی شکل میں آ گیا۔ جب انہوں نے اسے

دیکھا تو اس سے پوچھا: تو کون ہے؟

"قال:شیخ من نجد سمعت باجتماعکم فاردت ان احضر کم ولن تعدموا من رأیا ونصحا"

"اس نے کہا: میں شیخ نجدی ہوں۔ میں نے تمہارے اجتماع اور میٹنگ کے بارے میں سنا تو میں تمہارے پاس آگیا ہوں تا کہ تم میری نصیحت اور میرے رائے سے محروم نہ رہو۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، تم اندر آجاؤ۔

سب سے پہلے ابوالبختری نے رائے پیش کی۔ اس نے کہا: میرے رائے یہ ہے کہ تم محمد (ﷺ) کو پکڑ کر ایک گھر میں بند کردو، مضبوطی سے باندھ دو، دروازے بند کردو، روشن دان سے اندر کھانے پینے کی چیزیں ڈال دیا کرو، اس طرح وہ خود بخود ہلاک ہوجائیں گے۔"فصرح عدو اللہ الشیخ النجدی وقال بئس الرأی رأیتم "ابوالبختری کی رائے سن کر اللہ کا دشمن شیخ نجدی (ابلیس) چلا کر بولا: یہ رائے تمہاری بہت بری ہے۔ اسلئے کہ جب یہ خبر محمد (ﷺ) کے خاندان والوں کو ملے گی تو ہوسکتا ہے وہ تمہیں قید کرلیں، یا تمہارے ساتھ جنگ کر کے اسے چھڑالیں۔"قالوا صدق الشیخ النجدی"سب نے کہا: شیخ نجدی نے ٹھیک کہا ہے۔

اس کے بعد بنی عامر بن لوی قبیلہ کے عامر بن ہشام نے اپنے رائے پیش کی کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد کو پکڑ کر ایک اونٹ پر سوار کر کے شہر سے باہر نکال دو۔ جب وہ تم میں موجود نہیں ہوں گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جو چاہیں کرتے رہیں۔ جہاں چاہیں رہیں، تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ جب وہ تم سے غائب ہوں گے تو تمہیں راحت حاصل ہوجائے گی۔

"فقال ابلیس لعنہ اللہ ما ھذا لك برأی تعتمدون علیه "یہ کیا رائے ہے؟ جس پر تم اعتماد کررہے ہو۔ کیا تم اس شخص پر اعتماد کرتے ہو جس نے تمہاری عقلوں

کو گم کر دیا ہے۔ اگر تم اس کو اپنے شہر سے باہر نکال دو گے تو وہ دوسرے لوگوں میں فساد پھیلائے گا۔

"الم تروا الی حلاوۃ منطقه و حلاوۃ لسانه و اخذ القلوب بما تسمع من حدیثة

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس شخص کی کتنی میٹھی کلام ہے اور کتنی میٹھی زبان ہے اور کس طرح اس کی طرف دل میلان کر جاتے ہیں، جو بھی اس کی بات کو سنتے ہیں۔"

اگر تم اس کو اپنے شہر سے نکال دو گے تو وہ دوسری جگہ جا کر لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف اپنے میٹھے کلام سے کھینچ لے گا" قالوا صدق الشیخ النجدی "سب کہنے لگے: شیخ نجدی نے سچ کہا ہے۔

ابو جہل بن ہشام نے کہا: میں تمہیں اپنی رائے سے ایک مشورہ دیتا ہوں، اس رائے کے بغیر میں کوئی اور رائے بہتر نہیں دیکھ رہا۔ وہ یہ ہے: تم قریش کے ہر قبیلے سے بہادر جوان جمع کرو، سب کو تلواریں دے دو۔ وہ اس کے گھر کا محاصرہ کریں، سب مل کر ایک ہی مرتبہ حملہ کر کے اس شخص کو ہلاک کر دیں۔ اس طرح خون مختلف قبائل میں بکھر جائے گا۔ بنو ہاشم تمام قبائل سے مقابلہ نہیں کر سکیں گے، زیادہ سے زیادہ دیت دینی لازم آئے گی، وہ سب قریش مل کر ادا کر دیں گے، اس میں کوئی مشکل درپیش نہیں آئے گی۔

"فقال ابلیس صدق هذا الفتی وهو اجود رأیا القول ما قال لا أری رأیا غیرہ

"شیطان نے کہا: اس جوان نے صحیح کہا ہے، اس کا مشورہ بہت عمدہ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اس نے جو کہا کہ اس کی رائے سے بہتر کوئی رائے نہیں۔

"فتفرقوا علی قول ابی جهل وہ مجمعون

"سب نے ابو جہل کے مشورہ پر اتفاق کیا،

له"

اسی کے مشورہ کو شیخ نجدی ابلیس کی تائید حاصل تھی۔ اسی پر اتفاق کرتے ہوئے ان کی مجلس برخاست ہوگئی۔ اٹھ کر گھروں کو چلے گئے۔

قریش نے ہر قبیلے سے بہادر جوان جمع کر لئے کہ آج رات تم نے اپنی اپنی تلواریں لے کر محمد کے گھر کا محاصرہ کر کے ان کو ہلاک کر دینا ہے۔

" فأتى جبريل النبى صلى الله عليه وسلم و أخبره بذلك و أمره ان لا يبيت فى مضجعه الذى كان يبيت فيه فاذن الله له عند ذالك بالخروج الى المدينة

" تو جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ان کو کفار کے نوجوانوں کے تلوار لے کر آپ کے گھر کا محاصرہ کی خبر دی اور رب تعالیٰ کا حکم پہنچایا کہ اب آپ اپنی چارپائی پر نہ لیٹیں جس پر آپ پہلے رات کو سوتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جائیں

فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابن ابى طالب ان ينام فى مضجعه وقال له اتشح ببردى هذه فانه لن يخلصك اليك منهم امر تكرهه

"تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم میری چارپائی پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ۔ بے شک کفار تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑنے کی وجہ یہ تھی:

" و خلف عليا بمكة حتى يؤدى عنه الودائع التى كانت عنده و كانت الودائع تودع عنده لصدقه و امانته

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اسلئے چھوڑا تھا کہ تم وہ امانتیں لوگوں کو واپس دے کر آنا جو میرے پاس لوگوں نے رکھی ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچ

بولنے اور آپ کے امین ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھتے تھے۔

**تنبیہ:**

کفار کی مخالفت اسلام سے اور نبی کریم ﷺ سے تھی۔ ان کی مخالفت نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھی اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نبی کریم کی چارپائی پر لیٹنا اتنا زیادہ خطرناک نہ تھا جتنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آپ کے ساتھ ہجرت کے وقت چلنا تھا۔

## رب تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ کس شان سے نکلے؟

قریش کے نوجوان تلواریں لے کر آپ کے گھر کے اردگرد جمع ہیں۔ اس وقت رب تعالیٰ کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ اس سے پہلے ہجرت کی اجازت نہ دینا اس پر دلیل ہے کفار یہ نہ کہہ سکیں کہ مسلمانوں کے نبی چھپ کر بھاگ گئے، بلکہ وہ اپنی ناکامی، اپنے مکروفریب، اپنے حیلہ میں کامیاب نہ ہونے پر افسوس کے ہاتھ ملتے رہے۔

"ثم خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ قبضۃ من تراب فاخذ اللہ ابصارھم عنہ فجعل ینثر التراب علی رؤوسھم وھو یقرأ (انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون و جعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون)

نبی کریم ﷺ گھر سے جب نکلے تو آپ نے مٹی کی مٹھی لی اور ان کی طرف پھینک دی تو ان کے قریش کے نوجوانوں کو کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نظروں کو کچھ دیر کے لئے بے کار کر دیا۔ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑنے لگ گئے۔ نبی کریم ﷺ سورۃ یٰسین کی آیات (ترجمہ) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک

دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا (کنزالایمان) تلاوت کرتے ہوئے نکل گئے۔

مشرکین نے تمام رات نبی کریم ﷺ کے گھر کا پہرہ رکھا کہ وہ اٹھیں تو ان کو شہید کر دیا جائے۔

" فلما اصبحوا ثاروا اليه فرأوا عليا رضى الله عنه فقالوا اين صاحبك ؟قال: لا ادرى ،فاقتصوا اثره و ارسلوا فى طلبه فلما بلغوا الغار رأوا على بابه نسج العنكبوت فقالوا لو دخله لم يكن نسج العنكبوت على بابه فمكث فيه ثلاثا قدم المدينة

"جب صبح ہوئی تو وہ محاصرہ کرنے والے مشرکین آگے بڑھے تو دیکھا کہ یہ تو علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔(وہ تو ان کو قتل کرنا ہی نہیں چاہتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی فرما گئے تھے کہ یہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے: تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے پتہ نہیں (آپ کا یہ کہنا سچ تھا کہ مجھے پتہ نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں) تو وہ مشرکین انہی قدموں پر پیچھے ہٹ آئے۔ نبی کریم ﷺ کی تلاش کرنے کے لئے نکل پڑے۔آپ کو تلاش کرتے ہوئے یہ بھی غارِ ثور پر پہنچ گئے،جس میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے،لیکن جب یہ دونوں حضرات غار میں داخل ہوئے تو غار کے منہ پر مکڑی نے تانا (جالا) تن دیا۔اب یہ لوگ مکڑی کے جالے کو دیکھ کر وہاں سے لوٹ پڑے کہ اس غار میں اگر کوئی داخل ہوتا تو جالا ٹوٹ چکا ہوتا۔(ماخوذ از معالم التنزیل للبغوی ج ۲،ص ۲۴۳،۲۴۴)

اس طرح رب تعالیٰ کا ارشاد........."و يمكر الله و الله خير الماكرين "اور اللہ خفیہ تدبیر فرمارہا تھا،اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے ..........جگمگانے لگا۔نہ نبی کریم ﷺ کو قریش شہید کر سکے اور نہ ہی آپ کو تلاش کر سکے۔

ہجرت کا کچھ مزید واقعہ سورۃ توبہ کی آیۃ ۴۰ میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

---

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور یاد کرو جب مکر کر رہے تھے آپ سے کفار لِيُثْبِتُوْكَ تا کہ تمھیں بند کریں اَوْ يَقْتُلُوْكَ یا شہید کر دیں تمہیں اَوْ يُخْرِجُوْكَ یا نکال دیں تمہیں۔

"لِیُثْبِتُوْکَ" کے کئی معانی ہیں: مطلب سب کا ایک ہی ہے تا کہ تمہیں مضبوطی سے باندھ دیں "کل من شد فقد اثبت" جسے باندھ دیا جاتا ہے، اسے روک لیا جاتا ہے کہ وہ حرکت پر قادر نہیں ہوتا۔ اور اسکا معنی یہ ہے کہ "تا کہ وہ تمہیں قید کر لیں"، اور معنی یہ ہے تا کہ تمہیں محبوس کر دیں، کسی مکان وغیرہ میں بند کر دیں۔ یہ رائے ابوالبختری نے دی تھی۔

"او یقتلوك" یا تمہیں شہید کر دیں۔ یہ رائے ابوجہل لعین نے دی تھی۔ "او یخرجوك" یا تمہیں مکہ سے نکال دیں، یہ رائے عامر بن ہشام نے پیش کی تھی۔

وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ O

وہ مکر کر رہے تھے اور خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اللہ، اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

یہ ماضی کے حال کی حکایت ہے اسلئے ترجمہ میں ماضی اور حال دونوں کا لحاظ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہی ترجمہ راقم نے بھی نقل کیا۔

" و الحاصل انهم احتالوا علی ابطال امر محمد و الله تعالیٰ نصره و قواه فضاع فعلهم وظهر صنع الله تعالیٰ

(تفسیر کبیر، امام رازی رحمہ اللہ، ج 15، ص155)

"حاصل کلام یہ ہے کہ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ یعنی اسلام پیش کرنے کو باطل کرنے کا حیلہ کیا، مکروفریب سے کام لیا۔ رب تعالیٰ نے آپ کی امداد فرمائی اور آپ کو طاقت عطاء فرمائی، کافروں کا تمام کام ضائع ہو گیا اور رب تعالیٰ کا کام یعنی اس کی خفیہ تدبیر غالب ہو گئی۔

**تنبیہ:**

آیۃ کریمہ میں مکر کی نسبت مخلوق کی طرف کی گئی ہے اور رب تعالیٰ کی طرف بھی، ان میں فرق یہ ہے:

" مکر الخلق من الحیلة و العجز و مکر الخالق من الحکمة و القدرة فمکر الخلق مع مکر الحق باطل و مکر الحق حق ثابت "

" مکر کی نسبت جب مخلوق کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے حیلہ کرنا، عاجز آجانا، اور جب مکر کی نسبت خالق کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے حکمت یعنی خفیہ تدبیر اور اس کی قدرت رکھنا۔ مخلوق کا مکر رب تعالیٰ کی حکمت اور خفیہ تدبیر کے مقابل مٹ جانے والا ہے اور رب تعالیٰ کی حکمت حق اور ثابت ہے۔

## تراجم کا تقابلی جائزہ:

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ O

| ترجمہ | مترجم |
|---|---|
| اور وہ داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے | محمود الحسن صاحب |
| اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے | شاہ عبد القادر صاحب |
| وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا | مودودی صاحب |
| ادھر وہ چال چل رہے تھے اور ادھر خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے | فتح محمد صاحب |
| اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ اور اللہ نیک مکر کرنے والا ہے | شاہ رفیع الدین صاحب |
| اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے | اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ |

اگرچہ اس قسم کی بحث پارہ تین میں گزر گئی تاہم زیادتی وضاحت کے لئے اعادہ کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف داؤ کی نسبت کرنا یا فریب کی اور یہ ترجمہ کرنا کہ اللہ بھی داؤ کرتا تھا یا یہ کہنا کہ اللہ بھی فریب کرتا تھا یہ معانی یقیناً تفاسیر کے خلاف ہیں۔ جلالین میں یوں ذکر کیا گیا:

" و یمکر الله بھم بتدبیر امرك بان اوحی الیك ما دبروه و امرك بالخروج"

جلالین میں تفسیر کی وضاحت صاوی میں یوں کی گئی ہے۔

" جواب عما یقال ان حقیقة المکر محالة علی الله تعالی لانه الاحتیال علی الشیء من اجل حصول العجز عنه واجیب ایضا ان المراد بمکر الله معاملة لھم معاملة الماکر حیث خیب سعیھم وضیع املھم او المراد جازاھم علی مکرھم فسمی الجزاء مکرا لانه فی مقابلته

"یہ اصل میں ایک سوال کا جواب ہے وہ یہ ہے کہ مکر کی نسبت حقیقت میں رب تعالیٰ کی طرف محال ہے کیونکہ کسی چیز پر حیلہ ومکر اس سے عاجزی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا محال ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں مکر کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا گیا بلکہ اس کا مجازی معنی مراد ہے "تدبیر" اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں مکر سے مراد ان سے مکر والوں کی طرح معاملہ کرنا ہے ان کی کوشش کو رسوا کیا ان کی امیدوں کو ضائع کیا، یا مکر سے مراد ان کو جزاء دینا، جزائے مکر کو مکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان)

OOOOOO

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ (سورۃ التوبۃ ۱۰:۱۲)

۱: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

۲: اگر تم نہ مدد کرو آپ کی تو تحقیق امداد فرمادی آپ کی اللہ نے، جب باہر تشریف لے جانا ہوا آپ کا کافروں کی شرارت سے، دو میں سے ایک "جب وہ دونوں غار میں تھے" جب کہہ رہے تھے اپنے صاحب کو نہ غم کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اتاری اللہ نے اپنی سکینت (تسلی) ان پر، اور امداد کی آپ کی ایسے لشکروں سے جن کو تم نے نہ دیکھا، اور کیا کافروں کی بات کو نیچے، اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہے، اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ (نجوم الفرقان)

## پچھلی آیات سے تعلق:

پچھلی آیات میں جہاد کا ذکر آرہا ہے۔ اس آیۃ کریمہ میں بھی جہاد کی رغبت

دلائی گئی ہے کہ اگر تم نے آپ کی امداد نہ کی تو اللہ تعالیٰ آپ کی امداد کرے گا۔ رب تعالیٰ آپ کی اس وقت بھی امداد کر چکا ہے جبکہ آپ اکیلے تھے، اس وقت بھی کفار آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے، اب بھی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ آپ کی امداد فرما رہا ہے۔

{اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ}

"اگر تم نہ مدد کرو آپ کی تو تحقیق امداد فرما دی آپ کی اللہ نے"

## دینی طلباء کرام کی توجہ کیلئے:

"الا" مرکب ہے، اِن شرطیہ اور "لا" نافیہ سے۔ یہ "اِلا" استثنائیہ نہیں، اس شرط کی جزاء محذوف ہے۔ تقدیر عبارت کی یہ ہے "الا تنصروه فينسصره الله" اگر تم آپ کی مدد نہیں کرو تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔

"فقد نصره الله" جواب شرط کی علت ہے، جواب نہیں کیونکہ یہ ماضی ہے۔

"اذ اخرجه" یہ ظرف ہے "فقد نصره الله" کی۔ یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جن پر غزوۂ تبوک میں جانا بھاری ہوا۔

(صاوی ج1 جزء2 ص128، روح البیان ج3 ص340)

لیکن یہ خیال رہے کہ غزوۂ تبوک میں بھاری سمجھ کر نہ جانے والے منافقین تھے، مخلص صحابہ کرام صرف تین تھے جو حاضر نہیں ہو سکے تھے لیکن صرف چلنے میں سستی ہو گئی۔ تفصیلی ذکر ان شاء اللہ گیارھویں پارہ میں آئے گا۔

{اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا}

"جب باہر تشریف لے جانا ہوا کافروں کی شرارت سے آپ کو۔"

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ با محاورہ ادب واحترام کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا۔ راقم نے بھی وہی نقل کیا، ورنہ لغوی لحاظ پر لفظوں کو دیکھ کر ترجمہ اتنا ہی ہے (جب

نکالا آپ کو کافروں نے) اسی ادب واحترام کی وجہ سے روح البیان میں تفصیل بیان کی گئی۔

"ای تسببوا لخروجه بأن همّوا بقتله و الا فهو علیه السلام انما خرج باذن الله تعالی وأمره لا بأخرج الکفرۃ ایاہ"

(روح البیان ج3 ص430)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے، مکہ مکرمہ سے نکلنے کا بظاہر سبب کفار تھے کہ انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کرلیا تھا' ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور مکہ مکرمہ سے باہر نکلنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے تھا نہ کہ کافروں کے نکالنے کی وجہ سے۔"

{ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا}

دو میں سے ایک جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ کہہ رہے تھا اپنے صاحب کو غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

## دینی طلباء کرام کی توجہ کیلئے:

"ثانی اثنین" حال ہے "اذ اخرجه" کی ضمیر منصوب سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہے "ای أحد اثنین من غیر اعتبار کونه علیه السلام ثانیا"۔ دو میں سے ایک مراد ہے "ثانی اثنین" سے بغیر اعتبار کرنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثانی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے "ثالث ثلاثة" تین میں سے ایک۔ اس میں تیسرا مراد نہیں، اسی طرح "رابع اربعة" چار میں سے ایک۔ اس میں چوتھا اعتبار نہیں۔ وہ دو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) تھے۔ (روح البیان حوالہ مذکور)

اور جب کہا جائے "هو اخو ستة وغلام سبعة" اس وقت مطلب یہ ہوگا وہ چھ کا بھائی ہے، یعنی ساتواں ہے اور وہ سات کا غلام ہے یعنی غلام آٹھواں ہے، مالک سات ہیں۔

تفاسیر کی بعض عبارت کو اردو میں ڈھالنے کیلئے بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے:

(ثانی اثنین) کی تفسیر میں طبری کہتے ہیں:

"رسول الله ﷺ و ابابکر رضی الله عنه لأنهما کان الذین خرجا هاربین من قریش اذ هموا بقتل رسول الله ﷺ واختفیا فی الغار"

اس کا ظاہری معنی یہ کہ دو سے مراد یہ دو حضرات تھے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیشک یہ دونوں قریش سے بھاگ کر نکل گئے تھے جبکہ انہوں نے ان دونوں کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور دونوں غار میں چھپ گئے۔"

اگر طبری کے الفاظ مذکورہ کا یہی ظاہری ترجمہ کیا جائے تو یہ مردود ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ اس کا مطلب یہ ہے دونوں حضرات قریش سے بچ کر گھر سے باہر تشریف لے گئے، وہ اگرچہ آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کر رہے تھے لیکن آپ کا ہجرت کرنا اور غار میں پناہ لینا رب تعالیٰ کے حکم سے تھا، یہ ترجمہ ادب واحترام کے مطابق ہوگا۔

راقم کا یہی طریقہ ہے کہ جو عبارت کسی تفسیر کی راجح نظر آتی ہے، اسے لے لیا جاتا ہے مرجوح کو بغیر کسی تبصرہ کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہ ایک مثال صرف اس لئے دی ہے کہ آجکل علماء کرام، مشائخ عظام ایک دوسرے کی ضد کی وجہ سے مرجوح عبارات کا سہارا لے کر اوراق سیاہ کئے جا رہے ہیں اور راجح عبارات کو چھوڑ کر اہل سنت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

علامہ رازی رحمہ اللہ نے "ثانی" سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لئے ہیں:

اگرچہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تکلف قرار دیا ہے، لیکن راقم تفسیر کبیر کی رائے کبیر کا بھی احترام کرتا ہے، اسے بھی رد نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اسے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نظر نہیں آتی۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ترکیب تو ذکر نہیں کی لیکن مسئلہ واضح

ہے "اخرجه" کی ضمیر منصوب پر عطف ہے "ثانی" کا، حرف عطف محذوف ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "رأیت حامدا المحمودا" میں نے حامد اور محمود کو دیکھا۔ اور "اثنین" بیان ہے ضمیر منصوب اور ثانی کا۔

"یقول" کی ضمیر فاعل "ثانی" کی طرف نہیں لوٹ رہی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اب اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا "جب آپ اور آپ کے ثانی دونوں کو باہر تشریف لے جانا ہوا کافروں کی شرارت سے، جب کہ وہ دونوں غار میں تھے، جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے صاحب کو کہہ رہے تھے غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (راقم)

{ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ }

تو اتاری اللہ نے سکینت (تسلی) ان پر۔

"سکینۃ" کا معنی ہے "طمانیۃ" یعنی اطمینان اور تسلی اللہ تعالیٰ نے ان پر اتاری "علیه" کی ضمیر کا مرجع نبی کریم ﷺ بھی ہو سکتے ہیں اس وقت مطلب یہ ہوگا:

"ای فیکون المراد زادہ سکینۃ وطمانینۃ حتی عمت أبابکر والا فرسول الله ﷺ یسبق له انزعاج لمزید ثقته بربه"

"کہ نبی کریم ﷺ کا اطمینان پہلے سے اور زیادہ ہوگا" آپکے اطمینان کی زیادتی کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی اطمینان حاصل ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کو پہلے بھی کوئی پریشانی نہیں تھی اپنے رب تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا"۔

اور "علیه" کی ضمیر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ [لأنــه هو المنزعج] "اسلئے کہ آپ پریشان تھے۔"

## حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کس کا غم تھا:

"وکان حزن الصدیق علی رسول الله ﷺ" "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ

لا علی نفسه ورد أنه قال له اذا مت أنا فانا رجل واحد واذا مت انت هلكت الأمة والدين"

(ماخوذ از جلالین وصاوی ج1 جزء2 ص129)

صلی اللہ علیہ وسلم کا غم تھا، اپنی جان کا کوئی غم نہ تھا۔ آپ کا قول خوب جگمگا رہا ہے: یارسول اللہ اگر میرا وصال ہو جائے تو میں تو ایک شخص ہوں۔ اگر آپ کو یہ لوگ شہید کر دیں تو ساری امت اور دین پر موت طاری ہو جائے گی۔"

{وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا}

"اور امداد کی آپ کی ایسے لشکروں سے جن کو تم نے نہ دیکھا"

لشکروں سے مراد ملائکہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتوں کے ذریعے امداد کی اور آپ کو تقویت پہنچائی۔

{وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ}

"اور کیا کافروں کی بات کو نیچے اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہے۔"

کافروں کا کلمہ نیچے ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کا کلمۂ شرک اور کفر کی طرف دعوت قیامت میں ختم ہو جائیں گے۔ ان کا مٹ جانا، پستی میں چلا جانا ہے، اور اللہ کا کلمہ "لا الہ الا اللہ" قیامت تک بلند و بالا رہے گا۔

دوسرا مطلب یہ ہے:

"كلمة الذين كفروا ما قدروا بينهم فى الكيد به ليقتلوه و كلمة الله وعد الله انه ناصره"

(معالم التنزیل للبغوی ج2 ص294)

"کافروں کے کلمہ سے مراد ان کا وہ مشورہ اور وہ فریب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دو، رب تعالیٰ نے اسے پست کر دیا' ان کے مکر و فریب کو رب تعالیٰ نے مٹا دیا' اور رب تعالیٰ نے آپ سے جو امداد کا وعدہ فرمایا تھا اسے ہی بلندی حاصل رہی۔

{وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ}

"اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ غالب ہے، بلند شان والا ہے، ایمان والوں کو بھی عزت عطاء فرماتا ہے، اور اپنے امور اور اپنی تدبیر اور اپنے حکم میں حکمت والا ہے۔

(روح البیان ج3 ص436)

## آیۃ کریمہ کا قدرے تفصیلی بیان:

کفار نے جمع ہو کر "دار الندوۃ" میں مشورہ کیا کہ کیا حیلہ کیا جائے کہ "محمد" کو اپنی راہ سے ہٹایا جائے تا کہ اسلام نہ پھیلے۔ کسی نے کہا: ان کو مکان میں بند کر دو۔ کسی نے کہا: شہر سے باہر نکال دو۔ کسی نے کہا: قتل (شہید) کر دو۔ سورۃ انفال کی آیۃ نمبر ۳۰ میں کافروں کے مشورہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ جب کافروں نے نبی کریم ﷺ کے گھر کا تلواریں لے کر محاصرہ کر لیا تو رب تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

{اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ}

"اگر تم نہ مدد کرو آپ کی تو تحقیق امداد فرمادی آپ کی اللہ نے"

یعنی اگر تم نے نبی کریم ﷺ کی غزوات میں امداد نہ کی تو اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے گا، تحقیق رب تعالیٰ آپ کی پہلے بھی امداد فرما چکا ہے۔ جب آپ اکیلے تھے اور اس کے بعد آپ کے ساتھ کم تعداد میں ایمان لانے والے تھے، کفار کثیر تعداد میں تھے اور کثیر اسباب اور مال و دولت کے مالک تھے۔ رب تعالیٰ نے اس وقت بھی آپ کی امداد فرمائی، کفار آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

اب غزوہ تبوک میں تم نے آپ کی امداد نہ کی تو اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے گا۔ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والوں کا ذکر ان شاء اللہ گیارھویں پارہ کی ابتداء میں

آئے گا۔ پیچھے رہنے والے اسی کے قریب منافقین تھے، اور تین مخلصین صحابہ کرام تھے جو سستی کی وجہ سے رہ گئے تھے۔

{اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا}

"جب باہر تشریف لے جانا ہوا کافروں کی شرارت سے آپ کو۔"

## کافروں نے حضور ﷺ کے خلاف سازش کا منصوبہ کیوں بنایا؟

نبوت کے تقریباً گیارہ سال بعد بنی اشہل کے کچھ لوگ قریش سے معاہدہ کرنے اور ان کے حلیف بننے کیلئے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ میں آئے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو ان میں سے ایک جوان ایاس بن معاذ نے اپنے ساتھیوں کو کہا: اس شخص کی بیعت کر لو اور ایمان لے آؤ۔ اس شخص کی بیعت کرنا قریش کے حلیف بننے سے بہتر ہے لیکن ان میں ایک اور شخص جو اس وفد کا سردار تھا اس نے ایمان لانے سے اپنے لوگوں کو روک دیا کہ ابھی انتظار کرو کہ کیا ہوتا ہے۔ لوگ اس کے ڈر کی وجہ سے خاموش رہے۔

اسی سال حج کے موسم میں مدینہ طیبہ سے خزرج قبیلہ کے کچھ لوگ آئے، نبی کریم ﷺ نے ان کو بھی دعوت ایمان، دی وہ کہنے لگے: یہ تو وہی شخص معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں یہود کے علماء بتاتے تھے کہ آخر الزمان نبی آنے والے ہیں، جن کے یہ اوصاف ہوں گے۔ وہ چھ حضرات تھے جن میں اسعد بن زرارہ اور جابر بن عبداللہ بھی تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کر لی۔ یہ بیعت منیٰ کے مقام میں ایک گھاٹی پر ہوئی۔ گھاٹی کو عقبہ کہا جاتا ہے اس لئے بیعت کا نام ہی "عقبہ اُولیٰ" پڑھ گیا۔

آئندہ سال حج کے موسم میں قبیلہ اوس وخزرج کے بارہ حضرات عقبہ اولیٰ کی بیعت والے چھ یا پانچ حضرات سے مل کر آئے۔ ان میں حضرت بن عبادۃ بن صامت

اور عویم بن ساعدہ بھی شامل تھے۔تو اسی عقبہ (گھاٹی) کے پاس مقام منیٰ میں ان حضرات نے بھی بیعت کی اسے ''عقبہ ثانیہ'' کی بیعت کا نام دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ ان کو قرآن پاک اور دین کے مسائل سکھائیں۔وہ مدینہ طیبہ کے مسلمان ہونے والے حضرات کو نماز پڑھاتے،اسی سال وہاں جمعہ بھی ادا کیا گیا۔پھر آئندہ سال یعنی نبوت کے تیرھویں سال ہجرت سے تین ماہ پہلے اوس اور خزرج کے لوگ کثیر تعداد میں آئے۔ان واقعات کو دیکھ کر قریش پریشان ہونے لگے کہ اسلام تو بہت ترقی کر رہا ہے۔انہوں نے حیلہ اور مکروفریب کرنا شروع کیا تا کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی راہ سے ہٹا دیں لیکن رب تعالیٰ نے ان کو ناکام کر دیا اور نبی کریم ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت میں ساتھ لینا:

نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ صبح یا شام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے لیکن ہجرت کی تیاری کی خبر دینے کیلئے دن کو تشریف لائے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ اللہ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا مجھے بھی آپ کے ساتھ جانے کی اجازت ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! تم میرے ساتھ ہی چلو گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کیلئے ہی دو اونٹ خرید رکھے تھے،ان میں ایک انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں یہ تم سے خریدتا ہوں۔آپ نے خرید کر اونٹ اپنی سواری کیلئے حاصل کر لیا۔اس طرح مکہ مکرمہ سے آپ نے کوچ فرمالیا۔ہجرت کے تفصیلی واقعات ''مدارج النبوت'' اور ''ضیاء النبی'' میں دیکھیں جائیں۔

## سراقہ کا پیچھا کرنا اور اس کی گھوڑی کا زمین میں دھنس جانا:

"عن البراء بن عازب عن ابيه انه قال لأبي بكر يا أبابكر حدثني كيف صنعتما حين سريت مع رسول الله ﷺ قال اسرينا ليلتنا ومن الغد حتى قام الظهيرة وخلا الطريق لا يمرّ فيه أحد فرفعت لنا صخرة طويلة لها ظل لم يأت عليها الشمس فنزلنا عندها وسويت للنبي ﷺ مكانا بيدي ينام و بسطت عليه فروة وقلت نم يا رسول الله وانا انفض ما حولك فنام و خرجت انفض ما حوله فاذا أنا براع مقبل قلت أفي غنمك لبن قال نعم قلت افتحلب؟ قال نعم فأخذ شاة فحلب في قعب كثبة من لبن ومعي اداوة حملتها للنبي ﷺ يرتوي فيها يشرب و يتوضأ فأتيت النبي ﷺ فكرهت أن أوقظه فوافقته حتى استيقظ فصببت من الماء على اللبن حتى برد اسفله فقلت اشرب يا رسول الله ثم قال الم يأن للرحيل قلت بلى قال فارتحلنا بعد ما مالت الشمس واتبعنا سراقة بن مالك فقلت اتينا يارسول الله فقال لا تحزن ان الله معنا فدعا عليه

"براء بن عازب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا: اے ابوبکر! مجھے حدیث بیان کرو تم نے کیا کیا (یعنی تمہارے ساتھ کیا واقعات درپیش آئے) جب تم رات کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے؟ آپ نے فرمایا: ہم رات کو چلتے رہے اور دوسرے دن صبح بھی سورج ڈھلے تک چلے، راستہ خالی تھا۔ کوئی اس میں چل نہیں رہا تھا، ایک لمبی چٹان ہمارے سامنے آئی جس کا سایہ تھا۔ دھوپ اس کے پاس نہیں تھی۔ ہم اس کے پاس اتر گئے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کیلئے اپنے ہاتھوں سے جگہ ہموار کی تا کہ آپ سو جائیں اور میں نے اس پر چمڑے کا ٹکڑا بچھا دیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ آپ سو جائیں۔ میں آپ کے اردگرد کو دیکھ رکھتا ہوں، میں اردگر کو دیکھنے کیلئے (حالات کا جائزہ لینے کیلئے) نکلا۔ مجھے ایک چرواہا نظر آیا۔ میں نے کہا: کیا تمہاری کوئی بکری دودھ والی بھی ہے، اس نے کہا: ہاں! ہے۔ میں نے کہا: کیا تم اس کا دودھ دوہ دو گے؟ اس

النبی ﷺ فارتطمت به فرسه الی بطنها فی جلد من الأرض فقال انی أراکما دعوتما علی فادعوا لی فالله لکما ان ارد عنکما الطلب فدعا النبی ﷺ فنجا فجعل لا یلقی أحدا الا قال کفیتم ما ھھنا فلا یلقی أحد الا ردہ۔

نے کہا: ہاں! تو اس نے بکری کو پکڑا اور میرے پاس جو لکڑی کا پیالہ (برتن) تھا جو میں نے آپ کے پانی پینے اور وضوء کرنے کیلئے ساتھ لیا تھا اس میں اس نے دودھ دوہ کر دیا۔ تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو میں ناپسند سمجھا کہ میں آپ کو بیدار کروں تو میں انتظار میں رہا کہ آپ خود ہی جاگ جائیں یہاں تک کہ آپ جاگے تو میں نے دودھ میں پانی ملا کر اسے ٹھنڈا کیا۔ تو میں نے عرض کیا آپ پئیں یارسول اللہ! تو آپ نے پیا یہاں تک کہ میں راضی (خوش) ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا کوچ کا وقت ابھی نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا: ہاں! آ گیا ہے۔ تو ہم نے سورج کے زیادہ ڈھل جانے (وقت کے ٹھنڈا ہونے) پر وہاں سے کوچ کیا۔ تو ہمارے پیچھے سراقہ بن مالک پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا: اب تو ہم پالئے گئے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: غم نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو آپ نے اس کے خلاف دعا کر دی تو اس کی گھوڑی پیٹ تک زمین میں دھنس گئی۔ حالانکہ زمین بڑی سخت تھی' تو اس نے کہا: بیشک میں جانتا ہوں کہ تم دونوں نے میرے خلاف دعاء کر دی۔ اب تم میرے حق میں دعاء کر دو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے۔ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے جو بھی مجھے ملے گا میں اسے واپس لوٹا دوں گا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کے حق میں دعا کر دی، تو اسے نجات مل گئی یعنی وہ زمین سے باہر آ گیا۔ اس کی گھوڑی بھی زمین سے باہر نکل آئی۔ (تو اس نے بھی اپنے وعدہ کو پورا کیا) اسے جو بھی ملتا یہ اسے واپس لوٹا دیتا کہ تمہیں (میرا دیکھ کر آ جانا) کافی ہے، وہ ادھر نہیں ہیں۔

## حدیث پاک کے چند الفاظ مبارکہ کی وضاحت:

[کیف صنعتما حین سریت ]سری یسری رات کو چلنا، کبھی مطلقاً چلنا

مراد ہوتا ہے۔ سؤال کرنے والے کا مطلب یہ تھا کہ جب تم نے سفر ہجرت کیا تو اس وقت تم نے کیا کیا؟ یعنی تمہارا حال کیا گزرا۔

[حتی قام قائم الظهيرة] قام بمعنی وقف ہے۔ رک جانا، ٹھہر جانا، ظهيرة بمعنی نصف النہار سورج ڈھل جانا، یعنی ظہر کی ابتداء، اس وقت سورج کی حرکت کم محسوس ہوتی ہے، اس لئے اسے ٹھہر جانے سے تعبیر کیا۔

[فرضعت لنا صخرة طويلة] رفع کا معنی بلند ہونا، مراد یہاں ''اظهرت'' ہے یعنی چٹان ہمیں نظر آئی، ہمارے سامنے ظاہر ہوئی۔

[انا انفض ما حولك] نفض ينفض (ن) کا معنی مکان سے تمام چیزوں کو باہر نکال کر جھاڑنا، پھر یہ بھی کہا جاتا ہے ''جماعة نفضة'' ایک جماعت کا زمین میں پھیل جانا دیکھنا کہ دشمن کہیں چھپا ہوا تو نہیں۔ یا کہیں سے دشمن آ تو نہیں رہا۔ یہاں بھی مطلب یہ ہے: ''احفظ ما حولك واحرسك واتحسس الأخبار من جهته'' میں آپ کے اردگرد کی نگہبانی کرتا ہوں۔ اور اردگرد کی خبروں اور واقعات کا اندازہ لگاتا ہوں۔

## اعتراض:

[أفتحلب] حضرت ابوبکر نے چرواہے کو کہا: ''کیا تو دودھ دوہ کر دے گا؟ وہ چرواہا مالک نہیں تھا بلکہ غلام تھا تو مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنے کے متعلق کہنا، پھر وہ دودھ نبی کریم ﷺ کا استعمال کرنا کس طرح درست تھا؟

## جواب:

''قيل كان الغنم لصديق لأبي بكر و يجوز لدلالة الرضاء وقيل كان من عادتهم ان يأذنوا لرعاتهم ان يحلبوا لمن

''اس کی وجہ یہ تھی کہ بکریاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک دوست کی تھیں، با اعتماد دوست کی چیز استعمال کرنے کی

مرّ بالطریق و یحتاج الی اللبن" (لمعات)

اجازت ہوتی ہے جس کا تعلق کھانے سے ہواور وہ بھی ضرورت کے مطابق استعمال

کی جائے۔اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ عرب حضرات کی عادت تھی کہ وہ اپنے چرواہوں کو اجازت دے دیتے تھے کہ جو بھی مسافر راستے سے گزر رہا ہواور اسے دودھ کی ضرورت ہو تو بکریوں کا دودھ اسے دوہ کردے دیا کرو۔"

[یرتوی فیھا ای یستقی فیھا] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس لکڑی کا برتن اٹھایا ہوا تا کہ اس میں پانی ڈالا جائے۔

[فوافقتہ] کو دو طرح پڑھا گیا: ایک صورت میں فاء پہلے قاف بعد میں' اس صورت میں مطلب یہ ہے:

"فوافقتہ (بتقدیم الفاء علی القاف) ای لم اوقظہ حتی استیقظ ھو بنفسہ"

میں نے آپ کی نیند کی موافقت کی یعنی آپ کو جگایا نہیں یہاں تک کہ آپ خود ہی بیدار ہو گئے۔

دوسری صورت یہ ہے:

"ویروی بتقدیم القاف من الوقوف ای توقفت فی المجئی الیہ للایقاظ

'قاف پہلے ہو، فاء بعد میں، جس کا معنی ہے ٹھہرنا۔

یعنی میں دودھ لا کر ٹھہر گیا آپ کے جاگنے کی انتظار کرنے لگا۔

[الم یأن للرحیل] أنی یأنی کا معنی ہے چلنے کا وقت داخل ہونا۔والمعنی "الم یدخل وقت الرحیل" کیا کوچ کا وقت داخل نہیں ہوا، جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ"

"کیا ابھی وقت نہیں آیا، ایمان والوں کیلئے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کے ذکر کیلئے۔"

[فارتمطت بہ فرسہ الی بطنھا] فرس، مذکر و مؤنث دونوں کیلئے آتا

ہے۔ یہاں مؤنث کی ضمیروں سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ سراقہ گھوڑی تھی۔ "ارتمط" کا معنی دھنس جانا۔ یعنی اس کی گھوڑی "فی جلد من الأرض" سخت زمین میں اس طرح دھنس گئی جیسے کیچڑ میں کوئی چیز دھنس جائے۔

[فالله لکمااى فالله کفیل لکما] اللہ تعالیٰ کفیل (ذمہ دار، محافظ) ہے۔
(ماخوذ از حواشی مشکوۃ)

## ثانی سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہوں تو مطلب یہ ہوگا:

جب آپ کو اور آپ کے ثانی (دوسرے) کو باہر تشریف لانا ہوا کافروں کی شرارت سے یعنی دونوں کو باہر تشریف لے جانا ہوا جب وہ دونوں غار میں تھے، جب رسول اللہ فرما رہے تھے: غم نہ کرو! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں ثانی سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لئے ہیں، قاضی ثناء اللہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ بھی یوں بیان فرماتے ہیں:

"یعنی نصرہ حال کونہ بحیث لم یکن معہ الا رجل واحد وھو ابوبکر و ھو ثانیھما" "یعنی آپ کی اللہ تعالیٰ نے امداد فرمائی اس حال میں جب آپ کے ساتھ نہیں تھا مگر ایک مرد وہ ابو بکر تھے، وہ ان دونوں میں ثانی تھے۔"

## آیۃ کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر چند وجوہ سے دلالت کر رہی ہے:

﴿1﴾: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو غار کی طرف لے گئے، جب کہ کفار آپ کو شہید کرنے کے درپے تھے، اس خطرناک موقع پر۔

"لو لا انہ علیہ السلام کان قاطعا علی باطن أبی بکر بأنہ من المؤمنین المحققین الصادقین الصدیقین و الالما اصحبہ نفسہ" "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر کے باطن یعنی دل کا یقینی علم تھا کہ وہ مخلص ایمان والوں سے ہیں، جو حق پر قائم ہیں، سچے ہیں اور

"فی ذلك الموضع" تصدیق کرنے والے ہیں۔ آپ کو یہ یقینی علم نہ ہوتا تو آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اس خطرناک سفر میں اپنے ساتھ نہ لیتے کیونکہ اگر ان کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا تو آپ کو خوف ہوتا کہ یہ کہیں دشمنوں کو نہ بتا دیں، یا خود ہی مجھے اکیلئے پا کر شہید کر دے۔

"فلما استخلصه لنفسه فی تلك الحالة دل علی أنه علیه السلام کان قاطعا بأن باطنه علی وفق ظاهره"

"جب آپ نے ان کو اس حال اپنے لئے چن لیا اور مخلص پایا تو واضح ہو گیا کہ آپ کو یقینی علم حاصل تھا کہ ان کا ظاہر باطن کے مطابق ہے۔"

② "ان الهجرة کانت بأذن الله تعالی وکان فی خدمة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جماعة من المخلصین"

بیشک ہجرت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مخلص ایمان والوں کی ایک جماعت موجود تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ قریبی موجود تھے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا اس خطرناک واقعہ میں ان کو ساتھ لے جانے کا حکم نہ ہوتا تو ظاہر بات ہے کہ آپ ان کو اپنے ساتھ نہ لے جاتے۔

"وتخصیص الله أیاه بهذا التشریف دل علی منصب عال له فی الدین"

واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو خاص یہ شرف عطا فرمایا کہ رب تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ساتھ لیا' جو آپ کے دین میں بلند منصب پر دلالت کر رہا ہے۔

③ "ان کل من سوی أبی بکر فارقوا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اما هو فما سبق رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کغیره"

بیشک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو چکے تھے یعنی وہ پہلے ہجرت کر چکے تھے لیکن

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے پہلے ہجرت نہیں کی بلکہ آپ کی محبت وانس اور آپ کے ساتھ ہی رہنے اور آپ کی خدمت گزاری پر ہی صابر رہے۔ جبکہ اس شدید خطرناک موقع پر ان کے بغیر آپ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا" وذلك يوجب الفضل العظيم "اسی سے آپ کی بہت بڑی فضیلت سمجھ آگئی۔

(خیال رہے صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہجرت کی اس لئے کسی کے منصب میں کمی نہ آئی، سب کو فضیلت حاصل رہی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خطرناک حالات میں ہجرت کی، اس لئے افضلیت آپ کو حاصل ہے)۔

۴ اللہ تعالیٰ نے آپ کا "ثانی اثنین" نام رکھا، غارِ ثور میں بھی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

"والعلماء اثبتوا أنه رضى الله عنه كان ثانى محمد صلی اللہ علیہ وسلم فى اكثر المناصب الدينية"

علماء حق نے یہ ثابت کیا ہے بیشک آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مناصب دینیہ میں ثانی یعنی نائب رہے۔

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مخلوق کی طرف بھیجے گئے یعنی آپ نے جب اعلانِ نبوت فرمایا: [وعرض الاسلام على أبى بكر آمن أبوبكر] "تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔"

پھر وہ گئے حضرت طلحہ اور زبیر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اور کچھ صحابہ کی ایک جلیل القدر جماعت پر اسلام پیش کیا۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا، پھر چند دنوں کے بعد ان تمام کو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

"فكان هو رضى الله عنه (ثانى اثنين) فى الدعوة الى الله"

"اللہ تعالیٰ کی طرف اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے میں آپ کو "ثانی اثنین" ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

نبی کریم ﷺ جب بھی کسی غزوہ (جنگ) میں ٹھہرے تو آپ حضور ﷺ کی خدمت میں رہے، کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے۔ [فکان ثانی اثنین فی مجلسه] ''تو ہر مجلس میں آپ کو ہی ''ثانی اثنین'' کا منصب حاصل رہا۔''

"ولما مرض رسول الله ﷺ قام مقامه فی امامة الناس فی الصلوة فکان ثانی اثنین"

''جب رسول اللہ ﷺ مرض وصل میں تھے تو لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے وہ آپ کے قائم مقام ہوئے، تو ان کو نماز کی امامت میں نبی کریم ﷺ کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے ''ثانی اثنین'' کا مقام حاصل ہو گیا۔

"ولما توفی دفن بجنبه"

''جب آپ کا وصال ہوا تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی وجہ سے مقبرہ میں بھی ''ثانی اثنین'' کا بلند درجہ بھی آپ کو حاصل ہوا۔''

## اعتراض:

[وطعن بعض الحمقی من الروافض فی هذا الوجه] بعض بے وقوف رافضیوں نے اس وجہ پر اعتراض کیا ہے۔ ''کہ اللہ کا ساتھ ہونا، اس میں کوئی بلند مرتبہ نہیں، یہ مسلمانوں اور کافروں سب کو حاصل ہے۔ آیئے! رب تعالیٰ کا ارشاد دیکھئے:

"ما یکون من نجوی ثلاثة الا هو رابعهم ولاخمسة الا هو سادسهم"
(پ 28 سورۃ المجادلۃ آیۃ نمبر 7)

''جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ۔''
(کنزالایمان)

## جواب:

دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی معیت میں بہت بڑا فرق موجود ہے۔

معترضین نے جو آیۃ پیش کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے سے مراد یہ ہے:

"لأن المراد هناك كونه تعالى مع الكل بالعلم و التدبير و كونه مطلعا على ضمير كل أحد"

''اس لئے کہ وہاں مراد یہ ہے کہ جب تین آدمی مل کر سرگوشی کریں تو چوتھا وہ موجود ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ علم اور اس کی تدبیر ان کے ساتھ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک آدمی کے دل کی باتوں پر مطلع ہوتا ہے۔''

اور اس آیۃ کریمہ میں اللہ کا ساتھ ہونا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی ہونا [دليل قاطع على أنه ﷺ كان قاطعا بأن باطنه كظاهره] ''یہ قطعی دلیل ہے اس پر کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی علم حاصل تھا کہ ان کا باطن ظاہر کی طرح ہے۔''

(بلکہ راقم کو تو یہ سمجھ آ رہا ہے کہ معترضین نے جو آیۃ کریمہ پیش کی ہے ''اس میں اللہ کے ساتھ ہونے'' سے دھمکی دی گئی ہے کہ سرگوشی کرتے ہوئے یہ نہ سمجھا جائے کہ تمہاری باتوں کو کوئی نہیں جانتا، ہاں! رب تعالیٰ جانتا ہے اور اس آیۃ میں کہ رحمت کا ذکر ہے کہ تم غم نہ کرو! اللہ کی رحمت تمہارے ساتھ ہے)۔

⑤ اس آیۃ کریمہ میں خبر دی گئی ہے کہ بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غمناک ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما ظنك باثنين الله ثالثهما ولا شك ان هذا منصب عليّ و درجة رفيعة"

''(تمہارا کیا گمان ہے کہ جہاں دو ہوں (اور اللہ ان کا تیسرا ہو) اس میں کوئی شک نہیں کہ بیشک یہ بلند منصب ہے اور بلند درجہ ہے۔''

## رافضیوں کی قسم:

[و حق خمسة سادسهم جبريل] ''پانچ کے حق کی قسم کہ ان کے ساتھ

چھٹا جبریل تھا۔" ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ مباہلہ کے دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی اور فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) جو چادر کے نیچے تھے ان کے ساتھ چھٹے جبرئیل تھے۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب لوگوں نے یہ خبر میرے والد رحمۃ اللہ علیہ کو دی کہ رافضی یہ کہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا:

"لکم ما ھو خیر منه بقوله ﷺ ما ظنك باثنين الله ثالثهما"

"تمہارے لئے رافضیوں کے قول سے بہتر رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک ہے کہ تمہارا کیا گمان ہے ان دو کے بارے میں جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔"

## ابو عبداللہ محمد بن حسین قرشی المعروف بالامام فخر الدین رازی رحمہ اللہ متوفی ۶۰۶ھ کا فیصلہ:

"ومن العلوم بالضرورة ان هذا افضل وأكمل"

"یہ بدیہی طور پر معلوم (یعنی اس میں علم یقین حاصل) ہے کہ بیشک یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل اور اکمل ہیں۔"

سبحان اللہ!! علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل بھی ہیں اور اکمل بھی، ابھی تک کسی کو آپ کی افضلیت میں شک ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کفر ہے:

(۶) بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صاحب ہیں۔

"وذلك يدل على كمال الفضل"

"یہ آپ کے کامل فضل پر دلالت کرتا ہے۔"

حسین بن فضیل بجلی فرماتے ہیں:

"من انکر ان یکون ابوبکر صاحب رسول اللہ ﷺ کان کافراً" ''جو شخص بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔''

اس لئے کہ امت کا اس میں اجماع ہے کہ رب تعالیٰ کے ارشاد گرامی ''اذ یقول لصاحبہ'' میں ''صاحب'' سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

"وذلك يدل على ان الله تعالى وصفه بكونه صاحبا له" ''یہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کا صاحب خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابیت کے منکر کے کافر ہونے پر مفسرین کرام کا اتفاق ہے:

"من قال ان أبابكر لم يكن صاحب رسول الله ﷺ فهو كافر لانكاره نص القرآن وفى سائر الصحابة اذا انكر يكون مبتدعا كافرا" ''جس نے کہا: بیشک ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے صحابی نہیں تو وہ کافر ہے اسلئے کہ وہ نص قرآن کا منکر ہے اور کسی صحابی کی صحابیت کا انکار کرنے والا کافر نہیں بلکہ مبتدع ہے۔''

(معالم التنزیل للبغوی ج 2 ص 293)

خیال رہے کہ صاحب کا لفظ ہر کسی کے دوست پر بولا جاتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ کا صاحب صحابی ہی ہوتا ہے۔

﴿7﴾ رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے قول کی حکایت بیان کی۔ [لا تحزن ان اللہ معنا] ''غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' اس معیت سے مراد حفاظت وامداد ہے۔ پھر اللہ کی معیت بھی حاصل ہو اور رسول اللہ ﷺ کی تو اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت۔

"ان الله مع الذين اتقوا و الذين هم محسنون" ''بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ان کے ساتھ جو احسان

کرنے والے ہیں۔"

[لا تحزن ان الله معنا] سے واضح ہوا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے تو تقویٰ واحسان بھی اعلیٰ درجہ کا آپ کو ہی حاصل ہے۔

۸: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمن اور آپ کی بیٹی اسماء غارِ ثور میں کھانا لاتے تھے۔ یہ خصوصی شرف بھی آپ کو حاصل ہوا کہ مشکل گھڑی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بھی آپ کے بیٹے اور بیٹی نے سرانجام دی۔

## کیا ہی خصوصی درجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے:

"ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حين دخل المدينة ما كان معه الا ابو بكر و الانصار ما رأوا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أحدا الا ابا بكر، وذلك يدل على أنه كان يصطفيه لنفسه من بين اصحابه في السفر و الحضر"

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، اور انصار نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھا۔ اسی سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ میں سے سفر اور حضر کا ساتھی صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی منتخب فرمایا۔

"لما لم يحضر معه في ذلك السفر أحد الا أبو بكر فلو قدرنا أنه توفي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم في ذلك السفر لزم ان لايقوم بأمره الا ابو بكر وأن لا يكون وصيه على أمته الا أبوبكر وان لا يبلغ ما حدث من الوحي و التنزيل في ذلك الطريق الى أمته الا ابوبكر و كل ذلك يدل على الفضائل

"جب اس سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ تھا، اگر بالفرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سفر میں وصال ہو جاتا تو لازم آتا کہ آپ کے امر کو قائم کرنے والا سوائے حضرت ابو بکر کے اور کوئی نہ ہوتا اور آپ کی وصیت امت کیلئے جاری کرنے والا بھی کوئی نہ ہوتا

العالية والدرجات الرفيعة لأبی بكر" سوائے ابوبکر کے اور راستے میں نازل ہونے والی وحی (جس طرح یہ آیۃ کریمہ جو زیر بحث ہے) امت تک پہنچانے والا اور کوئی نہ تھا سوائے حضرت ابوبکر کے۔ یہ تمام چیزیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بلند فضائل اور رفیع الشان درجات پر دلالت کررہی ہیں۔

## رافضیوں نے چمکتے سورج کو مٹی کی ایک مٹھی سے دبانے کی ناکام کوشش کی:

راقم کا عنوان علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ میں دیکھئے:

"واعلم ان الروافض احتجوا بهذه الآية وبهذه الواقعة على الطعن فى أبى بكر من وجوه ضعيفة حقيرة جارية مجرى اخفاء الشمس بكف من الطين"

ان کے کمزور اور حقیر اعتراضات دیکھئے:

### اعتراض نمبر 1:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو کہا: "لا تحزن" "تم غم نہ کرو۔ یہ غم اگر حق تھا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں منع کیا؟ اگر اس غم میں خطاء تھی۔ [لزم ان يكون ابوبكر مذنبا وعاصيا فى ذلك الحزن] "تو لازم آئے گا کہ ابوبکر اس غم میں گنہگار اور نافرمان تھے"۔

### جواب:

اگر تمہارا یہ اعتراض صحیح ہو جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: [لا تخف انك انت الأعلى] "تم خوف نہ کرو بیشک بلند تم ہی ہو" کہ موسیٰ علیہ السلام بھی خوف میں نافرمان تھے۔ (معاذ اللہ) [و ذلك طعن فى الانبياء] "یہ انبیاء کرام پر طعن لازم آئے گا" (جو باعث کفر ہے)

پھر یہی اعتراض حضرت ابراہیم علیہ السلام پر لازم آئے گا جب آپ نے بھونا ہوا بچھڑا انسانی شکل میں آئے ہوئے فرشتوں کے سامنے پیش کیا، تو فرشتوں کے نہ کھانے

پر آپ پریشان ہوئے تو فرشتوں نے کہا: ''لاتخف'' (آپ خوف نہ کریں)

پھر یہی اعتراض حضرت لوط علیہ السلام پر لازم آئے گا جب ان کو فرشتوں نے کہا ''لاتخف ولا تحزن'' تم نہ خوف کرو نہ غم۔

اگر وہ اس کا جواب یہ دیں کہ انبیاء کرام کا خوف تقاضائے بشریت کی وجہ سے تھا، اس لئے وہ حق تھا، باطل نہیں تھا تو ہم کہیں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غم تھا کہ کافر آپ کو کہیں شہید نہ کردیں یہ بھی بشریت کے تقاضا کے مطابق تھا، یہ بھی پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ آپ کو اپنا کوئی ڈر نہیں تھا۔

**اعتراض نمبر ۲:**

روافض کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اس لئے ساتھ لیا ہو کہ آپ کو خوف ہو کہ اگر مکہ میں انہیں چھوڑا تو کہیں کافروں کو بتا نہ دیں اور راز ظاہر نہ کردیں۔ [فأخذه مع نفسه دفعا لهذا الشر] تو اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شر سے بچنے کیلئے انہیں ساتھ لے لیا ہو۔

**جواب:**

یہ اعتراض بہت کمزور ہے، من گھڑت مفروضے قائم کرنے والے سوفسطائیہ فرقہ کے اعتراضات سے بھی گھٹیا اعتراض ہے۔ اس لئے کہ جب کافر غار پر پہنچے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زور زور سے چلا کر بھی ان کو مطلع کرسکتے تھے، اور آپ کو کھانا پہنچانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبدالرحمٰن اور بیٹی اسماء تھے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے ۔[نحن نعرف مكان محمد فندلكم عليه] ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کو جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ آؤ! ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

دشمنی کی وجہ سے اس طرح کے گھٹیا اعتراضوں سے اللہ تعالیٰ بچائے۔

اعتراض نمبر۳:

اگر چہ اس واقعہ میں بظاہر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت نظر آتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔اس سے تو یہ پتہ چلا کہ تاریک رات میں جب کفار آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گویا کہ اپنی جان کو قربان کرنے کیلئے پیش کر دیا۔

فهذا العمل من علی اعلی وأعظم من کون أبی بکر صاحبا للرسول

تو دونوں صحابیوں میں سے یہ عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عمل سے اعلیٰ اور اعظم ہے۔(یہ اعتراض تفضیلیوں کا ہے)

جواب:

أنا لا ننکر ان اضطجاع علی بن أبی طالب فی تلك اللیلة المظلمة علی فراش رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم طاعة عظیمة ومنصب رفیع"

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹنا رات کی تاریکی میں عظیم طاعت تھی اور بہت بڑا منصب تھا۔

ہاں! مگر ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مشکل سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ساتھ نہ تھے۔[والحاضر اعلی حالا من الغائب] حاضر کی شان بلند ہوتی ہے غائب سے۔

راقم کے نزدیک دونوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت میں تھے،دونوں کی شان بلند تھی،کوئی زمین کی طرح پست نہیں تھا بلکہ دونوں آسمان رشد کے ستارے تھے،البتہ ایک کو زیادہ روشنی حاصل تھی،پھر اور وجہ یہ ہے کہ:

ان عليا ما تحمل المحنة الا في تلك الليلة أما بعدها لما عرفوا ان محمدا غاب تركوه ولم يتعرضوا له أما ابو بكر فأنه بسبب كونه مع محمد ﷺ ثلاثة أيام في الغار كان في أشد اسباب المحنة فكان بلاؤه أشد

بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف ایک رات مشکل برداشت کی ، صبح صادق ہوتے ہی جب کفار کو پتہ چلا کہ محمد ﷺ تو موجود نہیں تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا، ان کے درپے نہ ہوئے بلکہ نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے کیلئے مختلف اطراف میں پھرنا شروع کر دیا لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تین دن غار میں رہے یہ بہت بڑی مشکل گھڑیاں آپ کیلئے تھیں، شدید مشکلات کے برداشت کرنے کی وجہ سے انہیں افضیلت حاصل رہی۔

پھر اور وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کفار کو معلوم تھا کہ یہ لوگوں کو دعوت اسلام دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو اسی وقت انہوں نے ایمان قبول کر کے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی۔

کئی اکابر صحابہ کرام نے آپ کی دعوت سے اسلام قبول کیا جبکہ ابتدائے اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بچے تھے، وہ یہ کام نہ کر سکے۔ اس وجہ سے کفار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جتنی دشمنی رکھتے اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان کر انہوں نے چھوڑ دیا تھا، ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔

فعلمنا ان خوف أبي بكر علي نفسه في خدمة محمد ﷺ أشد من خوف علي كرم الله وجهه فكانت تلك الدرجة افضل وأكمل۔

تو ہمیں یقین ہو گیا بیشک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی خدمت گزاری میں اپنے کی وجہ سے جان کا زیادہ خوف تھا بنسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(ماخوذ از کبیر ج 15 ص 63 تا ص 68)

الکریم کے۔ یہ آپ کے درجہ کے افضل اور اکمل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

[لاتحزن ان الله معنا] کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس معیت سے مراد وہ معیت ہے جس کی کیفیت نہیں بیان کی جا سکتی، اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے، آپ نے مختصر طور پر یوں فرمایا: (معیة غیر متکیفة)۔

## مرزا جان جانان رحمہ اللہ کا عقیدہ:

قال الشیخ الأجل الشهید مظهر فیوضی الرحمن مرزا جان جانان رحمه الله رحمة واسعة کفی لأبی بکر فضلا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اثبت لأبی بکر معیة الله سبحانه التی أثبتها لنفسه بلا تفاوت فمن أنکر فضل أبی بکر أنکر هذه الآیة الکریمة و کفر۔

(تفسیر مظہری ج 3 ص 208-207)

مرزا جانِ جانان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کیلئے یہی کافی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی معیت ثابت فرمائی وہی جو اپنے لئے ثابت فرمائی، اس میں کوئی فرق نہیں رکھا تو جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کیا اس نے اس آیۃ کریمہ کا انکار کیا، کافر ہو گیا۔

"روی الترمذی والبغوی عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لأبی بکر انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض"

(مشکوۃ باب مناقب أبی بکر، مظہری ج 3 ص 207)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو فرمایا: تم میرے غار کے ساتھی ہو اور حوض (کوثر) کے ساتھی بھی تم ہو گے۔

"وفیہ ایماء الی أنه صاحبه فی الدارین کما أنه صاحبه الأن فی البرزخ"

(مرقاۃ ج11 ص287)

اس حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دنیا میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی جیسے اب برزخ میں (یعنی قبر میں) آپ کے ساتھی ہیں۔

❁ "عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکنه أخی و صاحبی ولکن اتخذ الله صاحبکم خلیلا"

(رواہ مسلم، مشکوۃ باب مناقب ابی بکر، مظہری ج 3 ص 207 ورواہ احمد والبخاری عن ابن الزبیر)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کوئی خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور صاحب ہیں لیکن اللہ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنالیا ہے۔

"هذا الحدیث دلیل ظاهر علی ان أبابکر افضل الصحابة"

(مرقاۃ ج11 ص283)

یہ حدیث ظاہر دلیل ہے اس پر کہ بیشک حضرت ابوبکر سب صحابہ سے افضل ہیں۔

مسلم شریف کی ایک روایت حضرت جندب سے ہے جس میں یوں ذکر ہے:

"فان الله عزوجل قد اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلا ولو کنت متخذا من أمتی خلیلا لا تخذت أبابکر خلیلا"

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنالیا جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔

❁ بخاری کی ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لو کنت متخذا من أمتی خلیلا دون ربی لاتخذت أبابکر خلیلا ولکن أخی و

اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا سوائے اپنے رب کے تو البتہ میں ابوبکر کو

صاحبی”

خلیل بناتا، لیکن وہ میرے بھائی اور صاحب ہیں۔

**تنبیہ:**

ان مذکورہ بالا روایات میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور سے خلت کی نفی پائی گئی ہے، اور بعض روایات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلت کا ثبوت بھی ہے، ان میں ترجیح و تطبیق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

واحدی نے اپنی تفسیر میں حضرت امامہ سے روایت نقل کی ہے:

۞ "قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان الله اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا وانه لم یکن نبی الا له فی امته خلیل ألا وان خلیلی ابو بکر"

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا بیشک ہر نبی کا امت میں کوئی خلیل ہوا۔ خبر دار! بیشک میرا خلیل ابوبکر ہے۔“

۞ "اخرج حافظ ابو الحسن علی بن عمر الحربی العسکری عن أبی بن کعب أنه قال انه أحدث عهدی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم قبل وفاته بخمس لیال دخلت علیه وهو یقلّب یدیه وهو یقول أنه لم یکن نبی الا وقد اتخذ من أمته خلیلا وان خلیلی من أمتی ابو بکر بن ابی قحافة الا وان الله تعالی قد اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلا"

ابی بن کعب فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پانچ روز قبل ملاقات کے بارے میں بتاتا ہوں بیشک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنے ہاتھوں کو پھیرتے ہوئے فرما رہے تھے بیشک کوئی نبی بھی نہیں گزرے مگر انہوں نے اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بنایا، بیشک میری امت میں سے میرا خلیل ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔

وجہ ترجیح:

"والأحادیث النافیة للاتخاذ أصح وأثبت"

"نفی والی احادیث زیادہ صحیح اور زیادہ درست ہیں اس لئے ان کو ترجیح دی جائے۔"

وجہ تطبیق:

"وان صحت هذه الرواية فيكون قد أذن الله له عند تبرئه من خلة غير الله مع تشوقه لخلة أبى بكر لو لا خلة الله فى اتخذه خليلا مراعاة لجنوحه أليه و تعظيما لشان أبى بكر ولا يكون ذلك انصرافا عن خلة الله عزوجل بل الخلتان ثابتان كما تضمنه الحديث احداهما تشريف للمصطفى ﷺ والأخرى تشريف لأبى بكر رضى الله عنه والله اعلم"

(مرقاۃ ج 11 ص 382)

اگر خلۃ کے ثابت ہونے والی روایات صحیح ہوں تو پھر وجہ تطبیق یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے بغیر سب کی خلۃ سے بری ہونا اختیار کر لیا لیکن دل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف شوق بھی تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو حضرت ابو بکر سے خلۃ کی اجازت دے دی لیکن شرط یہی تھی کہ کامل توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف میلان اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے پھیرنے کا ذریعہ نہ بنے تو دونوں خلۃ ہی ثابت ہو جائیں گی۔

اس طرح ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کی بزرگی ثابت ہوگی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل نہیں بنایا اور دوسری حدیث میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بزرگی ثابت ہو رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کو اپنا خلیل بنانے کا شوق رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اجازت دے دی۔ واللہ اعلم

❁ "عن انس بن مالك ان أبابكر الصديق قال نظرت الى أقدام المشركين

"حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں: بیشک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے

علی رؤسنا ونحن فی الغار فقلت یا رسول الله لو أن أحدهم نظر الی قدمه أبصرنا فقال یا أبابکر ما ظنك باثنین الله ثالثهما"۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ باب المعجزات)

مشرکین کے قدموں کو اپنے سروں پر دیکھا جبکہ ہم غار میں تھے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے قدموں کو دیکھ لے تو ہمیں بھی دیکھ لے گا، تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا کیا گمان ہے ان دو کے بارے میں جن کا تیسرا اللہ ہے۔"

## وضاحت حدیث:

(مشرکین کے قدم ہمارے سروں پر تھے) اس کا مطلب یہ ہے کہ غار کا منہ بلند تھا اور غار میں بیٹھنے کی جگہ نیچے تھی۔ "اللہ ثالثهما" کا معنی علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے: "جاعلهما ثلاثة بضم نفسه تعالی فی المعیة المعنویة التی أشار الیها بقوله سبحانه ان الله معنا" کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ان دونوں کے ساتھ ملا کر ان کو تین بنا دیا۔ رب تعالیٰ کی ان دونوں کو معیت معنوی حاصل تھی، اسی کا ذکر رب تعالیٰ کے ارشاد "ان الله معنا" میں ہے۔

## فائدہ:

ابھی جو "اللہ ثالثهما" کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ان دونوں سے ملا کر تین بنا دیا، اس سے یہ فائدہ حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے بھی اس کی شان کے لائق ہے، پھر وہ اپنے ذمۂ کرم پر ان دونوں کی امداد اور کفار کی رسوائی لے لیتا ہے لیکن رب تعالیٰ نے جو حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو فرمایا "لا تخافا اننی معکما" تم دونوں خوف نہ کرو بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس معیت سے مراد صرف یہ ہے "اننی ناصر کما وحافظکما من

مضرۃ فرعون" فرعون کے ضرر سے بچانے کیلئے میں تمہارا مددگار اور محافظ ہوں۔

اسی سے اور "الله ثالثهما" اور "ثالثهما الله" میں فرق واضح ہو گیا کہ پہلے میں حصر سمجھ آ رہی ہے یعنی "انهما مختصان بأن الله ثالثهما وليس بثالث غيرهما" بیشک ان دونوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ ان کا تیسرا ہے۔ اللہ کے بغیر ان کا تیسرا کوئی نہیں لیکن اگر دوسرا لفظ "ثالثهما الله" ہوتا تو اس میں حصر نہ ہوتی بلکہ صرف اتنا ہوتا "تیسرا ان دونوں کا اللہ ہے"۔

## دینی طلباء کرام کی توجہ کیلئے:

"الله ثالثهما" میں "هما" ضمیر "اثنين" کی طرف لوٹ رہی ہے، معنوی طور پر عبارت یہ ہو گئی "ثالث اثنين" ثالث کی وضاحت عددِ انقص یعنی "اثنين" کی طرف ہے جس میں تصییر پائی گئی، جس کا معنی ہے اللہ نے دونوں کے ساتھ مل کر ان کو تین بنا دیتا ہے اور آیۃ کریمہ "لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثه" میں اضافت عدد مثل کی طرف ہے، اس لئے اس کا معنی ہے "تین سے ایک" یہ بیان حال ہے۔

**(ماخوذ از مرقاۃ ج 11 ص 160)**

❁ بیہقی، ابن عساکر، ابو نعیم نے ابو مصعب مکی سے روایت بیان کی کہ میں نے انس بن مالک، زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا "بیشک جب نبی کریم ﷺ غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر ایک پودا اُگا دیا۔

"فبعث الله العنكبوت فنسجت ما بينهما فسترت وجه رسول الله ﷺ و أمر الله حمامتين وحشيتين فوقفتا فی فم الغار"

"اللہ تعالیٰ نے مکڑی "عنکبوت" کو بھیج دیا جس نے جالا تن دیا اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتر (جوڑا) بھیج دیا جو غار کے منہ پر آ گئے اور کبوتری نے انڈے دے دیئے۔"

کافر تلواریں، ڈنڈے لے کر پھر رہے تھے۔ جب غار کے پاس آئے تو عنکبوت کے جالے اور کبوتروں کے جوڑے کے دیکھ کر واپس آگئے، کہ اس غار میں کوئی داخل نہیں ہوا، ورنہ یہ جالا ٹوٹ چکا ہوتا اور انڈے بھی ٹوٹ چکے ہوتے۔

## کبوتروں کے جوڑے کو نبی کریم ﷺ کی خدمتگذاری کا عظیم فائدہ حاصل ہوا:

اللہ تعالیٰ نے ان کو حرم شریف میں جگہ عطاء کر دی۔ آج کل کثیر تعداد میں کبوتر حرم شریف میں آپ کو نظر آئیں گے، یہ اسی جوڑے کی نسل سے ہیں۔

زرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث بیان کی جو مشکوٰۃ شریف میں "مناقب ابوبکر" میں ہیں، جسے راقم نے نجوم التحقیق میں ذکر کیا، اس کا ایک حصہ یہاں بھی دیکھتے چلے جائیں:

"فلما انتهيا اليه قال والله لا تدخله حتى ادخل قبلك فان كان فيه شئ اصابني دونك فدخل فكسحه ووجد في جانبه ثقبا فشق ازاره وسدها به فبقي فيها اثنان فالقمهما رجليه ثم قال لرسول الله ﷺ ادخل فدخل رسول الله ﷺ ووضع رأسه في حجره ونام فلدغ ابوبكر في رجله من الحجر ولم يتحرك مخافة ان ينتبه رسول الله ﷺ فسقطت دموعه على وجه رسول الله ﷺ فقال مالك يا أبابكر قال لدغت فداك أبي وأمي فتفل رسول الله ﷺ فذهب ما يجده ثم انتقض عليه وكان

"جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر غار پر پہنچے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی آپ غار میں نہ داخل ہوں یہاں تک کہ پہلے میں داخل ہوتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی چیز ہو تو مجھے پہنچے، تو وہ پہلے داخل ہوئے غار کو صاف کیا اور اس میں ایک جانب کچھ سوراخ پائے تو اپنی چادر کو پھاڑ کر سوراخ بند کئے۔ دو سوراخ باقی رہ گئے آپ نے ان میں اپنے پاؤں رکھ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی آپ اندر آجائیں، رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور اپنا سر ان کی گود میں رکھا تو سو گئے تو حضرت ابوبکر سوراخ سے

سبب موتہ"۔ پاؤں میں ڈس لئے گئے لیکن انہوں نے
(مظہری) رسول اللہ ﷺ کے بیدار ہونے کے خوف سے
پاؤں کو حرکت نہ دی (لیکن درد کی وجہ سے) آپ کے آنسو گرے اور رسول اللہ ﷺ کے
چہرے پر پڑے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں کیا ہوگیا۔ عرض کیا: میرے ماں باپ
آپ پر قربان! میں تو ڈس لیا گیا' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب لگایا تو آپ جو تکلیف پا
رہے تھے وہ چلی گئی لیکن پھر اس کا اثر لوٹ کر آیا جو آپ کے وصال کا سبب بنا (یعنی آپ کو
شہادت کا درجہ حاصل ہو گیا)۔"

{ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ }

تو اتاری اللہ نے سکینت (تسلی) ان پر۔

"علیہ" کی ضمیر میں تین احتمال آیۃ کریمہ کی وضاحت کے ابتداء میں بیان کر
دیئے گئے۔

{ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا }

"اور امداد گی آپ کی ایسے لشکروں سے جن کو تم نے نہ دیکھا"

لشکروں سے مراد فرشتے ہیں، جو کافروں کے چہروں اور نظروں کو نبی
کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے سے پھیر رہے تھے۔

"روی ابو نعیم عن اسماء بنت ابی بکر ان ابابکر رأی رجلا مواجه الغار فقال یا رسول الله ﷺ انه یرانا قال کلا ان الملائکة یستره الآن باجنحتها"۔

(مظہری)

"ابو نعیم نے اسماء بنت اَبی بکر سے روایت کی کہ بیشک ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو غار کے سامنے دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں! بیشک ابھی فرشتے اپنے پروں سے اس کے آگے حجاب بن جائیں گے۔"

## حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ:

"روی ابن عدی عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لحسان ھل قلت فی ابی بکر شیئا قال نعم فقال قل وانا اسمع فقال:

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو اذ صاعدوا الجبلا

و کان حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد علموا من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

"فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال یا حسان نعم ھو کما قلت۔"

(مظہری ج3 ص213......روح المعانی ج6 جزء1 ص97)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو، کیا تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے۔انہوں نے عرض کیا: ہاں! (یارسول اللہ) آپ نے فرمایا: وہ بیان کرو کہ میں سنوں۔تو انہوں نے بیان کیا:

①: وہ دو میں سے دوسرے بلند غار میں اس حال میں کہ دشمن اردگرد پھر رہے ہیں جب وہ پہاڑ پر چڑھے

②: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں تحقیق یقین ہو گیا تمام مخلوق میں نہیں برابر ان کے کوئی شخص۔

(یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے یہاں تک آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں، آپ نے فرمایا: اے حسان! ہاں۔وہ ایسے ہی جیسے تم نے کہا۔

سبحان اللہ! کیا خوب فیصلہ فرما دیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا اور کوئی شخص مخلوق میں نہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید کر کے اسے قانون شریعت بنا دیا۔

**تنبیہ:**

نبی کریم ﷺ دن کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، ان کو یہ بتا آئے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی؛ پھر رات کو اپنے گھر سے ہی نکلے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے لیا۔

"وأخرج ابن أبی شیبة وأحمد و البخاری عن انس رضی الله عنه قال أقبل النبی ﷺ الی المدینة وهو یردف أبابکر رضی الله عنه وهو شیخ یعرف والنبی ﷺ لا یعرف فکانوا یقولون یا أبابکر من هذا الغلام بین یدیك؟ فیقول هاد یهدینی السبیل قال فلما دنونا من المدینة نزلنا الحرة و بعث الی الانصار فجاء وا قال فشهدته یوم دخل المدینة فما رأیت یوما کان أحسن منه وما رأیت یوما کان اقبح ولا أظلم من یوم مات فیه النبی ﷺ۔"

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ الی المدینۃ رقم الحدیث: 3699 ومسند احمد کتاب باقی المکثرین باب مسند انس بن مالک رقم الحدیث: 12793 درمنثور ج 4 ص 189)

''حضرت انس فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مدینہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے (یعنی جب آپ نے ہجرت کی) تو آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھے، حضرت ابوبکر کو دیکھنے والا پہچان لیتا تھا اور نبی کریم ﷺ کو نہیں پہچانا جارہا تھا۔ لوگ آپ سے پوچھتے کہ تمہارے ساتھ یہ غلام کون ہے تو آپ نے فرمایا: میرے ساتھ راہنما ہے جو مجھے راہ دکھاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو سنگریزوں والی زمین (جس کا نام ہی حرہ ہے) میں اترے اور انصار کی طرف پیغام بھیجا تو وہ آ گئے۔ (شاندار استقبال کو دیکھ کر) حضرت ابوبکر فرماتے ہیں: جب ہم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو اس دن جیسا میں نے کوئی دن حسین نہیں دیکھا اور جس دن نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اس دن جیسا قبیح اور تاریک دن میں نہیں دیکھا۔''

نبی کریم ﷺ تین دن غار ثور میں رہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

بھی تین دن چھپے رہے، اگرچہ غار میں نہیں تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ پر قرآن کو حادث اور مخلوق نہ کہنے کی وجہ سے مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ۱۲۴۷ھ میں، میں بھی بعض اپنے احباب کے پاس تین دن تہ خانہ میں چھپا رہا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بغداد محاصرہ کے بعد فتح کر لیا گیا۔ مجھے عام لوگوں کا بھی خوف تھا اور خواص کا بھی جو بعض اُمور میری طرف منسوب کر رہے تھے اور منافقین کا بھی جو مجھ پر افتراء باندھ رہے تھے۔

(روح المعانی ج6 جزء1 ص97)

{وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ}

"اور کیا کافروں کی بات کو نیچے اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہے۔"

کچھ آیۃ کریمہ کے بیان کے شروع میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں صرف ایک چیز کو ذکر کیا جا رہا ہے، کہ کافروں کی بات سے مراد شرک ہے کہ رب تعالیٰ نے شرک کو پست کر دیا اور رب تعالیٰ کے کلمہ سے مراد "لا اله الا الله" ہے۔

"عن أبي موسى رضي الله عنه قال جاء رجل الى النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل يقاتل شجاعة، ويقاتل حمية، ويقاتل رياء، فأي ذلك في سبيل الله؟ قال من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله"۔

(بخاری، کتاب العلم و مسلم کتاب الأمارة، ترمذی والنسائی وابوداؤد کتاب الجهاد، درمنثور ج4 ص190)

"ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا کہ ایک شخص جہاد کرتا ہے بہادری کیلئے اور ایک شخص جہاد کرتا ہے خاندانی حمیت کی وجہ سے اور ایک شخص جہاد کرتا ہے ریاء (دکھلاوے) کے لئے اس میں سے کون سا اللہ کی راہ میں ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے جہاد کیا اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے وہی اللہ کی راہ میں ہے۔"

# اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

## اور

# شاہ عبدالقادر صاحب

## کے علم کا

# تقابلی جائزہ

## اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وشاہ عبدالقادر ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی کے علم کا تقابلی جائزہ:

ایک کتاب ''زبدۃ التحقیق'' نظر سے گزری جس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ کتاب دراصل اعلیٰ حضرت مولنا احمد رضاء خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رد ہے۔ ''زبدۃ التحقیق'' تصنیف ہے شاہ عبدالقادر صاحب کی۔

### اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ثبوت قطعی ہے اور آپ کی افضلیت پر اجماع امت ہے۔

### شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظنی ہے اور اس پر کوئی اجماع نہیں۔''

ان دو مسئلہ پر شاہ صاحب نے بہت زور دیا ہے، ضمنی طور پر بھی بعض چیزوں کا ذکر کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینے کے بغیر اشارۃً کنایۃً آپ کو خارجی کہا۔ آیئے! اس اجمال کی تفصیل دیکھیے:

### قطعیت پر ارشادِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

آپ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث

| | |
|---|---|
| "عرض علیّ عمر بن خطاب وعلیه قمیص یجره قالوا فما اوّلت ذلك یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "قال الدین" | مجھ پر عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں۔ صحابہ کرم نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے |

اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا: دین۔ (ت) فرماتے ہیں:

"لئن سلمنا التخصیص به (ای بالفاروق رضی اللّٰه عنه) فهو معارض بالاحادیث الکثیرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی الله عنه فلا تعارضها الاحاد ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع السنة والجماعة علی افضلیة وهو قطعی فلا یعارضه ظنی

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال، مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ج1 ص106)

"اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے، جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیتِ صدیق رضی اللہ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماعِ اہل سنت وجماعت افضلیتِ صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے؟" (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج5 ص581 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

## اجماع کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اجمالی قول:

تفصیل ان شاء اللہ بعد میں آئے گی۔

"و زادنا نورا الی نور و رشادا الی رشاد اجماع الصحابة الکرام والتابعین العظام کما نقله جمهور الائمة الاعلام، منهم سیدنا عبد الله بن عمر و ابوهریرة من الصحابة ومیمون بن مهران من التابعین والأمام الشافعی من الاتباع وغیرهم من لا یحصون لکثرتهم وحکایة ابن عبد البر لا معقولة فی الدارية ولا مقبولة فی

"اور ہمارے لئے نور پر نور بڑھایا اور ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اجماع نے۔ جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے جمہور ائمہ اعلام نے، ان میں عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ صحابہ میں سے میمون ابن مہران تابعین میں سے، امام شافعی تابعین میں سے، اور ان کے سوا جن کی گنتی نہیں بوجہ ان کے کثرت کے اور ابن عبدالبر کی حکایت

الروایة"۔

نہ توازراہِ درایت معقول ہے اور نہ روایۃً مقبول ہے۔"

اس کی تفصیل ان شاء اللہ راقم نقل کرے گا، جیسا کہ آپ نے خود بھی فرمایا: "کما حققناه فی مطلع القمرین" "جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کی مطلع القمرین میں۔" (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۶۹، ص ۶۷۰، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع احادیث مبارکہ سے:

"حدثنا عبد العزیز بن عبد الله حدثنا سلیمان عن یحی بن سعید عن نافع عن ابن عمر قال کنا نخیر من الناس فی زمان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر أبابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان۔"

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم گروہ صحابہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابوبکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر کسی کو نہ کہتے۔" (اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

(صحیح بخاری باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول ص 516، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

## وضاحت:

سب سے پہلے تو محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۵۶ھ کا عنوان دیکھئے جس کے تحت آپ نے یہ حدیث درج کی ہے وہ ہے "باب فضل أبی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قوله بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المراد بالبعدیة هنا الزمانیة واما البعدیة فی المرتبة فیقال فیها الافضل بعد الانبیاء ابوبکر، وقد اطبق علی أنه افضل الأمة حکی الشافعی وغیره اجماع الصحابة والتابعین علی ذلك۔"

(قس، حاشیہ بخاری)

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عنوان قائم کیا ہے یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اس بعدیت (بعد ہونے) سے مراد بعدیت زمانی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کو سب لوگوں پر فضیلت حاصل

ہے۔ لیکن بعدیت رتبی مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سب انبیاء کرام کے بعد آپ ہی افضل ہیں۔ تحقیق اس پر اتفاق ہے کہ بیشک امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں امام شافعی وغیرہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس پر صحابہ کرام اور تابعین کا اجماع ہے۔"

"و زاد طبرانی فسمع النبی ﷺ ولا یکرہ"۔ (توشیح بین السطور)

"طبرانی میں اس پر مزید یہ بھی ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے سنا لیکن نا پسند نہیں فرمایا۔"

(سبحان اللہ !! کیا ہی خوب بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سن کر خاموشی اختیار کی، ناپسند نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہ حدیث تقریری مرفوع ہے۔ نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو حدیث تقریری سے ثابت کر دینا تمام شکوک وشبہات کے زائل کر دینے کیلئے کافی ہے بشرطیکہ دل رفض سے پاک ہو۔)

"حدثنا عثمان بن أبی شیبة حدثنا اسود بن عامر حدثنا عبد العزیز بن ابی سلمة عن عبید الله عن نافع عن ابن عمر قال کنا نقول فی زمن النبی ﷺ لا نعدل بأبی بکر احداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی ﷺ لا نفاضل بینهم۔" (ابوداؤد جلد ثانی باب فی التفضیل)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی کسی ایک کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں کرتے تھے۔ پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم کے برابر نہیں کرتے تھے، اس کے بعد اسی طرح ہم چھوڑ دیتے کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔"

"حدثنا احمد بن صالح حدثنا عنبسة حدثنا یونس عن ابن شهاب قال قال سالم بن عبد الله ان ابن عمر قال کنا نقول ورسول الله ﷺ حیٌّ افضل امة النبی ﷺ بعده ابوبکر ثم عمر ثم

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی (ظاہری) حیات میں کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کی امت میں افضل ہیں ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان (رضی اللہ عنہم)۔"

عثمان"۔

(ابوداؤد باب التفضیل) (ماخوذ من مطلع القمرین)

## حدیث میمون بن مہران تابعی:

"ومنهم ميمون بن مهران من فقهاء التابعين سئل ابوبكر وعمر افضل أم لا فقف شعره وارتعدت فرائصه حتى سقطت عصاه من يده وقال ما كنت أظن ان أعيش الى زمان يفضل الناس أحدا على أبى بكر وعمر أو كما قال رواه ابو نعيم عن فرات بن السائب"

اور ان میں سے (جن سے اجماع ثابت ہے) حضرت میمون ابن مہران جو کہ فقہاء تابعین سے ہیں' ان سے سوال ہوا کہ سیدنا ابوبکر وعمر افضل ہیں یا علی؟ تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور انہوں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ جیوں گا جس میں لوگ ابوبکر وعمر پر کسی کو فضیلت دیں گے' یا جیسا کہ انہوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت کیا ابونعیم نے فرات بن سائب سے۔"

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 676 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

## اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اور دلیل:

"فان رأيت شيئا من كلمات المتأخرين تأبى هذا النور المبين فاعلم ان تخطية هذا البعض خير من تخطية احد الفريقين من ائمة الدين لا سيما القائلين بالقطع فهم العمد الكبار للدين الحنيف وبهم تشيد اركان الشرع المنيف فمنهم من هو

"تم اگر دیکھو کلماتِ متاخرین میں کوئی عبارت اس نورِ مبین (اجماع افضلیت صدیق) سے اباء (انکار) کرتی ہے تو جان لو اس بعض کو خاطی جاننا بہتر ہے اس سے کہ ائمہ دین میں کسی فریق کو خاطی ٹھہرایا جائے، خصوصاً وہ ائمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی

اولهم واولهم سیدهم ومولاهم واکثرهم المتفضیل تفضیلا واشدهم علی المخالف تنکیلا سیدنا المرتضی اسد الله العلی الأعلی کرم الله تعالی وجهه الکریم اذ قد تواتر عنه فی ایام امامته وکرسی زعامته تفضیل الشیخین علی نفسه وعلی سائر الأمة و رمی بها بین اکتاف الناس و ظهورهم حتی جلی ظلام شکوك مدلهمة روی الدار قطنی عنه رضی الله عنه قال لا أجد أحدا فضلنی علی أبی بکر وعمر الا جلدته حد المفتری"۔

(الصواعق المحرقہ بحوالہ الدار قطنی، الباب الثالث، الفصل الاول)

کہتے ہیں: اس لئے کہ وہی دینِ حنیف کے بڑے ستون ہیں اور انھیں سے شرع بلند و برتر کے ستون قائم ہیں تو ان میں سے ایک وہ ہیں جو سب سے اول واَولیٰ اور ان سب کے سید و مولیٰ اور مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا خوف دلانے والے "سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ بلند و بالا کے شیر کرم اللہ وجہہ الکریم اس لئے کہ ان کے ایامِ خلافت اور کرسی زعامت (حاکمیت) میں ان کا شیخین ابو بکر و عمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تواتر سے ثابت ہوا اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشن کیا یہاں تک کہ تیرہ و تار (سخت تاریک) شبہات کی اندھیری کو دور کر دیا، دار قطنی نے اسی جناب سے روایت کیا، فرمایا: میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو مفتری کی حد ماروں گا۔

## اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی صحت کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

"قال سلطان الشان ابوعبد الله الذهبی حدیث صحیح"

"اس فن کے سلطان حضرت ابو عبد اللہ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے"۔

## اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس پر مزید تبصرہ یوں فرماتے ہیں:

"قلت انظر الى هذا الوعيد الشديد افتراه معاذ الله مجترأ على الله تعالى فى اجراء الحدود مع تعارض الظنون وهو الراوى عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود"۔
(اخرجه عنه الدار قطنى كتاب الحدود الديات) (والبيهقى) اى سنن الكبرى لبيهقى، كتاب الحدود باب ما جاء فى درء الحدود بالشبهات دار صادر بيروت 238/8)

"میں کہتا ہوں اس وعید شدید کو دیکھو تو کیا تم حضرت علی کو گمان کرو گے پناہ خدا اللہ تبارک وتعالیٰ پر جرأت کرنے والا حدود کو جاری کرنے میں باوجود گمانوں کے تعارض کے حالانکہ وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ فرمایا حدود کو دفع کرو۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے بیہقی اور دارِ قطنی نے روایت کیا۔"

❁ "وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبيله فان الامام ان يخطى فى العفو خير من ان يخطئ فى العقوبة

رواه ابن أبى شيبة كتاب الحدود باب فى درء الحدود بالشبهات، رواه الترمذى باب ما جاء فى درء الحدود والحاكم، والمستدرك للحاكم كتاب الحدود باب ان وجدتم لمسلم مخرجا والبيهقى فى السنن كتاب الحدود باب ماجاء فى درء الحدود بالشبهات عن أم المؤمنين الصديقة رضى الله عنها"۔

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "مسلمانوں کے لئے کوئی راہِ خلاص پاؤ تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس لئے کہ امام کا درگزر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عقوبت میں خطاء کرے۔ اس حدیث کو ابن اُبی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ام المؤمنین (حضرت عائشہ) صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

## اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے فائدہ یہ حاصل ہوا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا انکار کرنے والوں کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگانے کا عزم فرمایا۔

یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اجماع کی مخالفت لازم آرہی ہو۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہاں تک ہوسکے حد ساقط کی جائے۔ (ہاں! کوئی شبہ نہ ہو تو حد نافذ کردی جائے۔)

اجماع کے خلاف کچھ متاخرین کی عبارات ملتی ہیں، وہ تین چار سو سال بعد میں پیدا ہونے والوں کی۔ اگر متاخرین کی کچھ عبارات اجماع کے خلاف ملیں تو ان کو چھوڑ دینا آسان ہے لیکن صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین کی مخالفت کرنی مشکل ہے۔

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو یوں رد کیا گیا:

بخاری اور ابوداؤد کی روایت جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں جو حدیث ابھی پیچھے گذری اس کے متعلق یوں کہا گیا:

> ''دورِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کم عمر صحابہ میں شمار ہوتے تھے، اس لئے ان کا شمار فقہاء صحابہ میں نہیں ہوتا تھا مگر اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن مسعود جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مدتوں پہلے پہلے مسلمان ہوئے تھے، آپ تاریخ اسلام یں چھٹے مسلمان تھے۔''

اس پر حوالہ اکمال فی اسماء الرجال، ولی الدین تبریزی رحمہ اللہ کا دیا گیا۔

اصل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے متعارض روایت مذکورہ کتاب سے لی گئی:

"روی شعبة عن ابن اسحاق عن عبد الرحمن بن یزید عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال ما کنا نتحدث ان افضل اهل المدینة علی ابن ابی طالب۔"

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سے افضل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

(زبدۃ التحقیق ص 241-242)

## آیئے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فقیہ و مجتہد ہونا دیکھئے:

''منار'' میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والراوی ان عرف بالفقه والتقدم فی الاجتهاد کالخلفاء الراشدین والعبادلة کان حدیثه حجة یترک به القیاس"

''راوی اگر فقہ میں معروف و مشہور ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی اس کے مقابل و معارض قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

## ''عبادلہ'' کی شرح نورالانور میں دیکھئے:

"العبادلة وهو جمع عبدل مرحم عبد الله والمراد بهم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس وقیل عبد الله بن زبیر

''عبادلہ جمع ہے عبدل کی جو مرخم ہے عبداللہ کا۔ ان سے مراد عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، اور عبداللہ بن عباس ہیں۔

(نورالانوار، کتاب السنہ بیان احوال الراوی ص 182)

## شرح کے قول عبداللہ بن زبیر پر حاشیہ ''قمر الاقمار'' دیکھئے:

وقیل عبد الله بن زبیر ای بدل عبد الله بن مسعود فان عبد الله بن مسعود لیس منهم' کذا قال الفیروز آبادی فی القاموس 'وقال ابن الهمام انه ایضا مشتهر بالفقه والتقدم' والفتوی فهو اولی بالدخول

'بعض حضرات نے کہا: ''عبداللہ بن زبیر ''عبداللہ بن مسعود کی جگہ ہیں۔ بیشک عبد اللہ بن مسعود فقہاء و مجتہدین میں سے نہیں اسی طرح فیروز آبادی نے قاموس میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

تحت العبادلة' وقال الکرمانی انهم اربعة عبد الله بن زبیر و عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر و عبد الله بن عمرو بن العاص"۔

(حاشیہ قمر الاقمار)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فقہ اور تقدم فی الاجتہاد اور فتوی میں مشہور تھے، اس لئے ان کا عبادلہ میں داخل ہونا بہتر ہیں۔ کرمانی فرماتے ہیں: 'عبادلہ چار ہیں: عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم"۔

## نتیجہ واضح ہے:

کہ حضرت عبد اللہ بن عمر بالاتفاق فقیہ و مجتہد ہیں لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فقیہ و مجتہد ہونے میں اختلاف ہے، اگرچہ معتبر قول ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہے۔

## احادیث کے الفاظ میں فرق دیکھئے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے:

"کنا نقول ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حیّ افضل امة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعده ابوبکر ثم عمر ثم عثمان"۔

"ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل حضرات ابوبکر پھر عمر پھر عثمان۔" (رضی اللہ عنہم)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"کنا نتحدث ان افضل اهل المدینة علی ابن ابی طالب"

"ہم بیان کرتے تھے کہ اہلِ مدینہ سے افضل علی ابن ابی طالب ہیں۔"

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی ذکر نہیں، طبرانی کی عبد اللہ بن عمر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روکتے نہیں تھے لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں یہ کوئی ذکر نہیں جس میں قوی احتمال یہی ہے کہ یہ تینوں اصحاب

کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خلفشار کے وقت کی بات ہے کہ اس وقت ہم اہل مدینہ میں سب سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے۔ پھر اہل مدینہ کی قید اور حضرت ابن عمر کی حدیث مطلق مدینہ کی قید کے بغیر بھی نمایاں فرق کو بیان کر رہی ہیں۔

## آیئے! عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عمر بھی دیکھئے:

"قال الزبیر هاجر وهو ابن عشر سنین"
(تہذیب التہذیب)

''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت عبد اللہ بن عمر نے ہجرت کی تو اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔''

تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی عمر بیس سال تھی۔

"شرط الاجتهاد ان یحوی علم الکتاب بمعانیه اللغویة والشرعیة و وجوهه التی من الخاص والعام وعلم السنة بطرقها وان یعرف وجوه القیاس بطرقها۔
(منار ونور الانوار بالاختصار)

''اجتہاد کی شرط یہ ہے قرآن پاک کا علم ہو اس کے معانی لغویہ اور شرعیہ خاص وعام کو جانتا ہو اور حدیث پاک کے طریقوں کو جانتا ہو اور قیاس کو جانتا ہے۔''

کیا بیس سال کی عمر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی ان چیزوں کو نہیں سمجھتے تھے؟ کیا ہی عجیب بات ہے اس سے بھی بڑھ کر عجیب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیس سال تک درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا امام مالک تین سال میں یاد کیا ہوگا اور آپ کی عمر شریف دس (۱۰) سال ہوگئی اور آپ کے شعور پر بلوغت کا دور آگیا ہوگا۔ اور جب آپ فتوی دینے کے اہل بھی ہو گئے ہوں عمر شریف ۱۵ سال ہوگئی ہوگی۔ (زبدۃ التحقیق ص ۳۰۶، ص ۳۰۷)

یعنی جی چاہے تو پندرہ سال کا مفتی (فقیہ) مان لیا جائے اور نہ جی چاہے تو بیس سال کے صحابی کو فقیہ و مجتہد نہ مانا جائے جیسے اصولیین خواہ اصول حدیث والے

ہوں یا اصول حدیث والے ہوں یا اصول فقہ والے ہوں مجتہد مان چکے ہوں کسی اور کے ماننے کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں۔

## اجماعِ افضلیت ابی بکر پر سلف صالحین کے اقوال:

کتب اصول میں اس مسئلہ پر بتصریح اجماع نقل کیا یا بلا ذکرِ خلاف اسے مذہب اہل سنت قرار دیا۔

(۱) امام علام ابوزکریا محی الملۃ والدین نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم شریف جلد ثانی کتاب فضائل صحابہ میں فرماتے ہیں:

"اتفق اهل السنة على ان افضلهم ابو بكر ثم عمر" الخ

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ بیشک سب صحابہ سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

(۲) اور فرماتے ہیں:

"قال ابو منصور البغدادی اصحابنا مجمعون على ان افضلهم الخلفاء الاربعة على الترتيب المذكور"

ابو منصور بغدادی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اس پر کہ بیشک سب صحابہ سے افضل چار خلفاء (چار یار) ہیں۔

ترتیبِ مذکور پر (نووی شرح مسلم کتاب فضائل الصحابہ) ترتیب مذکور واضح کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

(۳) تہذیب الاسماء واللغات میں فرماتے ہیں:

اجمع اهل السنة على افضلهم على الاطلاق ابوبكر ثم عمر

"اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ بے شک سب صحابہ سے افضل مطلقاً حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔

(نووی شرح مسلم کتاب فضائل الصحابہ)

(۴) امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

"الافضل بعد الانبیاء علیهم الصلوۃ و السلام ابو بکر رضی الله عنه وقد اطبق السلف علی انه افضل الامة حکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابة والتابعین علی ذلك"
ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ حدیث 3655 دار الفکر بیروت (430/6)

سب انبیاء کرام کے بعد افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اس پر سلف صالحین کا اتفاق ہے کہ بیشک آپ سب امت سے افضل ہیں، امام شافعی وغیرہ نے صحابہ اور تابعین کا اس پر اجماع بیان کیا ہے۔

سبحان اللہ! صحابہ کرام اور تابعین کا تو اجماع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر لیکن ابھی تک لوگ شک میں ہیں بلکہ اجماع کی نفی کا یقین کئے بیٹھے ہیں۔

(۵) مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

افضلھم عند اھل السنة اجماعا ابو بکر ثم عمر
(المواھب اللدنیہ المقصد السابع الفصل الثالث فی ذکر محبۃ اصحابہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 545/2)

اہل سنت کا اجماع اس پر کہ سب صحابہ سے افضل حضرت ابو بکر ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہما۔

دلائل الخیرات کی شرح میں فرماتے ہیں:

"الاجماع علی فضیلة سیدنا ابی بکر الصدیق رضی الله عنه علی سائر الصحابة رضی الله عنهم"

"سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔"

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد) پاکستان ص 147)

محشی حضرات نے لکھا: نوٹ کتاب میں اس طرح ہے "والاجماع علی افضلیته علی سائر الصحاب"

(۶) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ زواجر میں فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنة والجماعة على ان افضلهم العشرة المشهود لهم بالجنة على لسان النبي عليه الصلوة والسلام في سياق واحد و افضل هولاء ابوبكر فعمر)

(الزواجر عن اقتراف الكبائر الكبيرة الرابعة والخامسة والستون بعد الاربع مائة 334/3)

اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ سب صحابہ کرام سے افضل دس صحابہ کرام ہیں جن کے جنتی ہونے کی شہادت دی گئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ایک سیاق (ایک ارشاد میں) اوران دس (یعنی العشرۃ المبشرۃ) سے افضل حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔

(۷) بستان فقیہ ابواللیث میں ہے:

"قال محمد بن الفضل اجمعوا على ان خير هذه الامة بعد نبيها صلی اللہ علیہ وسلم ابو بكر ثم عمر الخ"

(بستان العارفين الباب السادس والعشرون بعد المائة في القول في الصحابة دار الكتاب العلمية بيروت ص129)

امام محمد بن فضل فرماتے ہیں (اہل سنت) کا اس پر اجماع ہے کہ بیشک اس امت کے بہتر (افضل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(۸) فضلی کفایۃ العوام میں فرماتے ہیں:

"يجب اعتقاده ان اصحابه صلی اللہ علیہ وسلم افضل القرون ثم التابعون و افضل الصحابة ابوبكر فعمر فعثمان فعلى على هذا الترتيب"

(كفاية العوام دار لكتب العلميه بيروت ص185)

واجب ہے اعتقاد رکھنا کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تمام امتوں سے افضل پھر تابعین اور سب صحابہ سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان اسی ترتیب پر یعنی علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہیں۔"

(۹) علامہ باجوری شرح میں فرماتے ہیں:

قوله وافضل الصحابة ابوبکر الخ هذا ما علیه اهل سنة "
(تحقیق المقام شرح کفایة العوام دار الکتب العلمیة بیروت ص185)

یہ جو ماتن نے کہا ہے کہ سب صحابہ سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں، اسی پر اہل سنت کا اجماع ہے۔"

(۱۰) سید شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ الشریف "تکمیل الایمان" میں فرماتے ہیں:

جمهور ائمه دین دریں باب اجماع نقل کنند
(تکمیل الایمان باب فضل الصحابة اربعة یکدیگر بدر مقام الرحیم اکیڈمی کراچی ص135)

"تمام ائمہ دین نے اس باب (ترتیب افضلیت خلفائے راشدین میں) اجماع نقل کیا ہے۔"

(۱۱) قصیدہ بدء الامالی میں ہے:

وللصدیق رجحان جلی علی الاصحاب من غیر احتمال
(قصیدہ بدء الامالی بیت 34 ص 9 مکتبہ حقیقت کتابوی استنبول ۲۰۰۰)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ پر افضلیت بہت واضح ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

(۱۲) شرح میں ہے:

"رجحان جلی ای فضل واضح ثابت بالدلائل السمعیة واجماع الامة فمن انکره یوشك ان فی ایمانه خطرا"
(شرح بدء الامالی بیت 34 کے تحت)

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی واضح افضلیت دلائل سمعیہ (یعنی قرآن وحدیث) اور اجماع امت سے ثابت ہے تو جس شخص نے انکار کیا تو قریب ہے کہ اس کا ایمان خطرے میں ہو۔"

شرح بدء الامالی پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں وضاحت کی:

اقول اراد بذلك تفضیلهم امیر المؤمنین علیا علی هولاء الثلاثة الكرام جمیعا لا علی سبیل الانفراد اذ تفضیل علی عثمان لیس مما اتفق علی ردہ و طردہ كلمات اهل السنة بل منهم من و وقف ومنهم من فضل و منهم من عكس وان كان تفضیل عثمان هو المذهب المنصور ومشرب الجمهور والله اعلم منه"

(ماخوذ از مطلع القمرین فی ابانة سبقة عمرین ص 160 تا ص 164 مع حواشی مطبوعہ مکتبہ بہار شریعت لاہور)

میں بیان کرتا ہوں کہ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ جس نے (افضلیت کا) انکار کیا اس کا ایمان خطرہ میں ہے، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تینوں حضرات یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔ اگر کسی نے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تو اس کا یہ حکم نہیں اسلئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اتفاقی نہیں کہ اس کے رد کرنے یا نہ کرنے پر اتفاق ہوا ہو بلکہ اس میں اختلاف ہے بعض نے توقف کیا اور بعض نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی اور بعض نے اس کے برعکس (اسکے خلاف) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی، اگرچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہی صحیح مذہب ہے جس میں کامیابی کی راہ ہے اور وہی جمہور کا مسلک ہے۔"

## سبع سنابل سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے چند اقتباسات حاصل کئے:

(1): واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد از انبیاء ابوبکر صدیق است وبعد از وے

اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں افضل ابوبکر صدیق ان کے بعد

عمر فاروق است وبعد از وے عثمان ذی النورین وبعد از وے علی مرتضی است رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

عمر فاروق ان کے بعد عثمان ذوالنورین اوران کے بعد حضرت علی المرتضی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔"

(سبع سنابل سنبلہ اول درعقائد ومذاہب مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص 7)

﴿۲﴾: فضل ختنین از فضل شیخین کمتر است بے نقصان وقصور

(سبع سنابل ص 10)

ختنین (عثمان غنی وعلی المرتضی) کی فضلیت شیخین (صدیق وفاروق) سے کم ہے مگر اس میں کوئی نقص اور خامی نہیں (ت)

﴿۳﴾: اجماع اصحاب وتابعین وتبع تابعین وسائر علمائے امت ہمبرین عقیدہ واقع شدہ است (سبع سنابل ص ۱۰)

صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا اجماع اسی عقیدہ پر واقع ہوا ہے۔

﴿۴﴾: مخدوم قاضی شہاب الدین در تیسیر الاحکام بنوشت کہ ہیچ ولی بدرجہ ہیچ پیغمبرے نرسید زیرا کہ امیر المومنین ابوبکر بحکم حدیث بعد پیغمبراں از ہمہ اولیاء برتر ست واو بدرجہ ہیچ پیغمبرے نرسید وبعد او امیر المؤمنین عمر بن خطاب ست وبعد او امیر المومنین عثمان بن عفان ست وبعد او امیر المومنین علی ابن طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین کسیکہ امیر المومنین علی را خلیفہ نداند او از خوارج ست وکسیکہ اورا بر امیر المومنین ابوبکر وعمر تفضیل کند او از روافض ست۔"

(سبع سنابل ص 10)

مخدوم قاضی شہاب الدین نے تیسیر الاحکام میں لکھا: کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حدیث کی رو سے صدیق اکبر کے بعد امیر المؤمنین عمر بن خطاب ان کے بعد امیر المومنین عثمان بن عفان اوران کے بعد امیر المؤمنین علی ابن طالب کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو جو شخص امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجیوں میں سے ہے اور جو آپ کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل جانے وہ رافضیوں میں سے ہے۔"

از ینجا باید دانست کہ در جہاں نہ ہمچو مصطفیٰ ﷺ پیرے پیدا شد و نہ ہمچو ابوبکر مریدے ہویدا گشت۔ اے عزیز! اگرچہ کمالیت فضائل شیخین بر ختنین مفرط وفائق اعتقاد باید کرد امانہ بروجہی کہ در کمالیت فضائل ختنین قصورے ونقصانے بخاطر تو رسد بلکہ فضائل ایشاں وفضائل جملہ اصحاب از عقول بشریہ وافکار انسانیہ بالاتر است

(سبع سنابل ص 14-15)

یہاں سے جاننا چاہیے کہ مصطفیٰ ﷺ جیسا پیر اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا مرید کائنات میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اے عزیز! اگرچہ شیخین کو فضیلت کاملہ ختنین پر بہت زیادہ سمجھنی چاہیے مگر اس طور پر نہیں کہ تیرے دل میں ختنین کی فضیلت کاملہ کے قاصر و ناقص ہونے کا خیال گزرے بلکہ ان کے اور تمام صحابہ کے فضائل عقولِ بشریہ اور افکارِ انسانیہ سے بہت بلند ہیں۔"

﴿۶﴾: پس اجماع صحابہ کہ انبیاء صفت بر تفضیل شیخین واقع شدہ و مرتضیٰ نیز دریں اجماع متفق و شریک بود مفضلہ درا اعتقادِ خود غلط کردہ است اے خان و مان ما فدائے نام مرتضیٰ باد و اے دل و جان ما نثار اقدام مرتضیٰ در دلش نباشد و کدام راندۂ درگاہ مولیٰ کہ اہانت او را دارد، مفضلہ گمان بردہ است کہ نتیجہ محبت با مرتضیٰ تفضیل اوست بر شیخین ونمیدانند کہ ثمرۂ محبت موافقت ست با او نہ مخالفت کہ چوں مرتضیٰ فضل شیخین وذی النورین را بر خود روا داشت واقتداء با ایشاں کرد وحکمائے عہد خلافت ایشاں را امتثال فرمود شرط محبت با او آں باشد کہ در راہ وروش

جب انبیاء جیسی صفات کے حامل صحابہ کرام کا اجماع واقع ہوگیا کہ شیخین کریمین افضل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس اجماع میں شامل اور متفق تھے فرقہ تفضیلیہ نے خود اپنے اعتقاد میں غلطی کھائی ہے۔ میرا گھر بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر فدا اور میری جان و دل آپ کے قدموں پر قربان ہوں، کون ازلی بدبخت ہے جس کے دل میں محبتِ مرتضیٰ نہیں ہے اور کون ہے بارگاہِ خداوندی کا دھتکارا ہوا جو توہینِ مرتضیٰ کو روا رکھتا ہے مفضلہ (فرقہ تفضیلہ) نے گمان کیا ہے کہ محبتِ مرتضیٰ کا تقاضا آپ کو شیخین پر فضیلت دینا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ

با او موافق باشد نہ مخالف۔

(سبع سنابل ص 17)

آپ کی محبت کا ثمرہ آپ کے ساتھ موافقت ہے نہ کہ مخالفت جب مرتضی رضی اللہ عنہ نے شیخین اور ذوالنورین کو اپنے آپ سے افضل قرار دیا ان کی اقتداء کی اور ان کے عہد خلافت کے احکام کو تسلیم کیا تو ان کی محبت کی شرط یہ ہے کہ ان کی راہ وروش کے ساتھ موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت (ت)

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 486 تا 489 مطبوعہ رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

## سبع سنابل کی عبارات سے سمجھ آیا:

اجماع ہے خلفائے راشدین کی بالترتیب افضلیت پر۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اس پر اجماع ہے۔ صحابہ تابعین تبع تابعین اور تمام علمائے کرام کا اجماع ہے اس عقیدہ پر کہ خلفائے راشدین کی بالترتیب افضلیت پر اور اس پر کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما پر۔

## کوئی ولی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچتا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچے۔ اسی سے شیعہ کا یہ قول باطل ہو گیا ...... حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتنے لوگوں کو کلمہ پڑھایا جتنے لوگوں کو کسی نبی نے بھی نہیں پڑھایا ......... ایسا قول حقیقت میں انبیاء کرام کی گستاخی ہے، ایسے لوگ شان اہل بیت کی آڑ میں گستاخِ انبیاء اکرام ہیں۔

اور یہ کہنا بھی حماقت ہے کہ...... امام مہدی رضی اللہ عنہ آئیں گے تو اسلام

پھیلائیں گے جو کام نبی کریم ﷺ نہ کر سکے............ ''العیاذ باللہ'' راقم تو ایسے کلمات سن کر کانپ اٹھتا ہے کہ کیسے جاہل لوگ مبلغ بنے بیٹھے ہیں۔

## سنیوں اور شیعوں کا فرق سمجھ آ گیا:

اہل سنت وہی کہتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور اہل سنت اپنے گھر بار اور دل و جان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قربان کرتے ہیں محبت کرتے ہیں لیکن فضلیت کا درجہ وہی دیتے ہیں جو احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

شیعہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کو موقوف کر رکھا ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر ان کو افضل ماننے پر۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ماں باپ حضرت ابوسفیان اور حضرت ہند رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرنے والے محبّ علی المرتضی نہیں بلکہ وہ دین کے باغی ہیں۔ گستاخی صحابہ کرام سے شانِ اہل بیت حاصل نہیں ہوتی۔

ایسی شان اہل بیت بیان کرنے والے ذلیل ہی ہوتے ہیں کبھی اپنے دفاع میں تقیہ سے کام لیتے ہیں اور کبھی اپنے حواریوں میں کھل کر بات کرتے ہیں۔

## اجماع کے خلاف شاہ عبدالقادر صاحب کی دلیل:

علامہ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے اپنی کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (۲۷/۳) پر لکھا ہے:

''و روی عن سلمان و ابی ذر و المقداد وخباب و جابر و ابی سعید خدری وزید بن ارقم ان علی ابن ابی طالب اول من اسلم وفضله هولاء علی غیره''

ترجمہ: حضرت سلیمان فارسی ابوذر غفاری مقداد بن اسود وخباب بن الارت و جابر بن عبداللہ انصاری وابوسعید خدری وزید بن ارقم (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا گیا ہے کہ علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جو مسلمان ہوئے اور یہ لوگ انہیں حضرت علی المرتضی کو دوسرے صحابہ سے افضل سمجھتے تھے۔ (زبدۃ التحقیق ص ۲۱۰)

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عبد البر کا پہلے ہی رد کر چکے ہیں:

آپ فرماتے ہیں: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' آدمی مطلب کی بات کو نہایت دور راہِ حق سے مہجور ہو کس قدر جلد مرحبا کہہ کر لیتا ہے اور خلاف مقصود کو اگرچہ کسی قدر جلی وصریح وروشن اور دلائل ساطعہ کے جڑاؤ گہنوں سے سرتاپا مزین ہو ہرگز مسند قبول پر جگہ نہیں دیتا۔

## زبدۃ التحقیق میں بھی اسی پر عمل کیا گیا:

احادیث کو تو میں نہ مانوں یہ قابل توجیہ ہیں، ان میں احتمالات ہیں لیکن ابن عبد البر کے مرجوح اقوال کو نص قطعی کا درجہ دے کر قبول کر لیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عبد البر کے قول کو بڑی تفصیل سے رد کیا۔ شاہ صاحب نے مردود قول کو پھر دلیل بنا کر کونسا کارنامہ سرانجام دیا بلکہ اہلِ علم کی نظر میں اپنے آپ کو گرا دیا۔

## رد کی وجہ اول:

عزیزوا! اتنا تو خیال کر لیا ہوتا کہ ابو عمر بن عبد البر سے پہلے ہزار ہا ائمہ دین وعلمائے محدثین گزرے وہ ناقدین جن کی عمر عزیز تجسس اخبار وتفحص آثار میں گزری منزلوں منزلوں جمعِ علوم متفرقہ کیلئے مسافرت کی اسی تنقیح وتفتیش میں رات کے سونے دن کے کھانے کا حظ نہ اٹھایا۔ اسی تلاش وکنکاش میں اپنا چین وآرام یک لخت ترک فرمایا یہاں تک کہ ان کی متین کی پشت پناہ ٹھہری اور انہیں کی بانٹی ہوئی دولت بقدر حصہ ابن عبد البر کو ملی۔

اگر یہ روایت درحقیقت صحیح ومعتبر ہوتی تو سخت تعجب کہ وہ اکابرین اس سے

محض غافل جائیں اور برابر بے ذکر خلاف اجماعِ اصحاب وتابعین کی تصر تحسین فرمائیں اور ساڑھے تین سو کے بعد ابن عبدالبر اس پر آگاہی پائیں مگر شیخ محقق کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور ائمہ دریں باب اجماع نقل کنند:

① : آخر متاخرین کو علومِ روایات سے جو کچھ پہنچتا ہے متقدمین ہی کے واسطے سے ملتا یا بیچ میں چند صدی کا طغرہ کر آتا ہے۔ اب دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ روایت ان اکابر کو جو ابن عبدالبر کے بھی ائمہ ومشائخ ہیں، پہنچی اور ''عیاذاً باللہ'' ان سب نے اس کو چھپانے پر اتفاق کر لیا۔ جب تو سخت مصیبت ہے، ایسا دعویٰ کرنے والا اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آخر تمام شرع شریف قرآن وحدیث جو کچھ پہنچا انہیں حضرات کے واسطے سے پہنچا۔ جب یہاں انہوں نے ایک روایت کی کتمان پر اتفاق کر لیا، امان اٹھ گیا۔ کیا معلوم ایسے ہی اور آیات واحایث چھپا ڈالی ہوں وہی رافضیون والا مذہب آگیا کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید میں بہت تبدیل وتنقیص کر دی ''اعوذ باللہ من وساوس الشیطان اللعین'' (اللہ کی پناہ شیطان لعین کے وسوسوں سے)

② : یا یہ ہوا کہ انہوں نے اس پر اطلاع پائی اور اپنی بصیرت ناقدہ وقریحتِ واقدہ ''سے اس کہ بے اعتباری وناسزاواری دریافت کر لی لہٰذا اس کی جانب التفات نہ کیا اور اسے خلل انداز اجماع نہ سمجھا تو اب ایک ابن عبدالبر کے کہنے سے اکابر ائمہ کا نامعتبر سمجھنا کیونکر مدفوع ہو سکتا ہے بڑی وجہ اس خدشہ واہیہ کے دفع کی توبہ ہے۔

**مختصر الفاظ میں مطلب سمجھئے:**

ابن عبدالبر سے پہلے محققین علماء کرام گزر چکے۔ ابن عبدالبر تو ساڑھے تین سو

سال بلکہ چار سو سال بعد آیا۔ اگر اس کی روایت کو سلف صالحین نے نہیں لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا ان تک روایت پہنچی لیکن اسے جان بوجھ کر اسے چھپا لیا اس طرح تو دین پر اعتبار اٹھ جائے گا کہ انہوں نے کئی اور روایات کو بھی چھپا لیا ہوگا، یہ تو رافضیوں والا عقیدہ ہے جیسے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام نے قرآن پاک میں بہت تبدیلی اور کمی کر دی (العیاذ باللہ)

اور اگر یہ کہا جائے کہ سلف صالحین کو یہ روایت ملی انہوں نے جب اس میں غور و خوض کیا تو وہ روایت قابل اعتبار نہ سمجھی ہو تو اسے چھوڑ دیا ہو۔ حق بھی یہی ہے کہ مرجوح روایات اور غیر معتبر اقوال کو رد کر دیا جائے تفضیلیوں کے کمزور اعتراض کے رد کرنے کی یہی کامل وجہ ہے اور شیخ محقق (عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے تمام ائمہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے، ائمہ کرام کے اجماع کے بعد ابن عبد البر کی روایت بے اثر ہو گئی۔

## ﴿آیئے!!! ائمہ کرام کے اقوال و اعتقاد دیکھئے﴾

### امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یعنی تابعی کا عقیدہ و ارشاد:

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

افضل الناس بعد رسول ﷺ ابو بکر صدیق ثم عمر ثم عثمان بن عفان ثم علی ابن ابی طالب"

(فقہ اکبر ص 4)

"رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

## صحابی رسول اللہ ﷺ کا عقیدہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ:

سئل انس بن مالك عن اهل السنة و الجماعة فقال ان تحب الشيخين ولا تطعن فی الختنين وتمسح على الخفين"

(شرح عقائد مع نبراس ص 559 فتاوی رضویہ ج28 ص677)

حضرت انس بن مالک بن نضر انصاری حزرجی خادم رسول اللہ ﷺ سے اہل سنت وجماعت کی علامات پوچھی گئیں تو آپ نے فرمایا: کہ تم شیخین (یعنی حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت کرو اور ختنین (یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) پر کوئی طعن نہ کرو اور موزوں پر مسح کا اعتقاد رکھو

## علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح فقہ کی عبارت مذکور پر بیان کرتے ہیں:

و اولی ما یستدل به علی افضلية الصديق فی مقام التحقيق نصبه عليه الصلوة و السلام لامامة الانام مدة مرضه فی الليالی والايام ولذا قال اكابر الصحابة رضيه لديننا افلا نرضاه لدنيانا"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر تحقیقی طور پر سب سے پہلے دلالت کرنے والی بات یہ ہے کہ آپ کو لوگوں کی نماز کی امامت کیلئے خود نبی کریم ﷺ نے مقرر فرمایا اپنی مرض کے رات اور دنوں کیلئے۔ اسی وجہ سے اکابر صحابہ کرام نے کہا: جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دین کیلئے پسند کیا تو کیا وجہ ہے کہ ہم ان کو دنیا کیلئے پسند نہ کریں؟

## امام شافعی رحمہ اللہ کا عقیدہ:

ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ فتح الباری شرح بخاری ج ۷ ص ۲۱ میں فرماتے ہیں:

و نقل البيهقی فی الاعتقاد بسنده ابی ثور عن الشافعی انه قال اجمع الصحابة

ابو ثور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں بیشک آپ نے فرمایا: صحابہ کرام

واتباعهم علی افضلية ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی"

اور تابعین کا اجماع ہے کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم۔

(ہکذا فی فتاوی الرضویہ ج 28 ص 677)

## علامہ ابن حجر عسقلانی امام شافعی (رحمہما اللہ) کا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں:

قال البیهقی فی الاعتقاد قال الشافعی فی الخلافة والتفضیل نبدأ بابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی الله عنهم"

(فتح الباری ج 7 ص 13)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خلافت اور افضلیت کے بیان میں ہم ابتداء ابو بکر سے پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم سے کرتے ہیں۔"

رافضی دل کو سہارا دیئے بیٹھے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلافت ظاہری میں اول تھے لیکن خلافتِ باطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل تھے لیکن فتح الباری اور بیہقی نے ان کے دل کا سہارا بھی توڑ دیا۔

بحث الاعتقاد میں ہی یہ بھی ذکر فرمایا:

"ما اختلف احد من الصحابة والتابعین فی تفضیل ابی بکر و عمر وتقدیمهما علی جمیع الصحابة وانما اختلف من اختلف منهم فی علی وعثمان"

صحابہ کرام اور تابعین کا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی (درجہ بدرجہ) افضلیت میں کوئی اختلاف نہیں تھا کہ یہ دونوں تمام صحابہ کرام سے مقدم درجہ رکھتے ہیں البتہ بعض حضرات نے ان میں سے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما میں اختلاف کیا کہ ان دونوں میں پہلے کون افضل ہے؟

(اسی طرح فتاوی رضویہ ج 28 ص 678)

## حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا عقیدہ:

ابو بکر وعمر وعثمان قال ھذا فی التفضیل وعلیؒ الرابع فی الخلافۃ ونقول بقول سفینۃ الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ "اسنادہ صحیح۔

(السنۃ للخلال ص641)

آپ فرماتے ہیں: افضلیت میں پہلے ابو بکر پھر عمر پھر عثمان ہیں پھر علی وہ خلافت میں چوتھے درجہ پر ہیں، یہ دلیل ہم نے حدیث سفینہ سے پکڑی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں (میرے بعد) خلافت تیس سال رہے گی۔

محمد بن عوف الحمصی قال سمعت احمد بن حنبل وسئل عن التفضیل فقال من قدم علیا علی ابی بکر فقد طعن علی رسول اللہ ومن قدمہ علی عمر فقد طعن علی رسول اللہ ﷺ وعلی ابی بکر ومن قدمہ علی عثمان فقد طعن علی ابی بکر وعلی عمر و علی اھل الشوری وعلی المھاجرین والانصار"

محمد بن عوف حمصی کہتے ہیں: میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اور آپ سے افضلیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جس شخص نے حضرت علی کو حضرت ابو بکر پر مقدم کیا تو تحقیق اس نے رسول اللہ ﷺ پر طعن کیا اور جس نے حضرت عمر پر حضرت علی کو مقدم کیا تو تحقیق اس نے طعن کیا رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر پر اور جس نے حضرت علی کو مقدم کیا حضرت عثمان پر تو تحقیق اس نے ابو بکر اور حضرت عمر اور اہل شوریٰ اور مہاجرین وانصار پر طعن کیا۔

(السنۃ للخلال ص541 اسی طرح فتاوی رضویہ ج28 ص678 میں ہے)

## حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا عقیدہ:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے حدیث روایت فرمائی:

لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا"

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا۔
(باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ص395)

آپ کا یہ حدیث روایت کرنا ہی دلالت کر رہا ہے کہ آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل تھے۔

ان مالکا رحمه الله سئل ای الناس افضل بعد نبيهم فقال ابوبكر ثم عمر ثم قال أو فی ذلك شك فقيل له و علی وعثمان ؟فقال ما ادركت احدا فمن اقتدى به يفضل احدهما على الآخر انتهى وقوله رضی الله عنه او فی ذلك شك يريد ما يأتى عن الاشعرى ان تفضيل ابى بكر ثم عمر على بقية الامة قطعى وتوقفه هذا عنه فقد حكى القاضى عياض عنه انه رجع عن التوقف الى التفضيل عثمان قال القرطبى وهو الاصلح ان شاء الله تعالىٰ"

(صواعق محرقہ ص 57 مکتبہ مجیدیہ ملتان)

بیشک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے ؟ آپ نے فرمایا: ابو بکر، پھر عمر، پھر آپ نے فرمایا: کیا اس میں بھی کوئی شک ہے پھر آپ سے پوچھا گیا: حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے کسی ایک کو نہیں پایا کہ جس کی میں اقتداء کروں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے میں "انتہی" (یعنی آپ ان دونوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے میں توقف کے قائل تھے) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا "اوفی ذلک شک" کیا اس میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟ یہ دلیل ہے علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی کہ حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت سب سے پہلے پھر حضرت عمر کی افضلیت باقی تمام امت پر قطعی ہے جو آپ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی ایک دوسرے پر افضلیت کے بارے میں توقف کیا تھا اس کے متعلق قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی طرف رجوع فرمایا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا کہ ان کے لئے بہتر قول ہے۔ (تقریبا فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۷۶)

دوسری وجہ رد:

ابن عبد البر کی روایت کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ارشاد یوں

فرماتے ہیں:

اگر اس روایت کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو ممکن کہ شاید ان اکابر نے جنہوں نے اس پر التفات فرمایا اس خلاف کا وقوع بعد انعقاد اجماع سمجھا ہو اور بے شک جو خلاف بعد اجماع واقع ہو رافع اجماع و قابل قبول نہیں ھکذا قالوا (اسی طرح علماء و مشائخ نے کہا)۔

**اقول وربی یغفرلی:**

(میں کہتا ہوں اور میرا رب میری بخشش فرمائے) بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ممکن اس خلاف کا تحقق قبل از انعقادِ اجماع ہو بعدہ (اس کے بعد) ان صحابہ پر دلائل افضلیت شیخین لائح (واضح) ہو گئے اور اسی کی طرف رجوع فرمائی۔ اب اجماع کامل منعقد ہو گیا اور بے شک اہلِ خلاف جب رجوع کر کے شریک جمہور ہو جائیں تو خلاف سابق محض مضمحل (پہلا اختلاف ختم ہو جاتا ہے، دم توڑ جاتا) ہے اور اس کے لیے نفس مسئلہ میں نظیر بھی موجود ہے۔

حضرت ابو جحیفہ وہب الخیر رضی اللہ عنہ پہلے جناب مرتضیٰ (علی المرتضیٰ) کو افضل جانتے تھے یہاں تک کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے انہیں تفہیم اور حق صریح کی تلقین فرمائی (انہیں سمجھایا اور صریح حق ان کو بتایا) اس روز سے وہ بھی تفضیل شیخین کی طرف لوٹ آئے۔

**تیسری وجہ رد:**

ابن عبد البر کی روایت کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ارشاد فرماتے ہیں:

”مانا کہ ابتداء سے اختلاف تھا مگر ایسا خلاف شاذ و نادر مرجوح ضعیف انعقاد اجماع میں خلل انداز نہیں۔“

اس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا اسی اپنی دلیل پر طویل تبصرہ۔ بمختصر الفاظ

میں راقم پیش کرتا ہے:

سوادِ اعظم کے اجماع کا ہی اعتبار ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف وہ مسئلہ مانا جائے گا جس میں کوئی اختلاف روایت ودرایت نہ ہو تو اس سے دین کے دوتہائی مسائل درہم برہم ہو جائیں گے۔ بہت مسائل مسلمہ مقبولہ جنہیں ہم اہلِ حق اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں، ان کے خلاف بھی اقوال مرجوحہ مل سکتے ہیں، کتابوں میں رطب ویابس اقوال تو ملتے ہی رہتے ہیں۔

مرجوح اقوال پیش کرنے والوں اور نہ ماننوں کی رٹ لگانے والوں کیلئے دلائل پیش کرنے کے بجائے رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی پیش کرنا ہی کافی ہے۔

| | |
|---|---|
| فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ" (پ۳ سورۃ آل عمران آیۃ نمبر۷) | وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔ |

## شرارتی لوگ اسلام کی بنیاد گرانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں:

یہ طبیعتیں جہاں اپنی شرارت سے ادنی موقع رخنہ اندازی کا پاتی ہیں، ہدم بنیانِ اسلام کیلئے کمر بستہ ہو جاتی ہیں "اعاذنا اللہ من شرّھن آمین" (اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔)

## چوتھی وجہ رد:

وہ چند صحابی جن سے عبدالبر نے تفضیل حضرت مرتضوی نقل کی اس سے یہی معنی بالیقین مفہوم نہیں ہوتے کہ وہ حضرت مولیٰ علی کو شیخین پر فضل کلی (کلی طور پر افضل) مانتے ہوں ممکن ہے کہ تقدم اسلام وغیرہ فضائل خاصہ جزئیہ میں تفضیل دیتے ہوں اور یہ معنی ہمارے منافی مقصود نہیں کہ ہم خود مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کیلئے خصائص کثیرہ کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ کلام ہمارا افضلیت بمعنی کثرت ثواب وزیادت قرب

وجاہت میں ہے، جب تک ان روایات میں جناب مولیٰ علی کی نسبت اس کی معنی تصریح نہ ہو ہم پر وارد اور مزاج اجماع کی مفسد نہیں ہو سکتیں۔

اس پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ چند شواہد پیش فرماتے ہیں:

اقول و باللہ التوفیق بلکہ ظن غالب یہی ہے (جو پیش کیا گیا ہے) اور فقیر اس پر چند شاہد عدل رکھتا ہے:

شاہد اول:

حفظ حرمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ اس قدر تو یقیناً معلوم کہ ان چھ سات کے سوا تمام صحابہ تفضیل شیخین (حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی افضلیت پر اتفاق کئے ہوئے ہیں اور احادیث اس بارے اس قدر بکثرت وارد (جن کا اجلہ) اصحاب پر پوشیدہ رہنا عقل گوارا نہیں کرتی۔ مخالفت سوادِ اعظم وخلافت احادیث سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسی سخت شناعت ہے اور اس کی صحابہ کی طرف بزور زبان نسبت کرنا کس درجہ گستاخی ووقاحت۔

شاہد ثانی:

خود وہ روایت جس میں ابو عمر نے ان صحابہ سے تفضیل حضرت مولیٰ علی نقل کی، اس میں یہ الفاظ موجود کہ وہ حضرات فرماتے تھے: "ان علیا اول من اسلم" "بے شک علی سب سے پہلے اسلام لائے" "کما فی الصواعق" تو واضح ہوا کہ وہ تاویل جو علماء نے پیدا کی تھی اس کا مؤید صریح کے خود نفس کلام میں موجود۔

شاہد ثالث:

خلافت صدیق بر بنائے تفضیل فاروق اعظم وغیرہ صحابہ ان کی افضلیت مطلقہ ثابت کی اور اسی پر نزاع منقطع ہو کر بیعت واقع ہوگئی اور پُر ظاہر (بہت ظاہر) کہ

ان بیعت کرنے والوں میں وہ صحابہ بھی تھے جن سے ابن عبدالبر نے یہ روایت شاذہ نقل کی۔ اگرانہیں تفضیل صدیق میں خلاف ہوتا تو یقیناً ظاہر فرماتے کہ وہ اساطینِ دین اظہارِ حق میں ہرگز مداہنت نہ رکھتے اور لومۃ لائم کو مطلق خیال میں نہ لاتے۔تم نے بھی سنا ہوگا ''الساکت عن الحق شیطان اخرس'' حق بات کے اظہار سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔ حاشا کہ یہ شناعت فظیعہ ان کے دامنِ پاک کو لاحق ہو۔پس بالضرور اگرانہوں نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کوافضل کہاتو اور ہی باتوں میں کہا جوفضلیت متنازع فیہا سے مطلق علاقہ نہیں رکھتیں۔

مختصر مطلب:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بناء ہی آپ کی مطلق افضلیت پر ہے۔جب آپ کی افضلیت کوحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا تو سب نے آپ کی بیعت کرلی۔ بیعت کرنے والے وہ صحابہ کرام بھی تھے جن سے ابن عبدالبر نے شاذ روایت کی۔صحابہ کرام سے دین کے خلافت کسی کی رعایت کرنا ممکن نہ تھا اور نہ ہی وہ کسی ملامت کرنے والے سے ڈرتے تھے، وہ حق باتوں کوظاہر کرنے سے خاموش رہ کر شیطان کے آلہ کار رہنے والے نہ تھے۔ابن عبدالبر کی شاذ روایت کوصحیح ماننے سے تو صحابہ کرام کی شان میں گستاخی لازم آتی ہے۔

شاہد رابع:

ہمارے مظنون پر ایک اعلیٰ شاہد واقویٰ موید خود ابوعمر ابن عبدالبر کا کلام ہے کہ انہوں نے جس طرح اس مسئلہ پر روایت غریبہ لکھ دی، یونہی مسئلہ تفضیل صحابہ میں بھی جانب خلاف جھکے اور جمہور سے کہ حضرات صحابہ کو تمام لاحقین سے افضل مانتے آئے، الگ راہ چلے۔فرماتے ہیں: متاخرین میں بعض صالحین ایسے ہیں کہ اہل بدر وحدیبیہ کے سوااور افرادِ صحابہ سے افضل ہیں۔( کیاابن عبدالبر کے اس کے قول کوتفضیلی

مانیں گے۔ مرجوح روایات کا سہارا لینے کا کیا مطلب؟)

اب دو باتیں ہیں:

یا تو ابو عمر ابن عبد البر کا کلام معرکہ افضل کلی سے معزول اور فضائل جزئیہ پر محمول مانا جائے، جب تو خرقِ اجماع ومخالفت سواد اعظم سے بھی بچ جائیں گے اور معاندین کو بھی ان کے کلام سے محلِ احتجاج نہ رہے گا اور اس پر ایک گواہ یہ بھی کہ خود ابو عمر ابن عبد البر کے کلام سے مفہوم کو تفضیل شیخین پر اجماع مستقر کما فی الصواعق (جیسا کہ صواعق محرقہ میں ہے) یا راہِ تاویل مسدود (بند) کر کے خواہ مخواہ فضل کلی پڑھا لئے تو بالیقین فضل کلی کے جو معنی محققین کے نزدیک قرار پائے ہیں، ابو عمر ابن عبد البران سے غافل تھے کہ ان کے دلائل اسی پر انطباق نہیں رکھتے اور جب وہ خود فضل کلی وجزئی میں فرق نہ رکھتے تھے تو ان کا یہ کہہ دینا کہ وہ صحابہ معدودین (چند) تفضیل حضرت مولیٰ علی کے قائل تھے محض مہمل اور پایہ استناد سے ساقط رہ گیا۔ ممکن ہے کہ ان اصحاب نے مولیٰ علی کیلئے فضل جزئی مانا ابو عمر نے بوجہ عدم تفرقہ کے اس سے تفضیل متنازع فیہ (جس میں جھگڑا ہے) سمجھ لئے ہوں۔

شاہد خامس:

واہ عجب لطف ہے۔ ما با یران رویم ویار توراں می رود (ہم ایران جا رہے ہیں اور یار توران جا رہا ہے) جن چھ اصحاب سے ابو عمر نے تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نقل کی ان میں دو سیدنا ابو سعید خدری وجابر بن عبد اللہ انصاری ہیں (رضی اللہ عنہما) حالانکہ یہ خود حضرات حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تفضیل صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں آیا معقول کہ یہ سرورانِ امت خود زبانِ حق ترجمان حضور سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام الاتمان والاکملان سے تفضیل صدیق وفاروق سنیں اور نشرِ علم کیلئے ان احادیث کو تابعین کے سامنے روایت کریں اور آپ اس کے خلاف تفضیل

سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قائل ہوں۔

**مختصر مطلب:**

جن چھ اصحاب کا ذکر ابن عبد البر نے کیا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل مانتے تھے۔ ان میں دو صحابہ حضرت جابر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کی روایت کرتے ہیں۔ ایسا کہنا کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پیش کریں کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہوں لیکن خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہوں۔ ان دونوں یعنی حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہے:

ابوبکر وعمر سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والاخرین الا النبیین و المرسلین" (مسند احمد بن حنبل مسند علی بن ابی طالب، حدیث 602 دار الفکر بیروت 174/2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سردار ہیں تمام مشائخ اہل بہشت کے اگلوں اور پچھلوں سے سوا انبیاء و مرسلین کے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما طلعت الشمس علی احد منکم افضل من ابی بکر"

آفتاب نہ چمکا تم میں سے کسی پر جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

**ابن عبد البر کی روایت پر قائم ہونے والی عمارت منہدم ہوگئی:**

شاہ عبد القادر صاحب کا زیادہ زور پرانے تفضیلیوں کی طرح ابن عبد البر کی روایت پر تھا، جسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وبسط سے رد کر دیا۔ اسلئے "زبدۃ التحقیق"، میں جس روایت پر بڑا انحصار کیا گیا تھا جب وہ روایت ہی مرجوح ثابت ہوئی تو اس پر قائم کی گئی عمارت دھڑام سے نیچے آگئی۔

آیئے! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پرانے تفضیلیوں کا جو رد کیا اور روایت ابن عبدالبر کا بھی رد کیا، اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

### فائدہ جلیلہ:

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے ان مباحث مبہم کو ایسی روشِ روشن بدیع پر تقریر کیا جس سے نگاہِ حق بین میں اس روایت کی مطلق وقعت نہ رہی اور دامنِ اجماع غبارِ نزاع سے یکسر پاک وصاف ہو گیا اور قطعیت اجماع میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ ایسے احتمالات واوہام کی بناء پر اجماع کو درجہ ظنّیت میں اتار لانا جیسا کہ بعض علماء سے واقع ہوا ہر گز ٹھیک نہیں۔

### جب اجماع قطعی ہے تو افضلیت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی قطعی ہے:

اور جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا۔ ہمارا اور مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب اگر چہ برخلاف امام اہل سنت سیدنا ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے متاخرین کو شکوک ہوں (اور اختلاف ہو)

### اگر (بالفرض) تفضیل ثابت ہو تو تفضیلیہ کیلئے کوئی خوشی کا مقام نہیں:

تفضیل اگر چہ ظنی ہو تفضیلیہ کی خوشی کا کوئی محل نہیں۔ ہم ان فرقوں کو کافر تو نہیں کہتے ہیں جو قطعیت مسئلہ کی حاجت ہو بدعتی بتاتے ہیں تو اس کیلئے قطعی کا خلاف ضرور نہیں۔ علماء تصریح فرماتے ہیں: جو شخص شبِ اسراء حضور کا آسمانوں پر تشریف لے جانا نہ مانے بدعتی ہے حالانکہ دلیل قطعی سے صرف بیت المقدس تک جلوہ افروز ہونا ثابت ہے۔

(ماخوذ از مطلع القمرین مصنفہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ص 172 تا 175 مع اضافات وحذف)

### شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:

"اب حضرت امام ابوالحسن اشعری کے دعویٔ اجماع اور افضلیت

کے قطعی ہونے کا فیصلہ خود کر لیجئے۔ اگر اجماع نص تام ہوتا تو دلیل قطعی ہوتا، تو اس کا منکر کافر ہوتا کیونکہ اس صفت کا اجماع دلیل قطعی ہوتا ہے اور ایسے اجماع سے افضلیت ثابت ہوئی ہوتی تو افضلیت قطعی ہوتی اور افضلیت کا منکر کافر ہوتا۔"

(زبدۃ التحقیق ص228)

(شاہ صاحب نے یہ تبصرہ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پر کیا)

**اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ اس کا جواب پہلے ہی دے چکے ہیں:**

قطعی کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ قطعی کے دو معانی کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

اعلم ان العلم القطعی یستعمل فی معنیین احدھما قطع الاحتمال علی وجه الاستیصال بحیث لا یبقی منه خبر ولا اثر وھذا ھو الاخص کما فی المحکم و المتواتر وھو المطلوب فی اصول الدین فلا یکتفی فیھا بالنص المشھور والثانی إن لا یکون ھناك احتمال ناش من دلیل وان کان نفس الاحتمال باقیا کالتجوز و التخصیص وسائر انحاء التاویل کما فی الظواھر والنصوص والاحادیث المشھورۃ والاول یسمی علم الیقین ومخالفه کافر علی الاختلاف فی الاطلاق کما ھو مذھب فقھاء الافاق والتخصیص بضروریات

علم قطعی دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے: ایک تو یہ کہ احتمال جڑ سے منقطع ہو جائے بایں طور کہ اس کی کوئی خبر یا اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور یہ اخص اعلیٰ ہے جیسا کہ محکم اور متواتر میں ہوتا ہے اور اصول دین میں یہی مطلوب ہے تو اس میں نص مشہور پر کفایت نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے ناشی (پیدا) ہو اگرچہ نفس احتمال باقی ہو جیسے کہ مجاز اور تخصیص اور باقی وجوہ تاویل جیسا کہ ظواہر اور نصوص اور احادیث مشہور میں ہے اور پہلی قسم کا نام علم یقین ہے: اور اس کا مخالف کافر ہے علماء میں اختلاف کے بموجب مطلقاً (یعنی بغیر کسی قید

الدین کما ھو مشرب العلماء المتکلمین والثانی علم الطمانینۃ ومخالفہ مبتدع ضال ولا مجال الی اکفارہ کمسئلۃ وزن الاعمال یوم القیامۃ قال تعالیٰ و الوزن یومئذ الحق ویحتمل النقد احتمالا لا صارف الیہ ولا دلیل اصلا علیہ فیکون کقولك وزنتہ بمیزان العقل وھو رائج فی العجم ایضا تقول سخن سنج ای ناقد الکلام ومسئلۃ رؤیۃ الوجہ الکریم للمؤمنین رزقنا المولی بفضلہ العمیم قال تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ویحتمل احتمالا کذلك ارادۃ الامل و الرجاء وھو ایضا مما توفقت علیہ العرب والعجم تقول دست نگر من است ای یرجو عطائی و یحتاج الی نوالی وھکذا مسئلۃ الاسراء الی السماوات العلی و الشفاعۃ الکبری للسید المصطفی علیہ افضل التحیۃ والثناء فکل ذلك ثابت بنصوص قواطع بالمعنی الثانی ولذا لا نقول بالکفار المعتزلہ والروافض الاولین المأولین۔

کے ہر علم یقین کا منکر کافر ہے) جیسا کہ فقہائے آفاق کا مذہب ہے یاضروریاتِ دین کی قید کے ساتھ یعنی وہ علم یقین جس کاتعلق ضروریات دین سے ہے ،اس کامنکر کافر ہے جیسا کہ علمائے متکلمین کا مشرب ہے اور دوسرے کانام علم طمانیت ہے اوراس کامخالف بدعتی وگمراہ ہے اوراس کوکافر کہنے کی مجال نہیں جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کوتولنے کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کاقول ہےاور قیامت کے دن تول ہونا برحق ہےاور آیتِ نقد (پرکھ ) کاایسا احتمال رکھتی ہے جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیزنہیں اورنہ اصلاًاس پرکوئی دلیل ہے اب آیت کامعنی تمہارے قول ”میں نے اس کومیزان عقل سے تولا“ کے مثل ہو گا اوریہ عجم میں رائج ہے تم کہتے ہو:سخن سنج یعنی کلام پرکھنے والا اورمؤمنین کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کامسئلہ مولائے کریم اپنے فضل سے نصیب فرمائے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے“ احتمال رکھتاہے اسی طرح امید ورجاء کے ارادے کایہ بھی ان باتوں میں

سے ہے جن پر عرب وعجم سب متفق ہیں تم کہتے ہو دست نگر من است یعنی میری عطاء کی امید رکھتا ہے اور میری بخشش کا محتاج ہے اور اسی طرح آسمانوں کی سیر اور شفاعتِ کبری محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہ تمام باتیں دوسرے معنی پر نصوص قطعی سے ثابت ہیں اور اسی لئے ہم تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض کی تکفیر نہیں کرتے۔

## ظن کے دو معنی ہیں:

وھکذا الظن له معنیان اذ مقابل الاعم آخص والاعم اخص کما لا یخفی"

''اور اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں: اس لئے کہ اعم کا مقابل اخص ہے اور اعم اخص ہے جس طرح پوشیدہ نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، ج28 ص667-668)

الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم وانھم الیه راجعون: ای یتوقعون لقاء الله تعالیٰ و نیل ما عندہ او یتیقنون انھم یحشرون الی الله فیجازیھم ویؤیدہ ان فی مصحف ابن مسعود یعلمون و کان الظن لما شابه العلم فی الرجحان اطلق علیھم التضمین معنی التوقع قال اوس بن حجر" شعر

فارسلته مستیقن الظن انه مخاط ما بین الشر السیف جائف

آیۃ کریمہ میں ''یظنون'' کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی توقع کرتے ہیں اور جو اس کے ہاں اجر و ثواب ہے اس کے پانے کی امید کرتے ہیں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو اللہ کی طرف اٹھایا جانا ہے اور وہ ان کو جزاء دے گا۔ یقین والے معنی کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف سے تائید حاصل ہے جس میں گویا کہ ''یظنون'' کی تفسیر ''یعلمون'' سے کی گئی ہے یعنی وہ جو یقین رکھتے ہیں۔

ظن کو یقین کے معنی میں لینے کی وجہ یہ ہے کہ ''ظن'' میں بھی راجح جانب پائی جاتی ہے اور یقین میں بھی راجح جانب پائی جاتی ہے (فرق یہ ہے کہ ''ظن'' میں راجح جانب کے پائے جانے کے باوجود مرجوح کی طرف بھی کچھ نہ توجہ پائی جاتی ہے لیکن

یقین میں صرف راجح جانب پائی جاتی ہے، مرجوح کی طرف توجہ نہیں پائی جاتی) اسی لئے ''ظن'' کو یقین کے معنی میں ان کیلئے استعمال کیا گیا کیونکہ توقع کے معنی کو متضمن ہے۔اوس بن حجر نے بھی ایک شعر میں ظن بمعنی یقین لیا ہے۔

میں نے تیر چلایا یقینی ظن سے کہ بیشک وہ پسلیوں اور پیٹ کے درمیان پہنچ جائے گا۔(ماخوذاز شیخ زادہ علی البیضاوی)

## ہمارے مسئلہ میں قطعی بمعنی طمانیت ہے:

یعنی جو ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو قطعی کہہ رہے ہیں اس میں قطعی کا معنی طمانینت ہے۔ یہ قطعی بالمعنی الاعم ہے اور قطعی کا معنی ہم یقین محکم نہیں لے رہے جس کا معنی یہ لیا جائے کہ اس کا منکر کافر ہے۔اس طرح ظن کو بھی بمعنی توقع غالب کے لے لیں تو وہ بھی طمانینت کے معنی کو مستلزم ہوگا۔

## آیئے! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت دیکھئے:

''اذا عرفت هذا فمسئلتنا هذه ان اريد فيها القطع بالمعنى الاخص فهذا جبل وعر صعب المرتقى اذ ما ورد فيها فاما نص او ظاهر و كلاهما يقبلان التاويل ولو قبولا ضعيفا بعيدا او ابعد اضعف''

جب تو قطعی کے دو معانی اور ظن کے بھی دو معانی پہچان چکا ہے تو اس سے واضح ہوگیا کہ جس مسئلہ میں ہم کلام کررہے ہیں کہ سب صحابہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے،اس قطعی کا معنی اگر ہم اخص (یعنی یقین محکم) لیں تو یہ پہاڑ ہے، سخت دشوار گزار، چڑھائی والا۔اس لئے کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا ظاہر ہے اور دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں، اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ ابعد اضعف سہی۔(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۶۸، ۶۶۹)

## تفضیلی کافر نہیں، بدعتی ہیں:

''اذ لا نقول بالكفار المفضلة ومعاذ الله ان

ہم تفضیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں

نقول اما الابتداء فیثبت بخلاف القطع بالمعنی الثانی وھو حاصل لا شك فیه لا یسوغ انکارہ الا لغافل او متغافل فقد تظافرت علیه النصوص تظافرا جلیا و بلغت الاخبار تواترا معنویا والاحتمالات الرکیکة السخیفة الناشیة من غیر دلیل لا تقدح فی القطع بهذا المعنی"

کرتے اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں لیکن ان کا بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی بمعنی دیگر تو وہ بلا شبہ حاصل ہے جس کا معنی انکار سوائے غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا اس لئے کہ اس پر واضح کثرت کے ساتھ نصوص آئیں اور احادیث تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور رکیک (کمزور) احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی (پیدا) نہیں ہوتے وہ اس معنی کے لحاظ سے قطعی میں اثر انداز نہیں۔"

(مطلب واضح ہے کہ تفضیلی کافر نہیں کیونکہ وہ قطعی بمعنی محکم بالیقین کے منکر نہیں بلکہ قطعی بالطمانیۃ کے منکر ہیں جس سے بدعتی ہونا لازم آتا ہے کفر نہیں)

## سلف صالحین کا اجماع آج تک قائم ہے:

یقیناً اس کی وجہ اعلیٰ حضرت مولنا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔

## طنز یہ جملہ کو راقم نے مستحسن کر دکھایا:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بدترین طنز ان الفاظ سے کی گئی ہے:

"یہ افضلیتِ مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متأخرین ہند کی اختراعات ہیں، ان کا سنیت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔" (زبدۃ التحقیق ص ۲۰)

ہاں! ہاں!! اس سے مراد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لئے گئے ہیں۔ یقیناً یہ ان کی کرامت کہ سلف صالحین نے جو اصطلاحات قائم کی تھی، آپ کی کرامت کی وجہ سے ہی

وہ قائم ودائم ہیں، البتہ یہ جملہ انسانیت سے گرا ہوا ہے۔ ''ان کا سنّیت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔'' آج تک توسنّیت کا تشخص ہی بریلویت سے قائم تھا ورنہ اہل سنت کے لفظ کا اپنے ساتھ استعمال کرنا توکئی فرقوں میں موجود ہے جس مسجد میں جھگڑے کا خطرہ ہوتا، اس پر بھی یہ لکھا جاتا: ''مسجد اہل سنت وجماعت (بریلوی مسلک)''

اہل سنت کو پہلے اغیار ''بریلوی یا رضاء خانی'' کہتے تھے۔ اب اپنے کہہ رہے ہیں وہ غیروں سے مقابلہ تو نہ کر سکے لیکن اپنے ہی اتحاد کر تباہ کر رہے ہیں۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فضل کلی اور جزئی کو یوں بیان فرماتے ہیں:

وہ چند صحابی جن سے ابن عبد البر نے تفضیل حضرت مرتضوی نقل کی، اس سے یہی معنی بالیقین مفہوم نہیں ہوئے کہ وہ حضرت مولیٰ علی کو شیخین (حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما'' پر فضل کلی مانتے ہوں ممکن کہ تقدم اسلام وغیرہ فضائل خاصہ جزئیہ میں تفضیل دیتے ہوں اور یہ معنی ہمارے منافی مقصود نہیں کہ ہم خود مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کیلئے خصائص کثیرہ کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ کلام ہمارا افضلیت بمعنی کثرت ثواب وزیارت قرب وجاہت میں ہے۔ جب تک ان روایات میں جناب مولیٰ علی کی نسبت اس معنی کی تصریح نہ ہو ہم پروار داور مزاج اجماع کی مفسد نہیں ہو سکتیں۔

(مطلع القمرین تصنیف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ص 178 مطبوعہ مکتبہ بہار شریعت)

## فضل کلی وجزئی کی تقسیم کو بعض متأخرین ہند کی اختراعات کہنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی؟

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ابن عبد البر کی روایت سے اجماع کی نفی کی جاسکے۔ ابن عبد البر کی روایت کہ جس علمی زور سے پرخچے اڑا دیئے۔ پرانے تفضیلی جس سے لاجواب ہوگئے تھے، اب پھر سے اسے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

## فضل کلی اور جزئی کی تقسیم میں کیا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ منفرد ہیں؟

یہ تقسیم تو ازلی ہے، اگرچہ نام بعض میں دیئے گئے۔ وہ بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نام نہیں رکھے۔ آیئے! ذرا تفصیل دیکھئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات "

(سورۃ البقرہ 1:3)

"یہ رسول ہیں فضیلت دی ہم نے ان سے بعض کو بعض پر، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور بلند کئے ان میں سے بعض کے درجات۔"

اس آیۃ کریمہ میں سب انبیاء کو رب تعالیٰ کے فضیلت دینے کا ذکر ہے لیکن سب سے درجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند فرمائے۔ اگر یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ تمام انبیاء کرام کو فضیلت حاصل ہے لیکن افضل الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آیۃ کریمہ کا مطلب کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ کوئی مانے یا نہ مانے قرآن پاک سے واضح طور پر ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام کو فضل جزئی حاصل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضل کلی حاصل ہے۔

عن ابن عباس قال ان اللہ تعالیٰ فضل محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علی الانبیاء"

(مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بیشک اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب انبیاء کرام پر فضیلت دی۔

کیا باقی انبیاء فضیلت سے خالی تھے؟ نہیں! نہیں!! جب سب فضیلت والے تھے تو ان کی فضیلت جزئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی تھی۔

ان المفضول قد توجد فیہ بل مزایا لا توجد فی الفاضل فان ارادہ شیخ الخطابی ذلک وان ابابکر افضل مطلقا الا ان علیا وجدت فیہ مزایا لا توجد فی ابی بکر فکلامہ صحیح والا فکلامہ فی غایۃ التھافت خلافا لمن انتصر لہ ووجہ بما لا

کبھی مفضول میں کوئی ایک فوقیت یا زیادہ پائی جاتی ہیں جو فاضل میں نہیں پائی جاتیں۔ اگر علامہ خطابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہی فضیلت مانتے ہیں یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مطلق افضلیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بعض فوقیتیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نہیں

یجد بل لا یفھم"

(صواعق محرقہ ص 58 مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

تو یہ صحیح ہے ورنہ کلام بہت کمزور رہے نہ اس سے امداد لینے میں کوئی فائدہ بلکہ وہ لوگ سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔

کیا اہلِ علم کو فضل کلی اور جزئی سمجھ آ رہی ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مخترع کہنے والے کتنے عقلمند ہیں؟ داد دیئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

## جزئی فضیلت پر احادیث کو دیکھئے:

حدثنا سفیان بن وکیع حدثنا حمید بن عبد الرحمن عن داؤد العطا عن معمر عن قتادۃ عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدھم فی امر الله عمر و اصدقھم حیاء عثمان بن عفان واعلمھم بالحلال و الحرام معاذ بن جبل وافرضھم زید بن ثابت واقرؤھم ابی ابن کعب و لکل امة امین و امین ھذہ الامة ابوعبیدہ بن الجراح ھذا حدیث غریب لا نعرفه من حدیث قتادۃ الامن ھذہ الوجه۔

(ترمذی مناقب معاذ بن جبل الخ ج 2 ص 220)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے سب سے زیادہ میری امت پر رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور سب سے زیادہ سخت اللہ کے امر میں عمر ہیں اور سب سے زیادہ حیاء میں سچے عثمان ہیں اور حلال وحرام کا زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں فرائض دانی میں زیادہ زید بن ثابت ہیں اور زیادہ (اچھے) قاری ابی بن کعب ہیں اور ہر امت کا کوئی امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔"

## سب سے پہلا تیر راہِ خدا میں سعد ابن ابی وقاص نے پھینکا:

عن سعد بن ابی وقاص قال انی لاوّل العرب رمی بسھم فی سبیل الله"

(بخاری ومسلم مشکوٰۃ باب مناقب العشرۃ)

"حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں: میں عرب میں سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکنے والا ہوں۔"

## حضرت زبیر بن عوام کو فداک ابی وامی سے نوازا:

عن الزبیر قال قال رسول اللہ ﷺ من یاتی بنی قریظة فیاتینی بخبرھم فانطلقت فلما رجعت جمع لی رسول اللہ ﷺ ابویہ فقال فداك ابی و امی"

(بخاری ومسلم مشکوۃ حوالہ مذکور)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو بنی قریظہ کی خبر لائے؟ میں چلا۔ جب میں واپس لوٹا تو آپ نے میرے لئے اپنے ابوین کو جمع کر کے فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان۔"

(فضیلت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہے۔)

## حضرت زبیر نبی کریم ﷺ کے حواری ہیں:

عن جابر قال قال النبی ﷺ من یأتینی بخبر القوم یوم الاحزاب قال الزبیر انا فقال النبی ﷺ ان لکل نبی حواریا وحواری الزبیر"

(بخاری ومسلم مشکوۃ حوالہ مذکورہ)

حضرت جابر فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: احزاب کے دن کون ہے جو قوم کی خبر لائے؟ حضرت زبیر نے کہا: میں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے حواری (خواص) ہوتے ہیں میرے حواری زبیر ہیں۔"

## رؤیت جبریل سے عبداللہ بن عباس ممتاز ہیں:

حدثنا بندار ومحمود بن غیلان قالا نا ابو احمد عن سفیان عن لیث عن ابی جھضم عن ابن عباس انه رأی جبریل مرتین و دعا له النبی ﷺ مرتین ھذا حدیث مرسل ابو جھضم لم یدرك ابن عباس و اسمه بن سالم"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا اور نبی کریم ﷺ نے میرے لئے دو مرتبہ دعاء فرمائی۔

(ترمذی مناقب عبداللہ بن عباس)

## اسامہ بن زید محبوبیت میں حضرت علی سے پہلے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کو اپنی آل میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد۔ انہوں نے عرض کیا: ہم آپ کی اولاد کے بارے میں نہیں پوچھ رہے۔

قال احب اهلی الیّ من قال انعم الله علیه و انعمت علیه اسامة بن زید قالا ثم من؟قال ثم علی بن ابی طالب"

(ترمذی، مناقب اسامہ ص223)

آپ نے فرمایا: میرے اہل میں زیادہ محبوب وہ ہے جس کے بارے میں رب تعالیٰ نے "انعم الله علیه وانعمت علیه" یعنی اسامہ بن زید۔ پھر انہوں نے پوچھا: پھر کون ؟ آپ نے فرمایا: پھر علی بن ابی طالب۔"

(جزئی فضلیت کا انکار کرنے والوں کو بھی یہاں کوئی راہِ مفر نہیں ملے گی)

## ام المومنین حضرت خدیجہ کو رب تعالیٰ نے سلام کہلا بھیجا:

عن ابی هریرة قال اتی جبریل النبی ﷺ فقال یا رسول الله هذه خدیجة قد اتت معها اناء فیه ادام وطعام فاذا اتتك فاقرأ علیها السلام من ربها و منی وبشرها ببیت فی الجنة من قصب لا صخب فیه ولا نصب "

(بخاری و مسلم مشکوۃ باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ عرض کیا: یہ خدیجہ ہیں جنہوں نے آپ کے پاس طعام اور ادام (جس کے ساتھ ملا کر روٹی کھائی جائے) والا برتن لایا۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے رب کا اور میرا اسلام پہنچا دیں اور ان کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری دے دیں جس میں کوئی شور و غل نہیں ہوگا۔"

(ماخوذ از مطلع القمرین تصنیف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ص 51 تا 53)

(اس طرح جزئی فضلیت کی روایات بہت ہیں یہ تو صرف سمجھانے کیلئے چند روایات ذکر کردیں)

## تفضیلیہ (تفضیلی شیعہ) کافر نہیں، بدعتی ہیں:

(۱) ابوشکور سالمی "تمہید" میں فرماتے ہیں:

وبعض کلامھم بدعة ولا یکون کفرا وھو قولھم بان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنه کان افضل من ابی بکر وعمر و عثمان رضی اللہ عنھم"

ان تفضیلیہ کا بعض کلام بدعت ہے کفر نہیں وہ ان کا قول یہ ہے کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے۔"

(۲) عقائد بزدوی میں ہے:

"اقلھم غلوا الزیدیة فانھم کانوا لا یکفرون احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقولون ان ابا بکر وعمر کانا امامی حق و یفضّلون علیا علی سائر الصحابة

تمام رافضیوں سے کمتر غلو (شدت حد سے تجاوز) زیدیہ فرقہ کا ہے بیشک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو کافر نہیں کہتے اور یہ کہتے ہیں کہ بیشک ابوبکر اور عمر دونوں کی خلافت برحق تھی اور وہ سب صحابہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں۔

(عقائد بزدوی)

(۳) امام ابوعبداللہ ذہبی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے تفضیل شیخین کا بتواتر منقول ہونا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

قبح اللہ الرافضة ما اجھلھم"

خدا رافضیوں کا برا کرے، کس قدر جاہل ہیں یعنی حضرت مولیٰ علی کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں پھر ان (کے ارشادات) کا صریح خلاف۔"

(تاریخ الاسلام للذہبی دار الکتاب العربی بیروت 68/2_264,115/1)

(۴) فتح القدیر میں ہے:

"فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثه

روافض میں سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین

فمبتدع" خلفاء پر فضیلت دے، وہ بدعتی ہے۔
(فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ج1 ص304)

(۵) بحر الرائق میں ہے:

"الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فهو مبتدع" "رافضی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غیر (شیخین) پر فضیلت دے تو بدعتی ہے۔"
(البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ الامامۃ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ج1 ص611)

(۶) علامہ عبد العلی برجندی شرح نقایہ اور علامہ شیخ زادہ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرماتے ہیں:

"الرافضی ان فضل علیا فهو مبتدع" رافضی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (شیخین پر) فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے"
(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلوٰۃ باب الجماعۃ المکتبۃ الغفاریہ کوئٹہ 1، ص163)

(۷) شمس قہستانی کی شرح نقایہ میں ہے:

یکرہ امامۃ من فضل علیا فمبتدع" "جو شخص حضرت علی کو (شیخین پر) فضیلت دے اس کی امامت مکروہ ہے، وہ بدعتی ہے۔"
(جامع الرموز للقہستانی فصل یجمل الامام مکتبہ اسلامیہ تہران 172/1)

(۸) اشباہ والنظائر میں ہے:

ان فضل علیا علیهما فمبتدع بیشک جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دی وہ بدعتی ہے۔"
(الاشباہ والنظائر لابن نجیم حنفی کتاب السیر باب الردۃ الکتب العلمیہ بیروت ص159)
(مطلع القمرین تصنیف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ مع حاشیہ ص164 تا167)

---

تجوز الصلوۃ خلف کل بر وفاجر لقولہ علیہ السلام صلوا خلف کل بر و فاجر نماز ہر نیک اور فاسق وفاجر کے پیچھے جائز ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز

لان علماء الامة کانوا یصلون خلف کل الفسقه و اهل الاهواء و البدع هذا اذا لم یؤد الفسق او البدعة الی احد الکفر"

(شرح عقائد)

پڑھو ہر نیک و بد کے پیچھے۔ اسلئے کہ علمائے امت پر ہر فاسق اور اہل اھواء اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔ یہ اس وقت ہے جب فسق اور بدعت انسان کو کفر تک نہ پہنچائیں (کیونکہ کافر کے پیچھے نماز جائز نہیں)

تنبیہ:

جواز اور عدم جواز اور چیز ہے اور کراہت اور عدم کراہت اور چیز ہے۔ بدعتی اور فاسق کے پیچھے نماز جائز ہونے کے باوجود مکروہ ہے۔

خدارا!! غلو نہ کیجئے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاویٰ رضویہ" میں جابجا اس مسئلہ کو واضح کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والے (جبکہ تبرا والے نہ ہوں) تو وہ کافر نہیں، بلکہ بدعتی ہیں۔ اس لئے تفضیلی حضرات کا اپنے مؤقف پر قائم رہنا بھی اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے اور ان کو کافر کہنا بھی مسلک اہل سنت کے خلاف ہے۔

راقم نے سیاسی اور مذہبی تنظیموں کے اختلاف سے ہٹ کر اپنی دنیا بسائی ہوئی ہے۔ صرف اہل سنت و جماعت بریلوی مسلک کا ترجمان ہے، جو بات حق سمجھ آئے اسے قلمبند کرتا رہتا ہے۔ راقم نے کبھی اہل سنت کے علماء کے خلاف کبھی لکھا بھی نہیں لیکن پانچ چھ سال سے جو علمائے اہل سنت نے فتنہ وفساد بھڑکا رکھے ہیں، ان میں اپنا مؤقف بیان کرنا اور غلو کی نشاندہی کرنا صرف اصلاح کیلئے بہتر سمجھا ہے۔

افضلیت وفضیلت میں فرق:

دربارۂ تفضیل (افضلیت کے متعلق) حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں، فضیلت وافضلیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ فضیلت میں ضعاف بالاتفاق قابل

قبول ہیں اور افضلیت میں بالاجماع مردود و نامقبول۔ ضعیف حدیثوں کا قبول کرنا وہاں ہوگا جہاں نفع بے ضرر ہو۔اسی لئے حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا یا کسی کا ناحق مال ضائع کرنا، اسی طرح جہاں کسی قسم کا مخالفتِ شرع کا گمان ہو، وہاں ضعیف حدیثوں کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ انسانوں اور اعمال کے فضائلِ تفضیلیہ خواہ اجمالی دلائلِ صحیحہ سے ثابت ہوں، ان کی کوئی منقبتِ خاصہ جو صحاح وثواب سے متعارض نہ ہو ان میں ضعیف حدیث معتبر ہوگی کیونکہ ضعیف تو صرف تائید کیلئے آتی ہے اور اگر صحاح سے نہ بھی ثابت ہوں تب بھی قبول ہوگی کیونکہ صحاح میں اس کے کوئی متعارض حدیث نہیں۔

بیان افضلیت میں یعنی ایک دوسرے سے عنداللہ بہتر و افضل ماننا، یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے۔

بغیر ثبوت کے کسی پر حکم لگا دینا کہ وہ عنداللہ افضل ہے، جائز نہیں۔ ہوسکتا ہے جسے افضل کہا جارہا ہے وہ افضل نہ ہو بلکہ دوسرا ہو۔ اس طرح افضل کی شان کو کم کرنا لازم آئے گا، جو کسی صورت میں جائز نہیں۔

پھر وہاں کا کہنا ہی کیا ہے جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفصیل محقق (تحقیقی طور پر ثابت) ہو اور اس کے خلاف ضعیف حدیثوں کو سند بنایا جائے جس طرح آج کل کے جاہل لوگ حضرت شیخین رضی اللہ عنہما پر تفضیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں یہ تصریح مضادتِ شریعت و معاندتِ سنت ہے ولہٰذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا ہے۔

## تفضیل شیخین اجماعی ومتواتر ہے:

انصاف کی بات یہی ہے کہ اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی

آئے، قطعاً واجب التاویل ہے اوراگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر اجماعی ہے۔

## متواتر واجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے:

ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث: عرض علی عمر بن الخطاب وعلیه قمیص یجرّه قالوا فما اوّلت ذلك یارسول اللهﷺ قال الدین "مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ لمبی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے فرمایا: دین (ت) فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التخصیص به (ای بالفاروق رضی الله عنه) فهو معارض بالاحادیث الکثیرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی الله عنه فلا تعارضها الاحاد ولئن التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیة وهو قطعی فلا یعارضه ظنی" ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت 106/1)

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہل سنت وجماعت افضلیتِ صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے؟ (ت)

بالجملہ (حاصل کلام یہ ہے) مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضل سے نہیں، جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع۔

حیث قالا لیست هذه المسئلة یتعلق بها عمل فیکفی فیها بالظن الذی هو کاف فی الاحکام العلمیة بل هی مسئلة علمیة یطلب فیها الیقین

(شرح مواقف المقصد الرابع از موقف سادس السمعیات مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران 372/8)

ان دونوں (ماتن اور شارح) نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس میں دلیل ظنی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے، اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے (ت)

(ماخوذ از فتاوی رضویہ ج 5 ص 580 تا ص 582 بالاختصار مطبوعہ رضاء فاونڈیشن لاہور)

## خلافت راشدہ کا انکار:

مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں، جب تک زنا یا شرب خمر یا ترکِ صلوٰۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو۔ غرض ضروریات (دین) کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات "کما حققه العلماء المحققون من الائمة المتکلمین" جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے (ت)

ولہٰذا خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱۰۱)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے عقدہ حل ہو گیا کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر جب کافر نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین سے نہیں تو قطعی کیسے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قطعی کی دو قسمیں بیان کر کے واضح کر دیا کہ ایک قطعی کا منکر کافر ہے اور قطعی کی دوسری قسم کا منکر کافر نہیں۔

## اعتراض:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظنی ہے، قطعی نہیں۔ اس پر اجماع نہیں، اجماع کا قول باطل ہے۔

**اتنی بات یہاں ہی سمجھ لیں:**

کہ جن اعتراضات کو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ تفضیلیہ یہ کہتے ہیں اور آپ نے ان کے جوابات پہلے ہی دے دیئے ان کو ہی پھر سے ذکر کر دیا گیا ہے اور نحوی اور منطقی طور پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جو ارشادات فرمائے ان کو توڑ موڑ دیا گیا۔ "اجماع کا پس منظر" کے عنوان سے لکھا گیا ہے:

> "اب اس اجماع کا پس منظر واضح کرنے کی ضرورت ہے جو روزانہ کی بول چال میں ایک حقیقت عرفیہ بن گیا ہے۔ امام استاذ ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی متوفی ۴۲۹ء اپنی کتاب اصول الدین ص ۲۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

"فقال ابو الحسن الاشعری (المتوفی ۳۳۰ھ) یجب ان یکون الامام افضل اهل زمانه فی شروط الامامة ولا ینعقد الامامة لاحد مع وجود من هو افضل منه فیها فان عقدها قوم للمفضول کان المعقود له من الملوك دون الائمة ولهذا قال فی الخلفاء الاربعة افضلهم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی واختار شیخنا ابو العباس القلانسی جواز عقد الامامة للمفضول اذا کانت فیه شروط الامامة مع

"ترجمہ: ابوالحسن اشعری نے کہا: شروط امامت میں امام کا افضل اہل زمانہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اگر قوم کسی مفضول (غیر افضل) کو امام بنالے تو جس کو امام بنایا گیا ہوگا وہ بادشاہ ہوگا وہ خلیفہ نہیں ہوگا۔ بنا بریں اس نے خلفائے اربعہ کے بارے میں کہا کہ سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی افضل ہیں (رضی اللہ عنہم) ہمارے استاد ابو العباس قلانسی نے مفضول (غیر افضل) کی

وجود الافضل منه وبه قال الحسين بن فضل و محمد بن اسحاق بن خزيمة واكثر اصحاب الشافعي"

امامت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، باوجود افضل کے موجود ہونے کے، بشرطیکہ اس میں شروط امامت پائی جائیں۔اور یہی بات حسین بن الفضل ومحمد بن اسحاق بن خزیمہ اوراکثر شوافع نے کہی ہے۔"
(زبدۃ التحقیق ص 220-219)

آگے زبدۃ التحقیق ص ۲۲۲ پر یوں تحریر کیا گیا:

امامت کیلئے افضلیت کا عقیدہ روافض اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے۔روافض کا تو خلافت کے بارے میں سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ افضل تھے لہٰذا ان کو چھوڑ کر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا ہے لہٰذا خلافت منعقد نہیں ہوئی۔معتزلہ:قال النظام والجاحظ ان الامامة لا يستحقها الا الافضل (اصول الدین تصنیف عبدالقاہر بغدادی ص ۲۹۳) نظام و جاحظ معتزلیان نے کہا کہ امامت کا وہی حقدار ہے جو سب سے افضل ہے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب افضلیت کی بنیاد جس پر رکھی ہے و اہل سنت کا عقیدہ ہی نہیں ہے۔امام ابوالحسن اشعری افضلیت پر اجماع ہونے کے مدعی ہو کر افضلیت کے قطعی ہونے کے مدعی ہیں۔شیخ امام ابوالحسن اشعری کی اس رائے کے بارے میں ہم اشاعرہ کے ائمہ پیش کرتے ہیں۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اکنوں سخن درآں ماند کہ مسئلہ ترتیب افضلیت ترجمہ: اب بات یہ رہ جاتی ہے کہ کیا مسئلہ

یقینی است کہ برہان قاطع برآں گذشتہ چنانچہ ترتیب خلافت یا ظنی است کہ دلیل آں امارات وقرائن است برجحان واولویت رساند؟ بعض برانند کہ قطعی است ومختار نزد اکثر محققین آں است کہ ظنی است ،امام الحرمین در ارشاد بعداز اثبات خلافت علی الترتیب بطریق سوال میگویند،بعض از صحابہ راتفضیل می دہند بربعضے دیگر ہادر مسئلہ تفضیل وتفصیل آں سکوت واعراض میکند کہ بنائے مسئلہ تفضیل برآں است کہ امارت مفضول با وجود فاضل جائز نباشد ومعظم اہل السنۃ والجماعۃ برآنند کہ امام افضل باید ولیکن اگر نصب وے موجب ثوران وہرج ومرج ہیجان فتنہ وفساد گردد ونصب مفضول برتقدیر اہلیت واستحقاق او مر امامت را بااجماع شرائط آں از قرشیت وعلم بحلال وحرام ومصالح ومہام دین اسلام وورع وعدالت وشہادت وکفایت جائز باشد میگوید کہ نزد من ایں مسئلہ یعنی اولویت نصب افضل قطعی نیست ۔

(تکمیل الایمان ص58)

ترتیب افضلیت یقینی ہے کہ اس پر کوئی دلیل قطعی گزری ہو جیسا کہ ترتیب خلافت ہے یا ظنی ہے؟ کہ جس کا ثبوت صرف قرائن و علامات ہوں جو اس کو (افضلیت کو) راجح یا اولیٰ تک پہنچاتی ہوں؟ (جواباً کہتے ہیں) بعض علماء یہ رائے رکھتے ہیں کہ (یہ ترتیب افضلیت) قطعی ہے اور اکثر محققین کے نزدیک (ترتیب افضلیت) ظنی ہے، امام الحرمین اپنی کتاب ارشاد میں خلافت کو حسب ترتیب ثابت کرنے کے بعد بطور سوال کہتے ہیں: اب کیا کہتے ہیں علمائے کرام بعض صحابہ کو بعض دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں یا مسئلہ تفضیل اوراس کی تفصیل سے اعراض کرتے ہیں۔ اسی کا جواب (بقول شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ امام الحرمین) یوں دیتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل کی بنیاد اس پر ہے کہ امامت مفضول فاضل کی موجودگی میں جائز نہیں ہوتی اکثر اہل سنت والجماعت کی رائے یہ ہے امام افضل ہونا چاہیے لیکن اس کے امام مقرر کرنے سے افراتفری پیدا ہو اور فتنہ وفساد برپا ہوجائے تو اس کے امامت کا مستحق

ہونے پر اور صفات امام شرائط پر پورا اترنے پر جو کہ قریشی ہونا ہے۔ حلال وحرام کا عالم ہونا اور دین واسلام کی مہمات ومصالح کا جاننا ہے تقویٰ وپرہیز گاری ہونا ہے، بہادری اور عدالت کا ہونا ہے (دیگر صلاحیات کا جامع ہونا) اگر یہ شرائط پائی جائیں) تو مفضول کی امامت بھی درست ہے نیز (امام الحرمین امام غزالی کے استاد) کہتے ہیں: میرے نزدیک یہ مسئلہ یعنی افضل امام کے نصب کا اولیٰ ہونا یقینی اور قطعی نہیں ہے۔

چند سطور آگے چل کر شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ امام الحرمین کا محاکمہ نقل کرتے ہیں:

| | |
|---|---|
| پس صحیح آنست کہ در امامت وخلافت افضلیت شرط نیست پس امامت دلیل افضلیت نتواند بود ونزد ما دلیل دیگر نیست کہ قاطع بود ودلالت کند بر تفضیل بعض بر بعضے۔ | پس صحیح ہے کہ امامت وخلافت میں افضلیت شرط نہیں لہٰذا امامت دلیل افضلیت نہیں ہوسکتی اور ہمارے پاس کوئی دوسری دلیل نہیں جو قطعی ہو ایک امام کے دوسرے امام سے افضل ہونے پر دلالت کرے۔ |
| (تکمیل الایمان ص 58) | (زبدۃ التحقیق ص 222 تا ص 224) |

## اس عبارت سے مقصد بیان:

علامہ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی اوّلیت کو ان کی افضلیت پر دلیل بنایا ہے، یہ غلط ہے اور اسی سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے۔

## جواب

آیئے! علامہ اشعری وشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ کی عبارات کے مطلب کو بیان کرنے سے پہلے راقم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ پیش کرتا ہے کہ دو مسئلے ایک نہ بنائیں، دونوں کو علیحدہ علیحدہ رہنے دیں۔ دینی مدارس میں علم عقائد پر پڑھائی

جانے والی کتاب شرح عقائد کو دیکھیں، اس کے بعد مجھے امید ہے کہ قارئین کرام کو علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد بیان سمجھ آجائے گا۔

پہلا مسئلہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۳۷ء اپنی کتاب عقائد (جو عقائد نسفیہ سے مشہور ہے، شرح عقائد کا متن ہے) میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وافضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم علی المرتضی" | ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی المرتضی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ |

علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں بیان کیا ہے "والا حسن ان یقال بعد الانبیاء " بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ انبیاء کرام کے بعد سب انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ آپ کا درجہ انبیاء کرام پر بھی زیادہ ہے لیکن شارح نے ماتن کی عبارت کی توجیہ بیان کردی "لکنه اراد البعدیة الزمانیة ولیس بعد نبیا نبی" لیکن مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بعدیت سے مراد بعدیت زمانی لی ہے کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(شرح عقائد مع نبراس ص 484)

اسی سے یہ پتہ چل گیا کہ انبیاء کرام کے سوا تمام انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

<u>یہ ایک مسئلہ ہے:</u>

اسی کے مطابق الیواقیت والجواہر ص ۲۳۷ میں عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

"المبحث الثالث والاربعون فی بیان ان | تینتالیسویں بحث اس بیان میں ہے کہ رسول

| | |
|---|---|
| افضل الاولياء المحمديين بعد الانبياء والمرسلين ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم اجمعین" | اللہ ﷺ کی امت کے سب اولیاء سے افضل انبیاء ومرسلین کے بعد حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ |

اس کے بعد زیرعنوان آپ نے یوں ابتداء کی:

| | |
|---|---|
| "وهذا الترتيب بين هولاء الاربعة الخلفاء قطعی عند الشیخ ابی الحسن الاشعری ظنی عند القاضی ابی بکر الباقلانی" | یہ ترتیب افضلیت چار خلفاء راشدین کے درمیان امام ابوالحسن اشعری کے نزدیک قطعی ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا: ظنی ہے۔ |

اسی سے یہ واضح ہوگیا کہ علامہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے نزدیک خلافت دلیل افضلیت نہیں بلکہ افضلیت پہلے ہے۔

مزید وضاحت علامہ شعرانی اسی صفحہ میں یوں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وقال الشيخ ابو الحسن الاشعری ومما فضل به ابوبکر رضی الله عنه انه مازال بعين الرضاء من الله عزوجل" | شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلئے فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضاء میں رہے۔ |

یعنی نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی آپ نے بت پرستی نہیں کی، اگرچہ ایمان تو آپ نے بعثت کے بعد قبول کیا" اذ حکم السعادة دائر مع حکم التوحيد لامع الایمان'، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زمانۂ جاہلیت میں توحید پر قائم رہنے کی وجہ سے سعادت حاصل تھی نہ کہ ایمان کی وجہ سے (بلکہ اس وقت مؤحد کو ایماندار کہا جاتا، اگرچہ زمانہ فترت میں کوئی کتاب نہیں تھی اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے کوئی خبر لائی کہ اسے عام اصطلاح میں "ایمان" کہا جاتا۔

## اسی مسئلہ فضیلت کے مطابق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول دیکھئے:

گفتہ اند کہ علامات اہل سنت سہ چیز است تفضیل شیخین ومحبۃ الختنین والمسح علی الخفین ابوبکر وعمر را فاضل دانستن و علی وعثمان را محبت داشتن وجواز مسح موزہ را اعتقاد کردن ایں سہ چیز شان اہل سنت وجماعت است کہ اہل بدعت بداں قائل نیستند۔

(تکمیل الایمان ص 78)

بیان کیا گیا ہے کہ اہل سنت کی علامت تین چیزیں ہیں: شیخین کو فضیلت دینا اور آپ کے دو دامادوں سے محبت کرنا اور اعتقاد مسح علی الخفین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے افضل ہونے کا عقیدہ رکھنا اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا اور موزے پر مسح کے جائز ہونے کا اعتقاد رکھنا یعنی جن میں یہ تین چیزیں پائی جائیں وہی اہل سنت وجماعت ہیں جو ان کے قائل نہیں وہ بدعتی ہیں۔

## اسی مسئلہ افضلیت کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا قول دیکھئے:

وعبارۃ الشیخ {(ابن عربی) (المتوفی ۶۳۸)} فی الباب الثالث والتسعین عن الفتوحات اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ھو افضل من ابی بکر غیر عیسی علیہ السلام وذلک انہ اذا انزل بین یدی الساعۃ لا یحکم الا بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیکون لہ یوم القیامۃ حشران حشر فی زمرۃ الرسل بلواء الرسللۃ وحشر فی زمرۃ الاولیاء بلواء الولایۃ انتھی"

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات کے باب ۹۳ میں فرماتے ہیں: یقین کرلو بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اس لئے کہ وہ قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہی فیصلے کریں گے اسی وجہ سے قیامت کے دن ان کے دو حال ہوں گے وہ رسالت کا جھنڈا اٹھائے رسولوں کی جماعت میں بھی ہوں گے اور ولایت کا

(الیوقیت والجواہر ص438) جھنڈا اٹھائے اولیاء اللہ کی جماعت میں بھی ہوں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے امتی ہونے کا شیخ کا قول رد کرتے ہوئے شیخ کمال الدین بن ابی شریف اپنے حاشیہ میں بیان کرتے ہیں:

" الذی یتجہ ان عیسی علیہ السلام لا یعد من امۃ محمد ﷺ لانہ غیر داخل فی دعوتہ ولا من امۃ الملۃ انتھی"

(الیوقیت والجواہر ص438)

شیخ کے قول پر یہ اعتراض متوجہ ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی امت میں داخل نہیں کیونکہ وہ امت دعوت میں بھی داخل نہیں اور امت ملت یعنی امت اجابت میں بھی داخل نہیں۔ (واللہ اعلم)

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا راز ایک راز ہی ہے:

وقال الشیخ فی الباب الثالث وثلاثمائۃ من الفتوحات اعلم ان السر الذی وقر فی صدر ابی بکر رضی اللہ عنہ وفضل بہ علی غیرہ ھو القوۃ التی ظھرت فیہ یوم موت رسول اللہ ﷺ فکانت لہ کالمعجزۃ فی الدلالۃ علی دعوی الرسالۃ فقوی حین ذھلت الجماعۃ لانہ لا یکون صاحب التقدم والامامۃ الا ما صاحیا غیر سکران "

(الیوقیت والجواہر ص438)

شیخ رحمہ اللہ نے فتوحات کے باب ص ۳۰۳ میں بیان فرمایا بیشک ایک راز تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں جس کی وجہ سے آپ کو دوسرے تمام لوگوں پر فضیلت حاصل رہی یہ آپ کی کرامت ایسے تھی جس طرح اللہ کے رسول کے دعویٔ رسالت پر معجزہ ہوتا ہے آپ نے اس وقت بہادری سے خطبہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا آگے بڑھنے والا اور خلافت کا حقدار وہی ہوتا ہے جس کے ہوش وحواس سلامتی میں رہیں حالانکہ دوسرے صحابہ کرام غم سے نڈھال ہونے کی وجہ سے اپنے حواس کو برقرار نہ رکھ سکے تھے۔

## اصل میں شیخ کا استدلال ایک حدیث پاک سے ہے:

وقال ﷺ ما فضلکم ابوبکر بکثیر صوم ولا صلوۃ ولکن بسر وقر فی صدرہ۔

(الیوقیت والجواہر ص 446)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو زیادہ روزں یا زیادہ نمازوں کی وجہ سے تم پر فضیلت حاصل نہیں بلکہ ایک راز جوان کے سینے میں ہے اس کی وجہ سے ان کو تم پر فضیلت حاصل ہے۔

خیال رہے کہ اس راز کی وضاحت حدیث پاک میں نہیں، شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اجتہاد سے جو بیان کی، وہ ذکر کردی گئی۔ عین ممکن ہے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی خصوصی محبت ہو، خصوصی جان نثاری ہو یا آپ کا زمانۂ جاہلیت میں توحید پر قائم رہنا ہو، واللہ اعلم۔

## شیخ تقی الدین ابی المنصور کا عقیدہ:

و یعتقد ان ابابکر رضی اللہ عنہ افضل من سائر الامۃ المحمدیۃ و سائر امم الانبیاء واصحابھم لانہ کان ملازما لرسول ﷺ بالصدیقیۃ لزوم الظل للشاخص حتی فی میثاق الانبیاء ولذلك اول من صدق رسول اللہ ﷺ۔

(الیوقیت والجواہر ص 438)

شیخ تقی الدین اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی تمام امت سے افضل ہیں اور تمام انبیاء کرام کی امتوں اور ان کے اصحاب سے آپ افضل ہیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ صدیقیت میں اس طرح لازم رہے جیسے کسی چیز کا سایہ اس کے ساتھ لازم رہتا ہے یہاں تک کہ میثاق انبیاء میں بھی آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اسی لئے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنے والے آپ ہی تھے۔

## مطلق فضیلت پرامام بخاری کاعنوان؟

باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ (بخاری، جلد اول)

**دوسرا مسئلہ:**

ابھی تک پہلا مسئلہ بیان ہوا کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اب دوسرا مسئلہ یہ سمجھیں کہ مطلقاً خلافت کا حکم کیا ہے؟

ولا یشترط فی الامام ان یکون معصوما ای معصوما عن الذنوب خلافا للشیعة ومطلوبهم عن ذلك ابطال خلافة كل من عدا الائمة الاثنی عشر"

(شرح عقائد مع نبراس ص529)

حاکم کیلئے گناہوں سے معصوم ہونا ضروری نہیں، شیعہ کا اس میں اختلاف ہے، مطلوب ان کا اس سے یہ ہے کہ بارہ اماموں کے بغیر سب کی امامت باطل ہے ان کے معصوم ہونے کی چونکہ شارع نے خود خبر دی ہے۔

ولا یشترط ان یکون افضل اهل زمانه لان المساوی فی الفضیلة بل المفضول الاقل علما او عملا ربما کان اعرف بمصالح الامامة ومفاسدها واقدر علی القیام بمواجبها لا اعظم مدار السلطنة هو علی المهارة بامور الدنیا لا علی المهارة بالعلم الشرعی و کثرة العبادة خصوصا اذا کان نصب المفضول ادفع للشر و ابعد من اثارة الفتنة۔

(شرح عقائد مع نبراس ص535)

یہ شرط نہیں کہ حاکم اپنے زمانے کے سب لوگوں سے افضل ہو اس لئے کہ فضیلت میں دوسرے لوگوں کے مساوی بلکہ فضیلت میں کم درجہ جس کا علم اور عقل کم ہو بسا اوقات وہ حکومت کی مصالح و مفاسد کو زیادہ جانتا ہے اور وہ زیادہ طاقت رکھتا ہے حکومت کے اسباب کو قائم رکھنے کی یعنی عدل کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنے کی اس لئے کہ سب سے بڑی چیز حکومت چلانے کیلئے دنیاوی معاملات میں کامل مہارت کا پایا جانا ہے صرف علم شرعی میں مہارت اور زیادہ عبادت کرنا کافی نہیں۔

## خلفاء راشدین عمومی قانون خلافت سے بلند و بالا ہیں:

| | |
|---|---|
| وخلافتهم ای نیابتهم عن رسول الله ﷺ بحيث يجب على كافة الامم ای جميع طوائف المومنين ثابتة على هذا الترتيب ای ترتيب الفضيلة۔ | خلفائے راشدین کی رسول اللہ ﷺ کی خلافت و نیابت اسی ترتیب کے مطابق ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے۔" |

یعنی رسول اللہ ﷺ کی خلافت آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام مہاجرین و انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ ابتدائی طور پر کچھ مشاورت کچھ منازعت کا سلسلہ قائم ہوا لیکن نبی کریم ﷺ کی حدیث "الائمۃ من قریش" سامنے آنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| یا معشر الانصار الستم تعلمون ان رسول الله ﷺ امر ابی بکر یوم الناس فی الصلوة فما لکم تؤخرونه فقالوا معاذ الله ان نؤخره وقال سعد بن عبادة لابی بکر نحن الوزراء وانتم الامراء فاخذ عمر بيد ابی بکر فبایعه ثم المهاجرون ثم الانصار " (شرح عقائد مع نبراس ص 494,493) | اے انصار کی جماعت! کیا تم جانتے نہیں بیشک رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو نماز میں لوگوں کی امامت کا حکم دیا تو تم دیر کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ کہ ہم دیر کریں سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر کو کہا ہم وزراء ہیں اور تم امراء ہو۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا تو ان کی بیعت کر لی پھر مہاجرین صحابہ کرام نے بیعت کی پھر انصار نے۔ |
| ولو لم تكن الخلافة حقا لما اتفق عليه الصحابة " | اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حق نہ ہوتی تو صحابہ کرام کا اس پر اتفاق نہ ہوتا۔" |
| "لان اجماع الامة على الباطل ممنوع | اسلئے کہ امت کا اجماع باطل پر ممنوع ہے |

ولاسیما الصحابة الذین هم افضل البشر بعد انبیاء

خاص کر کے صحابہ کرام جو انبیاء کرام کے بعد افضل البشر ہیں ان میں باطل پر اجماع کیسے ہوسکتا ہے۔

## نتیجہ واضح ہوا:

خلفائے راشدین کی فضلیت کی ترتیب پہلے سے اور خلافت کی ترتیب بعد میں۔ خلافت دلیلِ فضلیت نہیں بلکہ فضلیت دلالت ہے خلافت کے حق ہونے پر۔

## خلفائے راشدین کی خلافت کے حق ہونے پر ارشاد مصطفوی ﷺ:

قال رسول اللہ ﷺ الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تصیر ملکا عضوضا"

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد خلافت تیس سال ہے، اس کے بعد بادشاہت کاٹ کھانے والے ہوگی۔"

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل راقم کی کتاب "نجوم التحقیق" میں دیکھئے۔ اب اس تفصیل کے بعد علامہ اشعری اور شیخ کی عبارات سمجھئے۔

## علامہ اشعری رحمہ اللہ خلافت وملوکیت کا فرق بیان کرر ہے ہیں:

اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھئے کہ "یـجب" کا لفظ "یثبت" کے معنی میں ہے یعنی امام کیلئے یہ ثابت ہے، یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہو۔ امام کا افضل ہونا شرط ہے خلافت کاملہ کیلئے، افضل کے ہوتے ہوئے خلیفہ کامل کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا اگر مفضول کو خلیفہ (حاکم) بنادیا جائے تو اس میں ملوکیت ہوگی، خلافت نہیں ہوگی۔

خلفائے راشدین کی خلافت کو خلافت نبوت کہا گیا ہے، وہ صرف کامل نہیں بلکہ اکمل ہے۔ اس میں یقیناً خلیفہ اول میں افضلیت بھی اول درجہ کی ہے، اسی طرح خلیفہ ثانی میں فضلیت بھی ثانی درجہ کی ہے اور خلیفہ ثالث میں فضلیت بھی ثالث درجہ کی

ہے اور خلیفہ رابع میں فضلیت بھی رابع درجہ کی ہے۔

اس کے بعد خلافتِ عامہ کا ذکر فرمایا جو عام قانون کے مطابق ہے کہ مفضول کو فاضل کے ہوتے ہوئے بھی خلیفہ بنانا جائز ہے۔ اب اس وضاحت کے بعد کہ خلفائے راشدین کو خلافت نبوت حاصل ہے تو یقیناً ہر خلیفہ کی افضلیت کے مطابق خلافت ہے۔

اب منطقی طور پر شاہ صاحب نے جو شکل اول بنائی ہے، اس میں صغریٰ و کبریٰ خلافتِ نبوت کے مطابق بنائیں تو نتیجہ درست ہوگا۔ صغریٰ بھی صحیح ہوگا اور کبریٰ بھی صحیح ہوگا۔

صغریٰ = حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ بنایا گیا۔

کبریٰ = ہر وہ جو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہو وہ افضل ہوگا۔

نتیجہ = حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہوئے۔

## زبدۃ التحقیق میں عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کی گئی:

بالجملة فلا ينبغي الخوض في مثل ذلك الا مع وجود نص صريح مع انا قائلون بترتيب هؤلاء الخلفاء الاربعة كما عليه الجمهور و انما خالفناهم في علة التقديم فهم يقولون هي الفضل ونحن نقول هي تقدم الزمان ولو ان كل متأخر كان مفضولا لكان من تقدم محمد ﷺ افضل منه ولا قائل بذلك احد من المحققين۔ (اليواقيت والجواهر ص۳۳۲)

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ نص صریح کے بغیر ایسے مسائل میں غور وحوض نہیں کرنا چاہیے باوجود اس بات کے کہ ہم لوگ ان خلفائے اربعہ کی ترتیب کے قائل ہیں (جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے) ہم نے صرف ترتیب میں مقدم ہونے کی وجہ میں ان (جمہور کی) مخالفت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: علت تقدیم (خلافت میں مقدم ہونے کی وجہ) افضلیت ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ زمانے میں مقدم

ہونا (یعنی اس کی وجہ افضلیت نہیں) اور اگر ہر پیچھے آنے والا مفضول (کم درجہ والا) ہوتا تو پھر لازم آتا تھا جو محمد ﷺ سے پہلے آیا وہ سرکار ﷺ سے افضل ہوتا حالانکہ محققین میں سے کوئی ایک بھی اس کا قائل نہیں۔ (زبدۃ التحقیق ص ۲۰۳،۲۰۴)

## اس عبارت کی نقل سے مقصد بیان یہ ہے:

زمانے کے تقدیم کو بالذات کوئی شرف حاصل نہیں اور رخلافت کی تقدم کو بھی حتمی طور پر دلیل افضلیت سمجھنا، یہ ایک علمی لغزش ہے۔ (زبدۃ التحقیق ص ۲۰۲)

## اصل خرابی کی وجہ یہ ہے کہ تین چیزوں کو ایک بنا دیا ہے:

جب علم عقائد کا مسئلہ آجائے کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ترتیب افضلیت پہلے ہے اور ترتیب خلافت اسی فضیلت کے مطابق ہے اور عام خلافت کے قوانین سے خلافت خلفائے راشدین بلند بالا ہے تو علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد بھی سمجھ آجائے۔

آیئے! توجہ فرمائیں!! علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد سمجھئے۔ آپ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ "خلافت علتِ افضلیت نہیں۔" یہی اہل سنت کا مذہب ہے کہ افضلیت پہلے ہے، اسلئے قانون یہی ہے کہ متأخر فی الوجود علت نہیں بن سکتی، متقدم فی الوجود کی۔ اگر صرف تقدم زمانی کو علت افضلیت مانا جائے تو اس میں خرابی یہ لازم آئے گی کہ نبی کریم ﷺ سے دوسرے انبیاء کرام افضل ہو جائیں کیونکہ سب ہی آپ سے زمانہ کے لحاظ پر مقدم ہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نفی نہیں کی کہ ترتیب افضلیت کے مطابق ترتیب خلافت ہے۔ ترتیب خلافت حق ہے، نبی کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی "الخلافة ثلاثون سنة" سے۔ جب خلافت ترتیب افضلیت کے مطابق ہے اور اس قید سے خلافت کا تقدم بھی دلیل افضلیت بن سکتا ہے۔

## شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کی عبارت پیش کی گئی:

الیواقیت والجواھر ۲/۳۳۲ پر شیخ امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ء بحوالہ محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ء ارقام فرماتے ہیں:

اعلم ان الخلفاء الاربعة لم يتقدموا فی الخلافة الا بحسب اعمارهم فان الاهلية للخلافة موجودة فيهم من جميع الوجوه فكان سبقهم لايقتضى التفضيل بمجرده"

ترجمہ: یہ بات جان لے کہ خلفائے اربعہ خلافت میں صرف عمروں کے لحاظ سے آگے ہوئے ہیں خلافت کی قابلیت ان میں ہر طرح سے موجود تھی ان کا خلافت میں دوسروں سے مقدم ہونا فضیلت کا تقاضا نہیں کرتا۔

## اس پر تبصرہ یوں کیا گیا:

"امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتادیا کہ خلاف میں تقدم کے حوالے سے افضلیت پر استدلال کرنا یہ علمی لغزش ہے کہ پہلے خلیفہ بننا صرف زمانے میں تقدم کا معنی دیتا ہے، افضلیت کا معنی نہیں دیتا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی صفحہ پر آخری سطور میں خلاصہ کلام درج ہے۔

بالجملة فلا ينبغی الخوض فی مثل ذلك الا مع وجود نص صريح مع انا قائلو ن بترتيب هولاء الخلفاء الاربعة كما عليه الجمهور وانما خالفناهم فی علة التقديم فهم يقولون هی الفضل ونحن نقول هی تقدم الزمان ولو ان كل متأخر كان

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے معاملات میں غور وخوض نہ کرنا چاہیے مگر نص صریح کے ذریعے سے (کسی واضح دلیل کے ذریعے سے) باوجود یکہ ہم ان خلفائے اربعہ کی ترتیب کے قائل ہیں جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے اگر ہر متاخر مفضول ہوتا تو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے

مفضولا لکان من تقدیم محمد ﷺ افضل منه ولا قائل بذلك محقق"

مقدم ہوا وہ آپ ﷺ سے افضل ہوتا اور محققین میں اس بات کا کوئی قائل نہیں۔

(زبدۃ التحقیق ص 347 تا ص 349)

پہلی جو عبارت پیش کی گئی ہے، اس پر اگرچہ محشی نے یوں بیان کیا:

"قلت الذی نعتقده ان تقدیم الخلفاء الاربعة کان بالفعل و الزمان معا وھذا اولی مما قاله الشیخ والله اعلم فلیتامل"

میں کہتا ہوں کہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ بیشک خلفاء اربعہ کی تقدیم (بالترتیب) فضل اور زمانے دونوں سے ہے یہ زیادہ بہتر ہے، اس سے جو شیخ نے کہا۔ واللہ اعلم، سوچنا چاہیے۔

راقم کا عقیدہ بھی یہی ہے لیکن شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کا بھی ہمارے عقیدہ کے مخالف نہیں جس طرح پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ خلفائے راشدین کی افضلیت کی ترتیب پہلے ہے اور خلافت کی بعد میں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو توفیق ہی یہ عطاء فرمائی کہ انہوں خلفاء کا تقرر بھی ان کی فضلیت کی ترتیب مطابق کیا۔

شیخ کی پہلی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ ترتیب خلافت میں اور حکمت بھی تھی کہ رب تعالیٰ نے ان کی عمروں کے مطابق ان کے تقرر کے فیصلہ کی صحابہ کرام کو توفیق عطاء کردی۔ "فلما سبق فی علم الله ان ابابکر یموت قبل عمر و عمر قبل عثمان وعثمان یموت قبل علی" جب اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ موجود تھا کہ بیشک حضرت ابوبکر کی وفات عمر سے پہلے آئے گی اور حضرت عمر کی وفات حضرت عثمان سے پہلے آئے گی اور حضرت عثمان کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہم سے پہلے آئے گی تو اسی طرح صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطاء فرمائی کہ انہوں نے خلفاء کو اسی ترتیب کے مطابق مقرر کر دیا۔

دوسری عبارت سے اصل مسئلہ یہ بیان کیا گیا کہ تقدیم خلافت بالترتیب کی علت ہر ایک کی عمروں کے مطابق تقدیم بالزمان ہے علت فضیلت نہیں۔

مسئلہ یہ بیان ہی نہیں ہوا کہ خلیفہ اول سب سے افضل تھا یا نہیں بلکہ مسئلہ یہ بتایا گیا کہ تقدیم کی علت کیا تھی؟

حقیقی بات تو یہ ہے جو حضرت علامہ سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور نے فرمایا تھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو اگر صحیح سمجھا تو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا۔ کئی لوگوں نے شیخ کے اقوال کی غلط ترجمانی کی۔

## سید الاولیاء حضرت مہر علی شاہ رحمہ اللہ کے قول کو بھی سمجھئے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل بنانے کی ناکام کوشش میں یوں کہا گیا:

## مجدد گولڑوی کا بیان:

رئیس المجددین فاتح قادیان، نائب غوث الثقلین خواجہ خواجگان سید السادات پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ملتی جلتی بات ارشاد فرمائی خلافت مرتضوی کا سب سے آخر میں ہونا موجب تقصیر نہیں بلکہ فضیلت ہے دیکھو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ ظہور میں سب انبیاء سے آخر ہیں۔

(ملفوظات مہریہ، ملفوظ 150 ص 111 بحوالہ زبدۃ التحقیق ص 347)

اس عبارت سے پہلے تمام ملفوظ کو پڑھیے تو عقدہ حل ہو جائے گا۔

## ملفوظ ۱۵۰:

ایک دن علاقہ گھیبی سے دو آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مسئلہ خلافت خلفائے اربعہ میں تحقیق طویل بطور استفسار شروع کر دی۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں شیعہ عقیدہ کے تھے، حضرت قبلہ عالم سرہ نے اس موقع پر جو تقریر فرمائی اس کا خلاصہ یہ

ہے کہ اصحابِ ثلاثہ کے حق میں زبان طعن کھولنا اچھا نہیں ان بزگواروں نے جس طرح دین اسلام کی اعانت اور خدمت کی وہ تاریخ اور سیرت جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ تاریخ نویس کو مذہب کی حمایت کا خیال نہیں ہوتا، تاریخ نگاری میں صرف واقعات حقیقت مدنظر رکھے جاتے ہیں ہیں اور کوئی واقعہ چھپایا نہیں جاتا۔ اس کے برعکس اہل تحقیق خلافت کو کتاب وسنت سے امر موعود و معہود دیکھتے ہیں۔ آیت......... "وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم "اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطاء کرے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا.......... سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفاء بہت سے ہونے تھے نہ صرف ایک "ھم ضمیر جمع کی ہے" اور اسی کے مطابق واقعات ظہور میں آئے۔ چنانچہ حدیث "الخلافة من بعدی ثلاثون سنة " سے ایسا ہی ثابت ہوا ہے۔ اگر ابتداءِ خلافت مولنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقرر ہوتی اور شیخین ان کے معین و مشیر ہوتے تو تو اچھا ہوتا اور اگر صدیق اکبر خلیفہ اول ہوئے اور مولنا رضی اللہ عنہ بحکم "رحماء بینھم" ان کے معین ہوئے تو بھی اچھا ہوا لیکن خلافت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

پھر ان دونے عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم میں افضل تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا: بے شک مولا علی رضی اللہ عنہ کا علم شمع روحانیت محمدی سے مقتبس ہے اور نبی کا علم الوہیت سے لیکن اس بات سے خلافت اولیٰ کا انکار ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی خلفائے ثلاثہ کی عدم قابلیت ثابت ہوتی ہے "قد جعل اللہ لکل شیء قدراً" اللہ تعالیٰ نے ہر امر کیلئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے) انتظامی سیاست کے امور اور تدابیر حرب میں حضرات شیخین ید طولیٰ رکھتے تھے جو کام انہوں نے کیا وہ بلحاظ انتفاع اسلام و مسلمین قابل تعریف و تحسین ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ شیخین نے اپنی وفات کے وقت

خلافت کو اپنی اولاد کے سپرد نہیں کیا اور نہ کسی کو ان کی بیعت کا امر فرمایا باوجودیکہ ان کی اولاد بھی اکابر صحابہ میں سے تھے۔ بیت المال و غنائم کے خرچ میں بھی ہر گز متہم نہیں ہوئے، اپنی معاش دوسروں کی طرح رکھتے تھے، سادہ کپڑے پہنتے اور روسائے عجم کی طرح کا لباس کبھی ان کا معمول نہ ہوا۔ پس ایمان صحیح ان کے اتہام پر فتوی نہیں دیتا خلافت مرتضوی کا سب سے آخر میں ہونا موجب تقصیر شان نہیں ہے بلکہ فضلیت ہے دیکھو کہ سید عالم ﷺ مرتبہ ظہور میں سب انبیاء سے آخر ہیں۔

(ملفوظات مہریہ ص 111,110)

حضرت صاحب کے مکتوب سے بہت واضح ہے سوال خلافت کے بارے میں ہے، افضلیت کے بارے میں نہیں۔ آپ نے فرمایا: سب کی خلافت برحق تھی۔ اللہ تعالیٰ کو جیسا منظور تھا ایسا ہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ مقرر کرنے کا تو ان کی خلافت برحق ہوتی۔

جب آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت تو زیادہ علم رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے آپ کا علم نبی کریم ﷺ کے علم سے مقتبس تھا اور نبی کریم ﷺ کا علم رب تعالیٰ کے علم سے مقتبس تھا لیکن اس کا تعلق خلافت سے کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بعد میں خلیفہ بنانا آپ کی شان کو کم نہیں کر رہا بلکہ "رحماء بینھم" کی وجہ سے آپ کو فضلیت حاصل رہی۔

خیال رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کا تو انکار نہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا آپ سب سے افضل تھے یا تین خلفاء کے بعد سب سے افضل تھے، اسے حضرت صاحب نے بیان ہی نہیں فرمایا۔

## آیئے! سیدنا حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ کا عقیدہ آپ کی کتب میں دیکھئے:

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے عقیدہ کے متعلق بیان:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی سب تعریف خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے

هدانا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له موصوف بما نص علیه فی القرآن المجید بحسب ما اراد و ان محمدا ﷺ عبده و رسوله وان ما جاء به النبی علیه السلام حق وان خلافة الخلفاء الاربعة علی الترتیب الذی وقع حق فهذه عقیدتی علی سبیل الاجمال و کفی بالله شهیدا"

(فتاوی مہریہ ص3)

ہمیں ہدایت فرمائی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے، میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے کوئی اور عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ان صفات سے جو قرآن مجید میں منصوص ہیں ویسا ہی موصوف ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا اور گواہی دیتا ہوں کہ حضور پر نور جناب محمد ﷺ اس کے بندۂ خاص اور رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی طرف سے لائے وہ حق ہے اور خلفائے اربعہ کی خلافت ترتیب واقعی کے مطابق حق ہے۔ پس میرا اجمالی طور پر یہ عقیدہ ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔

آنجناب سے اجمالی طور پر آپ کے عقیدہ کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ نے تحریر فرمایا۔ (حاشیہ فتاوی مہریہ ص ۳)

"وان خلافة الخلفاء الاربعة علی الترتیب الذی وقع حق"

"اور خلفائے اربعہ کی خلافت ترتیب واقعی کے مطابق حق ہے۔"

اس مندرجہ عبارت کی طرف توجہ فرمائیں کہ جو ترتیب واقع میں ان کو حاصل تھی، اسی کے مطابق ان کو خلافت بھی حاصل ہوئی، وہ حق ہے۔ چار یاروں کا آپ نے ذکر فرمایا پانچ یاروں کا ذکر نہیں فرمایا۔

پھر یہ فرمایا "فهذه عقیدتی علی سبیل الاجمال و کفی بالله شهیدا

""یعنی آپ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اپنا عقیدہ بیان فرمادیا کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے، راقم کا کام تو صرف بیان کرنا ہے۔

## آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کون مراد ہیں؟

مخلصی فی اللہ برکت علی حفظک اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!! اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم، قال رسول اللہ ﷺ لکل نبی آل وعدۃ و آلی وعدتی المؤمن"

ہر ایک نبی کے لیے اتباع وجماعت ہیں اور میری تابعین اور جماعت وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھ کو صدقِ دل سے سچا نبی مانا ہے۔ اس حدیث سے جس کو حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ کی دوسری جلد میں بجواب سوال حکیم ترمذی ذکر کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ آلِ محمد سے مراد سب مومن ہیں، اقارب وازواج واولاد وغیرہم اور لغت والوں جیسا کہ قاموس وغیرہ نے بھی معنی اقارب واتباع لیا ہے۔

ہاں!! اس میں شک نہیں کہ کسی مقام میں اہل بیت وآل محمد سے مراد وہ اقارب ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے، چنانچہ آل علی وآل جعفر وآل عقیل وآل عباس علیہم الرضوان اور کسی جگہ پر نظر بقرینہ مقام اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وازواج مطہرات اور کسی جگہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا وحسن وحسین وعلی علیہم السلام۔

خلاصہ آنکہ لفظ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ درود شریف اور آل ابراہیم اور آلِ فرعون سے مراد اتباع اور پیرو لوگ ہیں، ماسوائے درود شریف جیسا جیسا مقام ہوگا بقرینۂ مقام خاص خاص معانی مراد ہوں گے۔ والسلام۔ (فتاوی مہریہ ص ۱۸)

آپ کے فتویٰ سے واضح ہو گیا کہ "آل" صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے ہر جگہ خاص نہیں۔ ہاں! کسی جگہ قرینہ کے پائے

جانے سے تخصیص بھی ہوگی، آل سے مراد تمام متبعین بھی ہیں۔اور آل سے مراد ازواج مطہرات بھی ہیں اور آل سے مراد آلِ علی اور آلِ جعفر اور آلِ عقیل اور آلِ عباس بھی ہیں۔

تنبیہ:

سیدنا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی تصنیف ''تصفیہ ما بین السنی والشیعہ'' سے کافی اقتباس میں نے ''تفسیر نجوم الفرقان'' میں نقل کئے ہیں، جو ''نجوم التحقیق'' کے نام سے علیحدہ کتاب چھپ چکی ہے۔

## خلافت ظاہرہ اور باطنہ کا فرق بھی باطل ہے:

اس نیابت نبوی کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس کے قریب ہو، پس اسے صورتِ خلافت یعنی ریاست عامہ اور معنی خلافت یعنی قربِ انبیاء دونوں کا جامع ہونا چاہیے جیسا کہ خلفاء اربعہ علیہم الرضوان تھے، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں صورتِ خلافت یعنی ریاست عامہ اور اجتماع مسلمین بدرجۂ اتم موجود تھا اور عہد مرتضوی میں اگرچہ معنی خلافت یعنی قربِ نبوی بدرجۂ کمال تھا لیکن ریاست عامہ اور اجتماع مسلمین خلفائے ثلاثہ کے دور کی طرح نہ تھا۔ (فتاویٰ مہریہ ص ۱۴۵)

سیدنا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ارشاد کو یوں سمجھئے، آپ فرماتے ہیں: خلافتِ نبوت جو تیس سال تک تھی اس کا مستحق وہی شخص تھا جو خلافت ظاہرہ اور خلافت باطنہ کا جامع تھا۔ پہلے تینوں خلفاء میں دونوں درجے کامل پائے گئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خلافت باطنہ تو کامل درجہ کی ہی رہی لیکن خلافت ظاہرہ خلفشار وغیرہ کی وجہ سے پہلے تین خلفاء کی طرح کامل درجہ کی نہیں پائی گئی۔

یہ بھی خیال رہے کہ آپ نے چار خلفاء کا ذکر کیا ہے کیونکہ جھگڑا ہی چار میں تھا۔

## "زبدة التحقیق" میں ابن حزم کی کتاب الملل والنحل کی عبارات لی گئی ہیں:

اسی طرح عبدالکریم شہرستانی کی عبارات لی گئی ہیں۔ شہرستانی کی کتاب کا نام بھی "الملل والنحل" ہے۔

آیئے! کشف الظنون کو دیکھئے، الملل والنحل کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے:

الملل والنحل متعددة صنف فيها جماعة منهم ابو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادى المتوفى ٤٢٩ ھ وابو مظفر طاهر بن محمد الاسفرائنى والقاضى ابو بكر محمد بن الطيب الباقلانى المتوفى ٤٠٣ ھ وابو محمد على بن احمد المعروف بابن حزم الظاهرى المتوفى ٤٥٦ ھ وهى كتاب الفصل بين اهل الاهواء والنحل مر فى الكاف قال التاج السبكى فى الطبقات كتابه هذا من اشر الكتب وما برح المحققون من اصحابنا ينهون عن النظر فيه لما فيه من الازدراء باهل السنة وقد افرط فيه فى التعصب على ابى الحسن الاشعرى حتى صرح بنسبته الى البدعة، انتهى ومنهم صنف ابوالفتح الامام محمد بن عبدالكريم الشهرستانى المتوفى ٥٤٨ھ فقد قال فيه ايضا هو عندى خير كتاب صنف فى هذا الباب، وقال الشيخ (الاكبر محى الدين ابن عربى) فى الفتوحات لا يجوز النظر فى كتب الملل والنحل لاحد من القاصرين واما صاحب الكشف فينظر فيها ليعرف من اىّ وجه تفرعت اقوالهم لا غير وهو آمن من موافقتهم فى الاعتقاد وصنف احمد بن يحيى المرتضى مختصرا سماه الملل والنحل ايضا على مذهب الزيدية وذكر فيه ان الفرقة الناجية هى الزيدية

(الماخوذ من کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون للعالم الفاضل الاریب مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ وبکاتب جلبی جلد۴)

جن کتابوں کے نام الملل والنحل ہیں، وہ چند کتابیں چند مصنفین کی ہیں:

(۱) ایک "الملل والنحل"، ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی المتوفی (سن ۴۰۳ھ) کی ہے۔

(۲) دوسری "الملل والنحل" ابومظفر طاہر بن محمد اسفرائنی کی ہے۔

(۳) تیسری "الملل والنحل" قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی المتوفی (سن ۴۰۳ھ) کی ہے۔

(۴) چوتھی "الملل والنحل" جس کا مکمل نام ہے کتاب الفصل بین اہل الاھواء والنحل (اسکا ذکر کشف الظنون میں کاف میں بھی کیا گیا ہے) یہ کتاب ابومحمد علی بن احمد کی ہے جو ابن حزم ظاہری سے مشہور ہے۔ اس کی وفات سن ۴۵۶ھ میں ہے۔ ابن حزم کی کتاب کے متعلق علامہ تاج الدین سبکی نے بیان فرمایا: "کہ اسکی کتاب باقی کتب سے زیادہ شر، فتنہ، فساد پھیلانے والی ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے محققین حضرات ہمیشہ ابن حزم کی کتاب کو دیکھنے سے منع فرماتے رہے۔" ابن حزم کی کتاب میں اہل سنت کی توہین کی گئی ہے، ان پر عیب لگائے گئے ہیں، ابن حزم کی کتاب میں علامہ ابوالحسن اشعری کے خلاف بہت تعصب سے کام لیا گیا ہے، یہاں تک کہ واضح طور ان کو بدعتی کہا گیا ہے۔

(۵) پانچویں کتاب "الملل والنحل" عبدالکریم شہرستانی کی ہے جس کے بارے میں انکا اپنا قول یہ ہے کہ اس فن میں لکھی گئی کتابوں سے یہ بہتر ہے۔

(۶) چھٹی کتاب "الملل والنحل" کے نام سے ہی احمد بن یحییٰ المرتضی کی ہے۔ یہ کتاب دوسری کتابوں سے مختصر ہے اور یہ زیدیہ فرقہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نجات پانے والا صرف زیدیہ فرقہ ہے۔ (لیکن یہ کتاب بہت بعد میں لکھی گئی ہے، یہ شیعہ کے مذہب کے مطابق ہے اسے پڑھ کر شیعہ مذہب اختیار کرنا ہی ہے اور کیا؟)

پہلی پانچ "الملل والنحل" کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ

اکبر سے مشہور ہیں فرماتے ہیں: ان کتابوں کو عام لوگوں کیلئے جو صاحب کشف نہیں ہیں پڑھنا جائز نہیں صرف صاحب کشف کیلئے جائز ہے کہ وہ ان کتابوں میں نظر کرے اسے معلوم ہو جائے گا کہ کسی وجہ پر یہ اقوال متفرع ہیں اس کے سوا جائز نہیں صاحب کشف ان کے اعتقاد کی موافقت سے امن میں رہے گا۔

**علماء کرام کیلئے لمحہ فکریہ !!**

کیا زبدۃ التحقیق کتاب کا سہارا مذکورہ بالا مصنفین پر ہی نہیں۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سوائے اہل کشف کے عام شخص حقیقی مراد کو نہیں سمجھ سکتا اور آپ نے فرمایا: وہ ان کے اقوال پر نظر نہ کرے تو عوام کو ان پر نظر کرانے کا کیا فائدہ ہوا۔

**اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم کی شان بیان کرتے ہیں، آیئے! دیکھئے!!**

جمع بین الصلوٰتین صوری پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری'' طویل بحث و تحقیق کی۔ اسی مسئلہ کی ضمن میں ابن حزم کا ذکر بھی آ گیا، جس نے ابوالطفیل رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں کو مقدوح مجروح کہا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا:

> ''ہاں!! یہ دفتر توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقلد لامذہب کو سنایئے، جس خبیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رد میں سیدنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ عنہ کو عیاذاً باللہ مقدوح بتایا، جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کی، غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رد پر آتے ہیں خوفِ خدا و شرمِ دنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کیلئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا، جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا۔''

(فتاوی رضویہ ج5 ص206)

راقم کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ابن حزم کی کتاب ''الفصل بین الاھواء والنحل'' کو جب کشف الظنون میں علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ کے قول سے ''اشرالکتب'' قرار دیا تو یقیناً مصنف شریر ہے۔

اسے ہی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلد، لا مذہب اور خبیث اللسان بتایا۔

اس کی عبارات کو نقل کرنا یقیناً شر و فساد پر مبنی ہونا ہی ہے، اہل سنت نے تقسیم ہونا ہی ہے، اہل سنت کے اتحاد کو توڑنے کی ذمہ داری کس پر؟ کسی کو مورد الزام تو نہیں ٹھہراتا لیکن دکھ درد شدید ہے کہ اہل سنت کے اتحاد کو کسی کی نظر لگ گئی۔

## اعتراض:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہونے چاہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان عم الرجل صنو ابیه وھو حدیث حسن صحیح اخرجه الترمذی وغیرہ عن ابی ھریرۃ"
(جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم العباس)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے۔''

## جواب:

ولاشك انه رضی الله شیخ المسلمین وسید ھم ومقدمھم وقائدھم وعز نفوسھم وتاج رؤسھم حتی الخلفاء الاربعة من ھذا الوجه کما ان حضرۃ البتول الزھراء و اخاھا السید الکریم ابراھیم علی ابیھما و علیھما الصلوۃ والتسلیم افضل الامة مطلقا من

اور کچھ شک نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ شیخ المسلمین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ان کے صدر وقائد اور ان کی آبرو اور ان کے سروں کے تاج ہیں (کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان چچا ہیں اسی وجہ (خاص) سے چاروں خلفاء پر انہیں فضیلت ہے جیسے

| | |
|---|---|
| جهة النسب و الجزئية و كرامة الجوهر و الطينة" | حضرت فاطمۃ الزہراء اور انکے بھائی سید ابراہیم ان کے والد اور ان پر صلوۃ وسلام ہو از روئے نسب وجزئیت وکرامت جوہر وطینت تمام امت سے افضل ہیں۔ |

(فتاوی رضویہ ج28، ص528)

سبحان اللہ!!! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیسا خوب جواب دیا کہ ایک جواب سے تین اعتراضات کو ختم کر دیا کیونکہ کبھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی افضیلت ثابت کی جارہی تھی اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی اور کبھی حضرت فاطمۃ الزاہر رضی اللہ عنہا کی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیشک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو فضیلت حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں سوائے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما یہ اولاد ہیں، اس وجہ سے ان کو جو فضیلت حاصل ہیں وہ کسی اور کو حاصل نہیں لیکن یہ جزئی فضیلت حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اسی جواب سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی افضیلت کا قول بھی واضح ہو گیا کہ آپ کو جزئی فضیلت خاندانی حاصل تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی افضیلت کے قول کا جواب آ گیا کہ ان کو اور ان کی والدہ کو قبل از حجاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آنے جانے کی کی عام اجازت تھی۔ بنی تمیم کے کچھ لوگ آئے تھے تو ان کو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا فرد ہی سمجھ رہے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کسی اور صحابی کی افضیلت کے بارے میں یہ کوئی حدیث نہیں ملے گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ کہا گیا ہو کہ یہ سب سے افضل ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ روکا ہو اور جن کتابوں سے دوسرے اقوال لئے گئے ہیں ان کا معیار بھی مخفی نہیں۔

## اعتراض:

بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "افضل الناس" (سب لوگوں سے افضل) کہا اور بعض نے آپ کو "خیر البریۃ" (سب مخلوق سے بہتر) کہا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو افضلیت کیسے بالا جماع حاصل ہے؟

## جواب:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب پہلے ہی ذکر فرما دیا:

"لیت شعری الام یؤدی ضیق العطن انا ای احادیث لا تخیروا بین الانبیاء ولا تفضلونی علی یونس بن متی وافضل الانبیاء آدم وذاک (ای) خیر البریۃ ابراھیم ا یقول بتعارض النصوص فی تفضیل المصطفی علیہ الصلٰوۃ والسلام علی العالمین جمیعا ام یرجع الی نفسہ فیدری ان التعارض شیء ومجرد وجود النفی و الاثبات شیء آخر"

اور کاش میں سمجھتا کہ یا کاش میرا کسی کو علم حاصل ہوتا) کہ بندش کی تنگی کا انجام کیا ہوگا جبکہ وہ یہ حدیثیں دیکھتے کہ انبیاء کہ میں باہم ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو اور مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو اور آدم افضل انبیاء ہیں اور ابراہیم خلق میں سب سے بہتر ہیں کیا وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب جہان پر فضیلت میں تعارض نصوص کو مانے گا یا اپنے نفس کی طرف لوٹے تو سمجھے گا کہ تعارض ایک شے ہے اور مجرد وجود نفی واثبات دوسری شے ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ ج28 ص672,671)

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے جواب کی وضاحت:

دو دلیلوں میں تعارض اس وقت ہوتا ہے جب دونوں میں قوت وضعف کے لحاظ پر برابری ہو، قوی اور ضعیف میں تعارض حقیقی نہیں ہوتا بلکہ تعارض صوری ہوتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الانبیاء ہونا اجماع سے ثابت ہے تو دوسری احادیث کو توجیہ

ضروری ہے۔

عقائد نسفیہ میں ہے: "افضل الانبیاء محمد علیه السلام" سب انبیاء کرام سے افضل حضرت محمد ﷺ ہیں:

"و عندنا فی الاستدلال وجهان احدهما الاجماع فهو قول لم یعرف له مخالف من اهل السنة بل من اهل القبلة کلهم"

ہمارے نزدیک دو دلیلیں ہیں: نبی کریم ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ اس کا اجماع پایا گیا ہے کیونکہ یہ وہ قول ہے جس میں اہل سنت میں سے کسی کا اختلاف معلوم نہیں بلکہ کسی مسلمان کا اختلاف اس میں نہیں پایا گیا۔

و ثانیهما الاحادیث المتظاهرة کقوله علیه السلام ان الله فضلنی علی الانبیاء و فضل امتی علی الامم (رواه الترمذی) و قوله انا سید الناس یوم القیامة (رواه مسلم) انا اکرم الاولین والآخرین علی انه ولا فخر (رواه الترمذی والدارمی) وقوله اذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر (رواه الترمذی)

اور دوسری دلیل نبی کریم ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے پر وہ احادیث ہیں جن میں بہت واضح طور آپ کا افضل الانبیاء ہونا مذکور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے سب انبیاء پر فضیلت دی ہے اور میری امت کو سب امتوں پر فضیلت دی (ترمذی) اور آپ کا ارشاد گرامی یہ ہے: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا (مسلم) اور آپکا ارشاد گرامی یہ ہے: میں ہی سب اگلوں اور پچھلوں میں مکرم ہوں، اس پر کوئی فخر نہیں۔ (ترمذی، دارمی) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا میں ہی سب انبیاء کا امام ہوں گا اور سب کا خطیب میں ہی ہوں گا اور ان سب پر شفاعت کرنے میں مجھے ہی سبقت حاصل ہوگی، اس پر فخر نہیں۔ اس طرح کی کثیر احادیث ہیں جو نبی کریم ﷺ کی افضلیت پر دلالت کر رہی ہیں۔

**اعتراض:**

نبی کریم ﷺ کی کئی احادیث ہیں جب سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود دوسرے انبیاء کرام کو افضل کہا ہے تو آپکی افضیلت پر تو اجماع نہیں۔

**اس اجمال کا اجمالی جواب یہ ہے:**

اصل التفضیل بین الانبیاء قطعی لقوله تعالٰی تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض"

تفضیل انبیائے کرام کے درمیان قطعی ہے اسلئے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے (ترجمہ) یہ رسول ہیں فضیلت دی ہے ہم نے بعض کو بعض پر۔

اور رب تعالٰی کا ارشاد گرامی "ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض"قسم ہے البتہ تحقیق فضیلت دی ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر۔

اسلئے فضیلت تو سب انبیاء کرام کو حاصل ہے لیکن سب سے افضل ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں جس پر اجماع بھی ہے اور کثیر احادیث سے واضح ثبوت حاصل ہے۔ جن احادیث میں دوسرے انبیاء کرام کا افضل ہونا ثابت ہے، ان کی توجیہات بیان کی گئی ہیں تا کہ سب کا مطلب درست رہے۔ (ماخوذ از نبراس، ص ۴۵۷، ۴۵۸)

**اعتراض و جواب کی تفصیل:**

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وافضل الانبیاء آدم" سب انبیاء سے افضل آدم ہیں تو نبی کریم ﷺ "افضل الانبیاء" کیسے ہیں؟

(المعجم الکبیر، حدیث 11361 المکتبہ الفیصلیہ بیروت 160/11)

تو اسکا جواب یہ دیا گیا کہ آدم ابوالبشر ہیں۔ سب انبیاء کرام آپ کی ذریت سے ہیں اس وجہ سے ان کو سب انبیاء سے افضل کہا گیا ہے۔ جمیع مدارج و مراتب کے

لحاظ پر سب انبیاء سے افضل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اس طرح اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لاتخیروا بین الانبیاء" (تم انبیاء کو ایک دوسرے سے افضل نہ کہو)
(صحیح بخاری کتاب الخصومات باب مایذکر فی الاشخاص وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ)

ان مذکورہ ابواب میں ہی ذکر کیا گیا "لاتفضلوا بین الانبیاء" تم انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو) اور اسی طرح ذکر کیا گیا "لاتخیرونی علی موسی" تم مجھے موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہ کہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء کیسے کہا جاتا ہے؟

(خیال رہے کہ "خیر" اصل میں "اخیر" اسم تفضیل ہے۔ معنی دونوں یعنی خیر اور افضل کا ایک ہی ہے) اسکے چند جواب دیئے گئے ہیں:

1۔ احدھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قبل ان یعلم انہ سید ولد آدم فلما علم اخبر بہ"

ایک جواب یہ دیا گیا کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سے پہلے یہ فرمایا جب آپ کو یہ علم عطاء کر دیا گیا کہ آپ اولاد آدم کے سردار ہوں گے قیامت کے دن تو آپ نے اپنی سیادت کا ذکر فرمادیا۔

2۔ والثانی قالہ ادبا وتواضعا"

دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ جن احادیث میں فضیلت دینے سے منع فرمایا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاجزانہ کلام ہے۔

اور انبیاء کرام کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور جس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی افضیلت کو بیان فرمایا وہ بیان حقیقت ہے۔

3۔ والثالث ان النھی انما ھو عن تفضیل یؤدی الی تنقیص المفضول"

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے منع فرمایا

وہ اس وجہ سے فرمایا کہ ایسی فضیلت نہ دو جسکی وجہ سے دوسرے انبیاء کرام کی تنقیص (انکی شان میں کمی) نہ پائی جائے۔

4۔ و الرابع انما نهی عن تغضیل یؤدی الی الخصومة والفتنة کما هو المشهور فی سبب الحدیث»

چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا جو جھگڑے اور فساد کا سبب بنے۔ جیسا کہ منع کرنے والی حدیث کا سبب مشہور ہے۔

وہ یہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

استبّ رجلان رجل من الیهود ورجل من المسلم والذی اصطفی محمد ﷺ علی العالمین وقال الیهودی والذی اصطفی موسی علی العالمین وقال فرفع المسلم یده عند ذلك فلطم وجه الیهودی فذهب الی رسول الله ﷺ فاخبره بما کان من أمره و امر المسلم فقال رسول الله ﷺ لا تخیرونی علی موسی (الحدیث)

دو مردوں کا جھگڑا ہو گیا۔ ایک ان میں سے یہودی تھا اور دوسرا مسلمان تو کہا مسلمان نے قسم ہے اس ذات کی جس نے چن لیا یعنی برگزیدہ بنالیا محمد ﷺ کو سب جہان والوں پر اور یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو چن لیا ہے سب جہان والوں پر۔ راوی کہتے ہیں: مسلمان نے یہودی کے چہرے پر تھپڑ مار دیا تو وہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپکو اپنے اور مسلمان کے معاملہ (لڑائی) کی خبر دی تو رسول اللہ نے فرمایا،، مجھے موسیٰ علیہ السلام پر برتری نہ دو۔''

5۔ والخامس ان النهی مختص بالتفضیل فی نفس النبوة فلا تفاضل فیها و انما التفاضل بالخصائص وفضائل اخری ولا

پانچواں جواب یہ ہے کہ بیشک فضیلت دینے کی ممانعت کا تعلق نفسِ نبوت سے ہے کہ کسی نبی کو نبوت میں ایک دوسرے پر فضیلت

بد من اعتقاد التفضیل فقد قال اللہ تعالی تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔

(نووی شرح مسلم ج 2 ،ص 253 کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق)

حاصل نہیں۔ نفس نبوت میں سب برابر ہیں فضیلت خصائص اور دوسرے فضائل کے لحاظ پر ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ عقیدہ یہ رکھا جائے کہ بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ رسول ہیں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے۔

فائدہ:

جس حدیث پاک کے تحت یہ جواب دیئے گئے۔ وہ حدیث اور اسکے فوائد بھی دیکھتے چلے جائیں۔

حدثنی الحکم بن موسی ابو صالح قال حدثنا هِقْل یعنی ابن زیاد عن الاوزاعی قال حدثنی عبد اللہ بن فروخ قال حدثنی ابوھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامة و اول من ینشق عنه القبر و اول شافع و اول مشفع

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اولاد آدم کا قیامت کے دن سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر ہی پھٹے گی (یعنی سب سے پہلے مجھے ہی قبر سے نکالا جائے گا) اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں گا۔ اور سب سے پہلے میری شفاعت ہی قبول کی جائے گی۔

قال الھروی السید ھو الذی یفوق قومه فی الخیر و قال غیرہ ھو الذی یفزع الیه فی النوائب والشدائد فیقوم بامرھم ویتحمل عنھم مکارھم ویدفعھا عنھم "

علامہ ہروی نے فرمایا: "سید" وہ ہے جو قوم کے اوپر درجہ رکھتا ہو۔ اور درسرے اہل علم نے فرمایا سید وہ ہے جس کی طرف لوگ مصائب وآلام میں رجوع کریں (اپنی پریشانی کا ذکر کریں) وہ ان کے معاملات کو درست کرے، ان کی مشکلات کو اٹھائے اور تکالیف کو ان سے دور کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیادت کا قیامت کے دن سے ذکر فرمایا حالانکہ آپ دنیا اور آخرت میں سردار ہیں:

فسبب التقیید ان فی یوم القیامة یظهر سوددہ لکل احد ولا یبقی منازع ولا معاند

''اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری ہر ایک پر ظاہر ہو جائے گی کوئی جھگڑا کرنے والا اور کوئی عناد کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔''

بخلاف دنیا کے یہاں جھگڑا کرنے والے موجود ہیں جو آپکی سرداری ماننے کیلئے تیار نہیں۔ یہ تقریباً ایسے ہی ہے جیسے قیامت کے دن رب تعالیٰ فرمائے گا: لمن الملك الیوم لله الواحد القهار،، آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر خود ہی فرمائے گا آج بادشاہی ایک قہار کی ہی ہے۔

مسلم شریف کے بغیر دوسری احادیث کی کتب میں ''ولا فخر'' کے الفاظ بھی ہیں کہ میں یہ اپنی سیادت فخر و تکبر سے نہیں بیان کر رہا۔ آپ نے جو اپنی افضلیت کو بیان کیا اس کی دو وجہ ہیں:

احدهما امتثال قوله تعالی واما بنعمة ربك فحدث والثانی انه من البیان الذی یجب علیه بتبلیغه الی امته لیعرفوه ویعتقدہ ویعملوا بمقتضاہ ویوقروہ صلی اللہ علیہ وسلم بما یقتض مرتبته کما امرهم الله تعالی"

ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے یہ کہا کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنے رب کی نعمت کو خوب بیان کرو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ پر واجب تھا کہ آپ اپنا منصب بیان کریں، امت تک پہنچائیں تا کہ وہ آپ کی شان کو پہچانیں اور اس کا عقیدہ رکھیں اور اس کے تقاضا کے مطابق عمل کریں اور آپ کی شان کے مطابق تعظیم کریں جس طرح رب تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ آدمی فرشتوں سے افضل ہیں اور نبی

کریم ﷺ سب آدمیوں سے افضل ہیں۔ (مسلم ونووی حوالہ مذکور)

**تنبیہ:**

انبیاء کرام افضل ہیں مقربین فرشتوں سے جن کو رسلِ ملائکہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وحی حاصل کر کے دوسرے فرشتوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور رسل ملائکہ افضل ہیں عام بشر یعنی اولیاء وصلحاء سے، لیکن فساق چوپاؤں کی طرح ہیں، وہ ملائکہ سے افضل نہیں، اور اولیاء وصلحاء عام ملائکہ سے افضل ہیں۔ (عقائد مع نبراس، ص595)

**حدیث پاک سے استدلال پر اعتراض:**

نبی کریم ﷺ کے ارشاد ''انا سید ولد آدم یوم القیامۃ'' سے آپ کا اولادِ آدم سے افضل ہونا تو سمجھ آ رہا ہے لیکن آدم علیہ السلام سے افضل ہونا کس طرح ثابت ہوگا۔

**جواب نمبر۱:**

ان ھذا الخلاف مایفھمہ اھل اللسان فانھم یستعملون ولد آدم بمعنی نوع الانسان

یہ اعتراض عرب حضرات کے محاورہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اسلئے کہ وہ ''ولد آدم'' کا معنی نوع انسان لیتے ہیں یعنی تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

**جواب نمبر۲:**

اس حدیث پاک کا تتمہ دوسری روایات میں مذکور ہے ''وما من نبی آدم فمن سواہ الا تحت لوائی'' کوئی نبی نہیں ہوگا آدم علیہ السلام ہوں یا ان کے سوا سب ہی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (نبراس ص458,459)

نبی کریم ﷺ کا تمام انبیاء کرام سے افضل ہونا مذکور بالا حدیث سے بھی واضح ہوگیا۔

## سید کی تعریف سے حضرت ابوبکر کی افضلیت پر دلالت کرنے والی ایک اور حدیث پاک کو دیکھئے:

وعن عمر قال ابوبکر سیدنا خیرنا و احبنا الی رسول اللہ ﷺ" (رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں، ہم سب بہتر ہیں اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں۔"

جب سید کا معنی علامہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا کہ سید وہ ہے جب سب سے اوپر درجہ رکھتا ہو تو اسی سے پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے اوپر درجہ رکھتے ہیں۔ جب سب صحابہ سے اوپر درجہ آپ کو حاصل تھا، سب سے صحابہ خیر (اَخْیَرُ اسم تفضیل) بہتر اور افضل تھے تو سب امت سے افضل ہونا واضح ہو گیا۔

### اعتراض:

یہاں چونکہ قول صحابی میں قیاس صحابی کو دخل ہے، اس لئے اس حدیث کو مرفوع حکمی کا درجہ نہیں دیا جائے گا چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے لہٰذا اس طرح کے الفاظ دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ (زبدۃ التحقیق ص ۱۰۹)

### جواب:

موقوف حدیث کی بحث کرتے ہوئے جو نتیجہ نکالا ہے، وہ ذہنی اختراع ہے۔ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے انکار سے یہ جملہ گھڑنا پڑا۔ عقلی قیاس، اختراعی قیاس ہو تو شاید ہو ورنہ اصطلاحی، شرعی قیاس کی تعریف تو صادق ہی نہیں۔ احادیث کے متعلق اگر یہ رائے قائم ہوئی تو احادیث پر اعتبار ہی اٹھ جائے گا، دین کا حلیہ بگڑ جائے گا ورنہ کئی جگہ پر یہ جملہ سچا آئے گا۔ زبدۃ التحقیق ص ۲۴۴ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت جعفر طیار افضل ہیں تو اس کے

متعلق یہ کہا جائے گا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال سے جعفر طیار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے افضل کہہ دیا ہوگا، پھر زبدۃ التحقیق کے ص ۲۴۹ پر ابن حزم کی غیر معتبر کتاب سے جو یہ پیش کیا گیا ہے ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو افضل کہا تو اس کے متعلق کہا جائے کہ ابراہیم نخعی نے حسنِ ظن کی وجہ سے کہہ دیا ہوگا۔ ایسی تحقیق رقیق کا تو کوئی اعتبار نہیں، وہی تو جیہات معتبر ہوں گی ، جو سلف صالحین نے کی ہوں۔ ذہنی اختراعات پر کان دھرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ایک اعتراض وجواب کی وضاحت کی جارہی تھی۔

## حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دینے کا مطلب:

آیئے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دیکھئے:

"لا تفضلونی علی یونس بن متی" "مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔"

(اتحاف السادۃ قواعد العقائد الاصل السابع دار الفکر بیروت 105/2)

کیا اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کی نفی ہو جائے گی؟ نہیں بلکہ آپ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر اس طرح فضیلت نہ دو جس سے ان کی شان میں کمی واقع ہو یعنی یوں نہ کہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تکالیف کو برداشت کیا اور ثابت قدم رہے لیکن یونس علیہ السلام تو قوم کی تکالیف سے ڈر کر بھاگ گئے، ایسا کہو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

ہاں! یوں کہو کہ یونس علیہ السلام قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے پریشان ہو کر اپنے اجتہاد سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں تھا، اس لئے آزمائش میں مبتلاء ہوئے نبی کا آزمائش میں مبتلاء ہونا بھی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیر البریہ کہا:

عن انس بن مالک قال جاء رجل رسول حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں رسول

اللہ فقال یا خیر البریة فقال رسول اللہ ﷺ ذاك ابراھیم علیہ السلام"
(مسلم ج ۲ کتاب الفضائل باب فضائل ابراہیم علیہ السلام)

اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا تو کہا "یا خیر البریہ" (اے سب مخلوق سے بہتر) کہا تو آپ نے فرمایا: یہ (خیر البریہ) ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

" انما قال علیہ السلام ھذا تواضعا واحتراما لابراھیم علیہ السلام لخلته وابوته والا فنبینا علیہ السلام افضل۔"

"نبی کریم ﷺ نے عاجزانہ طور پر اور ابراہیم علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے اور اپنا جدامجد ہونے کی وجہ سے ان کو "خیر البریہ" کہا ورنہ ہمارے نبی کریم ﷺ سب انبیاء سے افضل ہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے خود ابراہیم علیہ السلام کو "خیر البریہ" کہا لیکن آپ کے افضل الانبیاء ہونے میں کوئی فرق نہ آیا۔

**نتیجہ واضح ہوا :**

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "خیر البریہ" کہنے سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل البشر بعد الانبیاء" ہونے میں کوئی فرق لازم نہ آیا۔

**اعتراض:**

صواعق محرقہ کے ص ۵۸ میں ہے۔[ابو بکر خیر و علی افضل ]ابوبکر بہتر ہیں اور علی افضل ہیں۔اس سے تو پتہ چل رہا ہے کہ حضرت ابوبکر مطلق افضل نہیں، زبدۃ التحقیق کے ص ۲۳۱ص ۲۳۲ میں یہی بات ملتی ہے۔

**جواب:**

صواعق محرقہ کی مکمل عبارت نقل کی جائے تو یہ مشکل حل ہو جائے گی۔ تکمیل الایمان میں بھی اس قول کی وضاحت صواعق محرقہ کے مطابق ہی ہے، اس کی عبارت

بھی مکمل ذکر کرنے سے مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

سب سے پہلے راقم یہ عرض کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قطعی اور ظنی کے جو دو دو معانی بیان کئے ہیں ان کو دیکھنے اور سمجھنے سے تو پتہ چلتا ہے کہ اب یہ جھگڑا بے مقصد ہے اصل بات صرف اتنی ہے کہ کسی مسئلہ میں اختلافی اقوال ملتے ہوں تو راجح اقوال لے لئے جاتے ہیں، مرجوح کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ میں اختلاف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ثم الذی مال الیه ابو الحسن الاشعری امام اهل السنة ان تفضیل ابی بکر علی من بعده قطعی وخالفه القاضی ابوبکر الباقلانی فقال انه ظن اختاره امام الحرمین فی الارشاد وبه جزم صاحب المفهم فی شرح مسلم"

امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے اور آپ کی مخالفت میں قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے یہ ظنی ہے۔ امام الحرمین نے اپنی کتاب ارشاد میں اسے ہی اختیار کیا ہے اور اس پر صاحب مفہم نے شرح مسلم میں وثوق کیا ہے۔"

اس کے بعد بطورِ تائید استیعاب سے ابن عبدالبر کا قول پیش کیا کہ عبدالرزاق نے معمر سے بیان کیا:

"لو ان رجلا قال عمر افضل من ابی بکر ما عنفته وکذلك لو قال علی عندی افضل من ابی بکر و عمر لم اعنفه اذا ذکر فضل الشیخین واحبهما واثنی علیهما بما هما اهله فذکرت ذلك لوکیع فاعجبه واشتهاه"

اگر ایک شخص نے کہا حضرت عمر افضل ہیں ابوبکر سے تو میں اس پر سختی نہیں کرتا اور اسی طرح اگر کسی نے کہا: حضرت علی افضل ہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے تو میں اس پر بھی سختی نہیں کرتا، البتہ شرط یہ ہے کہ وہ شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کی فضیلت کا ذکر کرے اور ان سے محبت رکھے اور ان کی اس طرح تعریف کرے جس کے وہ

اہل ہیں۔ابن عبدالبر کہتے ہیں میں نے یہ وکیع کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے اسے پسند کیا۔

پہلی بات تو یہ ہے معمر کا قول یہ ہے کہ ''میں سختی نہیں کرتا'' حضرت عمر کو حضرت ابوبکر سے افضل ماننے والے یا حضرت علی کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر پر افضل کہنے والے پر شدت نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر افضل ہو جائیں حضرت ابوبکر سے یا حضرت علی افضل ہو جائیں۔

اسکے بعد علامہ سختی نہ کرنے والے کے قائلین کی بات کرتے ہیں:

ولیس ملحظ عدم تصنیف قائل ذلك الا ان التفضیل المذکور ظنی لا قطعی'' ''جو سختی نہ کرنے کے قائل ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ جس افضیلت کا ذکر ہو رہا ہے وہ ظنی ہے قطعی نہیں۔''

اس تفصیل کے بعد علامہ خطابی کا قول پیش کیا پھر اس پر تبصرہ کیا، خطابی کہتے ہیں:''عن بعض مشائخه انه کان یقول ابو بکر خیر و علی افضل''بعض مشائخ نے کہا کہ ابوبکر بہتر ہیں اور علی افضل ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ خطابی نے بعض مشائخ کا قول تو پیش کیا ہے لیکن نہ تو نام لیا ہے بعض مشائخ کا اور نہ ہی یہ بتایا کہ ان مشائخ کے قول کو کس حدیث کی تائید حاصل ہے۔کسی گم نام راوی کی روایت معتبر نہیں سوائے صحابہ کے، چونکہ سب صحابہ ثقہ ہیں۔اسلئے یہ کہنا تو معتبر ہے کہ ایک صحابی نے یہ کہا، لیکن یہ کہنا معتبر نہیں کہ ایک صوفی نے یہ کہا، ایک شیخ نے یہ کہا، صوفی یا شیخ کا نام لیا جائے تا کہ پتہ چلے کہ وہ کس مرتبہ کا ہے، اس کا قول کتنا معتبر ہے۔

آیئے! علامہ ہیتمی کا اس قول پر تبصرہ دیکھئے:

1۔ لکن قال بعضهم ان هذا تهافت من القول ای انه لا معنی للخیرية الا الافضلیة بعض اہل علم نے کہا: یہ قول بہت کمزور ہے، اسلئے کہ خیریت کا معنی ہی افضلیت ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جب خیریت مان لی تو افضلیت ماننی لازم آجائے گی کیونکہ خیریت اور افضلیت میں فرق کرنا ہی باطل ہے۔

2۔ فان اريد ان خيرية ابى بكر من بعض الوجوه و افضلية علىّ من وجه آخر لم يكن ذلك من محل الخلاف

اگر بعض مشائخ کے قول سے یہ مراد لی جائے کہ حضرت ابوبکر کو بعض وجوہ سے خیریت حاصل ہے اور حضرت علی کو بعض اور وجوہ سے افضلیت حاصل ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں)

کیونکہ کسی شخص کو جزئی فضیلت حاصل ہو تو اس سے دوسرے کی فضیلت کلی کی نفی نہیں ہوتی۔

3۔ ولم يكن الامر فى ذلك خاصا بابى بكر و على بل ابوبكر و ابوعبيدة مثلا يقال فيهما ذلك فان الامة التى فى ابى عبيدة وخصه بها صلى الله عليه وسلم لم يخص ابابكر بمثلها فكان خيرا من ابى بكر من هذا الوجه

یہ معاملہ فضیلت جزئیت وکلیت کا صرف حضرت علی اور حضرت ابوبکر میں نہیں بلکہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابوعبیدہ کی مثال ہی لے لیں کیونکہ حضرت ابوعبیدہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر امین کہا ہے، اس لحاظ پر وہ تخصیص حضرت ابوبکر میں نہیں پائی گئی، امانت کے مسئلہ میں وہ بہتر ہیں حضرت ابوبکر سے۔

(خیال رہے کہ فضیلت جزئی کی کئی مثالیں پہلے دی جا چکی ہیں)

## علامہ ہیتمی حاصل کلام بیان کرتے ہیں:

والحاصل ان المفضول قد توجد فيه مزية بل مزايا لا توجد فى الفاضل فان اراد شيخ الخطابى ذلك وان ابابكر افضل مطلقا الا

حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک جو افضل نہ ہو کبھی اس میں ایک فوقیت (فضیلت) بلکہ زیادہ بھی پائی جاتی ہیں جو فاضل میں نہیں پائی

ان علیا وجدت فیہ مزایا لا توجد فی ابی بکر فکلامہ صحیح والا فکلامہ فی غایۃ التھافت خلافا لمن انتصر لہ ووجہ بما لا یجدی بل لا یفھم

جاتیں ۔اگر شیخ خطابی بھی بعض مشائخ کے قول سے یہی مراد لینا چاہتے ہیں کہ بیشک حضرت ابو بکر کو مطلق افضیلت حاصل ہے مگر حضرت علی میں بعض فضیلتیں پائی گئی جو حضرت ابو بکر میں نہیں پائی گئیں تو علامہ خطابی کا کلام درست ہے ورنہ اسکا کلام بہت ہی کمزور ہے ۔بخلاف ان کے جنہوں نے علامہ خطابی کے کلام سے امداد طلب کی انکو اپنے مؤقف پر کوئی وجہ نہیں مل سکتی بلکہ انکی بات سمجھ میں بھی نہیں آسکتی۔

علامہ ابوالحسن اشعری کا بھی یہی قول ہے کہ حضرت ابو بکر کو افضیلت مطلقاً قطعی حاصل ہے۔(صواعق محرقہ،ص ۵۸،ص ۵۹)

## زبدۃ التحقیق کی سنگین عبارت دیکھئے:

صواعق محرقہ کے ایک حصہ کا ترجمہ فارسی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تکمیل الایمان میں ذکر کیا۔جس کا مطلب بیان کیا جاچکا ہے کہ اگر یہ مراد لیا جائے کہ حضرت ابو بکر کو بعض وجوہ سے خیریت (افضلیت) حاصل ہے اور بعض دوسری وجوہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں شیخ کی عبارت کو نقل کرنے کے بعد زبدۃ التحقیق ص ۲۳۲ پر یہ عبارت دیکھئے:

> ''اب فضلیتِ مطلقہ کے مدعی کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا جس نے افضلیت کے ساتھ مطلقہ کی قید بڑھائی جو ہمارے اسلاف کے ریکارڈ میں نہیں ملتی۔''

یہ عبارت سنگین کیوں ہے؟ اس لئے کہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۴ھ بیان کر چکے ہیں:

فان اراد شیخ الخطابی ذالك وان ابا بکر مطلقا الا ان علیا وجدت فیه مزایا لا توجد فی ابی فکلامه صحیح والا فکلامه فی غایة التهافت"

"اگر شیخ خطابی کی مراد یہ ہے کہ بیشک ابوبکر افضل ہیں مطلقاً مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کچھ فضیلتیں حاصل ہیں تو ان کا کلام صحیح ہے ورنہ بہت کمزور کلام ہے۔"

اور علامہ ہیتمی ہی ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعری رحمہ اللہ المتوفی ۳۳۶ء تقریباً کا قول بھی صواعق محرقہ کے ص ۵۹ پر پیش کر چکے ہیں کہ وہ کہتے "انہ قطعی مطلقا" بیشک حضرت ابوبکر کو مطلقاً قطعی افضلیت حاصل ہے۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ ہزار سال پہلے یہ بات ریکارڈ میں تو آچکی ہے۔ اگر بعض کے ریکارڈ میں نہیں آئی تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بھی افضلیت قطعیہ مطلقہ کا ہے پریشانی کس کی؟ آج کسی کو پریشانی ہو تو دعا ہے اللہ اس کی پریشانی کو دور کرے۔ اہل علم کا اختلاف تو لفظی تھا، اب اسے فتنہ وفساد تک پہنچا دیا گیا "الامان الحفیظ"

اس کے بعد علامہ ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض وجواب کی صورت میں بیان فرماتے ہیں، اگرچہ پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات ذکر کر دیئے گے لیکن صواعق محرقہ سے یہ بحث نقل کرنا کافی حد تک اعتدال ثابت کرے گی۔ آگے حضرات کی اپنی اپنی مرضی۔

اعتراض:

"فان قلت ینافی ما قدمته من الاجماع علی افضلیة ابی بکر قول ابن عبد البر ان السلف اختلفوا فی تفضیل ابی بکر وعلی رضی الله عنهما وقوله ایضا قبل ذلك روی

عن سلمان وابی ذر و المقداد و خباب وجابر و ابی سعید الخدری وزید بن ارقم ان علیا اول من اسلم وفضله هولاء علی غیرہ انتھی"

یہ اعتراض دوصورتوں پر مشتمل ہے:

(۱) جوتم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے اس کے مخالف قول ابن عبدالبر کا موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ سلف (متقدمین) کا اختلاف تھا حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں (تو اجماع نہ رہا)

(۲) پھر ان سے یہ روایت بھی آتی ہے کہ حضرت سلمان فارسی اور ابوذر اور مقداد اور خباب اور جابر اور ابوسعید خدری اور زید بن ارقم سے مروی ہے کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے اسلام لایا اسلئے وہ افضل ہیں دوسرے حضرات یعنی تینوں خلفاء کو ان کے علاوہ دوسرے حضرات پر فضیلت حاصل تھی۔

## جواب:

قلت اما ما حکاہ اولا من ان السلف اختلفوا فی تفضیلھما فھو شیء غریب انفرد عن غیرہ فمن ھو اجل منه حفظا واطلاعا فلا یعول علیه"

جو پہلی شق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سلف نے حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف کیا یہ غریب چیز (عجیب اور نادر قول) ہے۔اس میں ابن عبدالبر دوسرے ان حضرات سے منفرد (علیحدہ) ہیں، جو ان سے حافظہ اور سلف کے اقوال پر اطلاع زیادہ رکھتے ہیں وہ جلیل القدر حضرات ہیں، اسلئے ابن عبدا لبر کے قول پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فکیف و الحاکی لاجماع الصحابة و

کس طرح ابن عبدالبر کے قول سے اجماع

"التابعین علی تفضیل ابی بکر و عمر و تقدیمهما علی سائر الصحابة جماعة من اکابر الائمة منهم الشافعی رضی الله عنه کما حکاه عنه البیهقی وغیره وان من اختلاف منهم انما اختلف فی علی وعثمان"

کی نفی کی جاسکتی ہے جبکہ صحابہ کرام اور تابعین کا اجماع بیان کیا گیا ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے افضل ہونے اور مقدم ہونے پر تمام صحابہ سے اجماع کا قول اکابر ائمہ کرام کی ایک جماعت نے کیا ہے ان میں ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں بیہقی وغیرہ نے یہی بیان کیا ہے بیشک جن حضرات نے اختلاف کیا وہ اختلاف صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں ہے۔

## جواب تنزل کے طور پر:

"وعلی التنزل فانه حفظ مالم یحفظ غیره فیجاب عنه بان الائمة انما اعرضوا عن هذه المقالة لشذوذها ذهابا الی ان شذوذ المخالف لا یقدح فیه او رأوا حادثة بعد انعقاد الاجماع فکانت فی حیز الطرح الرد"

تنزل کے طور پر جواب کا یہ مطلب ہے کہ یہ اگر مان بھی لیا جائے ابن عبدالبر کا حافظہ دوسروں سے زائد تھا تب بھی اس کے قول کو نہیں مانا جائے گا، اس لئے کہ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ائمہ کرام نے (ائمہ اربعہ یعنی چار اماموں کے عقائد پہلے بیان کئے جاچکے ہیں) ابن عبدالبر کے قول کو شاذ سمجھ کر اس سے اعراض کیا ہے اس لئے کہ مخالف کا شاذ قول اجماع میں کوئی عیب نہیں لگاتا اور جواب یہ دیا گیا ہے اجماع پہلے منعقد ہے اس کے (تین، چار سو سال) بعد کا اختلاف مردود ہوگا۔

## واضح طور پر حاصل ہوا:

کہ اجماع متقدمین کی بعد میں آنے والے مخالفت کریں تو ان کی مخالفت

سے متقدمین کا اجماع باطل نہیں ہوگا۔

## تفضیل حسنین کریمین کی نوعیت کیا؟

علی ان المفهوم من کلام ابن البر ان الاجماع استقر علی تفضیل الشیخین علی الحسنین واما ما وقع فی طبقات ابن الکبری عن بعض المتاخرین من تفضیل الحسنین من حیث انهما بضعة فلا ینافی ذلك لما قدمناه ان المفضول قد توجد فیه مزیة لیست فی الفاضل علی ان هذا تفضیل لا یرجع لکثرة الثواب بل لمزید شرف ففی ذات اولاده ﷺ من الشرف ما لیس فی ذات الشیخین ولکنهما اکثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمین والاسلام و اخشی لله واتقی ممن عداهما من اولاده ﷺ فضلا عن غیرهم"

علاوہ اس کے کہ ابن عبدالبر کے قول سے تو یہ ثابت ہے کہ شیخین (حضرت ابوبکر وعمر) کی افضلیت حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما پر اجماع ہے لیکن ابن سبکی کی طبقات کبریٰ میں جو بعض متاخرین کا قول حسنین کریمین کے افضل ہونے پر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں نبی کریم ﷺ کی اولاد ہونے کے لحاظ پر آپ کے جسم کا ٹکڑا ہیں، یہ قول شیخین کی افضلیت کے اجماع کے مخالف نہیں اسلئے کہ ہم نے یہ بیان کردیا کبھی مفضول (غیر افضل ) میں وہ فوقیت (فضلیت) پائی جاتی ہے جو افضل میں نہیں پائی جاتی۔ یہ فضلیت زیادتی ثواب کی وجہ سے حسنین کریمین کو حاصل نہیں تھی بلکہ ان کو نبی کریم ﷺ کی اولاد ہونے سے جو زیادہ شرف حاصل ہے وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حاصل نہیں (یقیناً وہ حضور کی اولاد تو نہیں ) لیکن زیادہ ثواب اور مسلمانوں اور اسلام کو زیادہ عظیم نفع ان دونوں سے ہی حاصل رہا اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ خوف اور زیادہ تقویٰ ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو ہی حاصل رہا۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا:

قولہ کیا مناسبت شیخ محقق مولنا عبدالحق | شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

محدث دہلوی دراشعۃ اللمعات درباب مناقب اہل بیت النبی ﷺ میفر ماید ہیچ کس بحسب شرف ذات وطہارت طینت وپاکی جوہر بفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم نرسد واللہ اعلم انتھی۔

اشعۃ اللمعات کے باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ میں فرماتے ہیں: کوئی شخص بھی شرف ذات ونسب اور طہارت طینت اور پاکیزگی جوہر کے لحاظ سے حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو نہیں پہنچتا

اقــول: (میں کہتا ہوں) پس اگر شرافت نسبت ونظافت جوہر وطہارت عنصر وطیب طینت میں گفتگو کرتے ہو تو حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا (وحسنین رضی اللہ عنہما) سب سے افضل ہیں اور ان امور میں بحث نہیں۔ دلائل تفضیل مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ میں ان کا ذکر کیوں لاتے ہو۔ غرض حق یہ ہے کہ سنفضیہ (وتفضیلیہ) کی کس بات کا تھل نہ بیڑا۔

(منہیہ مطلع القمرین ص 74-75)

## ابن عبدالبر کے دوسرے قول کا جواب:

واما ماحکاه اعنی ابن عبد البر ثانیا عن اولئك الجماعة فلا يقتضى انهم قائلون بافضلية على رضى الله عنه على ابى بكر مطلقا بل اما من حيث تقدمه عليه اسلاما بناء على القول بذلك او مرادهم بتفضيل على رضى الله عنه على غيره ما عدا الشيخين وعثمان لقيام الادلة الصريحة على افضلية هولاء عليه"

ابن عبدالبر کا جو دوسرا قول بیان کیا گیا ہے کہ سات صحابہ حضرت علی کو افضل مانتے تھے اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضرات مطلقاً حضرت علی کو حضرت ابوبکر پر افضل مانتے تھے بلکہ وہ یا تو حضرت علی کو پہلے اسلام لانے کی وجہ سے افضل کہتے تھے۔ یا ان کی مراد یہ تھی پہلے تین خلفاء (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان) کے بعد سب صحابہ سے آپ افضل تھے۔ اسلئے کہ صریح اور صحیح دلائل تینوں اصحاب کی آپ پر افضیلت پر دلالت کر رہے ہیں۔

سوال:

"فان قلت ما مستند اجماعهم علی ذلك" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضیلت پر اجماع کی سند کیا ہے؟

جواب:

قلت الاجماع حجة علی کل احد و ان لم یعرف مستنده لان الله عصم هذه الامة من ان تجتمع علی ضلالة و یدل لذلك بل یصرح به قوله تعالی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساءت مصیرا

اجماع ہر ایک پر حجت (دلیل) ہے۔ اگر چہ اس کی سند کا پتہ نہ ہو، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو گمراہی پر جمع ہونے سے بچا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد گرامی اس پر دلالت کر رہا ہے، (ترجمہ) (اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا) اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کے حل پر چھوڑ دیں گئے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنز الایمان)

اجماع پر اور دلیل:

وقد اجمعو ایضا علی استحقاقهم الخلافة علی هذا الترتیب لکن هذا قطعی"

قطعی اجماع ہے اس پر کہ خلفائے راشدین کی خلافت کی جو ترتیب ہے وہ اسی کے مستحق تھے۔

افضلیت شیخین پر اجماع کے ثبوت میں اختلاف نہیں بلکہ اجماع کے قطعی ہونے میں اختلاف ہے:

سؤال:

فان قلت لم لم یکن التفضیل بینھم علی ھذا الترتیب قطعا ایضا حتی غیر الاشعری للاجماع علیہ"

جب خلافت کی ترتیب پر علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے حضرات کا بھی اجماع ہے تو افضلیت میں اجماع کیوں نہیں؟

## جواب:

قلت اما بین عثمان وعلی فواضح للخلاف فیہ کما تقدم واما بین ابی بکر ثم عمر ثم غیرھما فھو وان اجمعو علیہ الا ان فی کون الاجماع حجۃ قطعیۃ خلاف فالذی علیہ الاکثرون انہ حجۃ قطعیۃ مطلقا فیقدم علی الادلۃ کلھا ولا یعارضہ دلیل اصلا و یکفر او یبدع ویضلل مخالفہ"

"حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں تو اختلاف ہے جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے لیکن پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھران کے علاوہ دوسرے حضرات اس میں اجماع ہے یعنی اجماع میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں! البتہ اختلاف ہے تو اجماع کے حجت قطعیہ ہونے میں اکثر حضرات اس طرف ہیں کہ بیشک حجت قطعیہ ہے تمام دلیلوں سے مقدم ہے جب اس کے مخالف کوئی اور دلیل بالکل نہ ہو تو اس اجماع کا خلاف کرنے والا کافر ہوگا یا مبتدع (بدعتی) ہوگا اور بھٹکا ہوا ہوگا۔"

حجت قطعیہ کا منکر کافر ہوگا یا مبتدع اسی قول سے اشارہ مل گیا قطعی کی دو قسمیں کا جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں "وقال الامام الرازی والامدی انہ ظنی مطلقا" امام رازی اور آمدی دونوں نے کہا: اجماع مطلقاً دلیل ظنی ہے۔

## اقوال میں محاکمہ:

و الحق فی ذلک التفصیل فما اتفق علیہ

حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے،

المعتبرون حجة قطعية وما اختلفوا كالاجماع السكوتي والاجماع الذي يرد مخالفة فهو ظني"

اجماع دلیل قطعی ہے جس میں اتفاق ہے وہ اجماع قولی ہے جس میں ایک وقت کے تمام مجتہدین قولاً متفق ہوں اور جس اجماع کے دلیل قطعی یا ظنی ہونے میں اختلاف ہے وہ اجماع سکوتی ہے بعض حضرات نے قول کیا ہو اور بعض خاموش رہے ہوں یعنی مخالفت نہ کی ہو اور ایک اجماع دلیل ظنی ہے جس کا کوئی مخالف بھی پایا گیا ہو۔"

(اجماع کا ذکر ان شاء اللہ قریب ہی آ رہا ہے)

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع کا مخالف نادر اور غیر معتبر ہے:

وقد علمت مما قررته لك ان هذا الاجماع له مخالف نادر فهو وان لم يعتد به في الاجماع على ما فيه من الخلاف في محله لكنه يورث انحطاطه عن الاجماع الذي لا مخالف له فالاوّل ظني وهذا قطعي وبهذا يترجح ما قاله غير الاشعري من ان الاجماع هنا ظني لانه اللائق مما قررناه من ان الحق عند الاصوليين التفصيل المذكور وكأن الاشعري من الاكثرين القائلين بانه قطعي مطلقا"

جو میں نے تمہارے لئے بیان کیا ہے جب اس کا تمہیں علم حاصل ہو گیا کہ بیشک یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع کا مخالف کوئی نادر ہوگا اور غیر معتبر جس کا اختلاف کا کوئی اعتبار ہی نہیں (وہ تو کسی گنتی میں ہی نہیں) لیکن اس اجماع سے درجہ میں کمی کر دے گا جس میں کوئی مخالف نہ ہو پہلا یعنی جس اجماع کے کوئی مخالف بھی ہو اگر چہ غیر معتبر ہی ہو وہ دلیل ظنی ہے اور جس میں کوئی مخالف نہ ہو تو وہ دلیل قطعی ہے اس تفصیل سے ترجیح دی جائے گی علامہ اشعری کے علاوہ ان لوگوں کے قول کو جو

قائل ہیں اس کے اجماع یہاں دلیل ظنی ہے کیونکہ اصولیین کے نزدیک تفصیل مذکور حق ہے۔
علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ جو امام اہلسنت ہیں، وہ ان کثیر تعداد علماء ومشائخ سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع کو مطلقاً قطعی دلیل مانتے ہیں۔

## علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ کا عجز واقرار:

1۔ ومما یؤید انه هنا ظنی ان المجمعین انفسهم لم یقطعوا بالافضلیة المذکورة و انما ظنوها فقط کما هو المفهوم من عبارات الائمة واشاراتهم و سبب ذلك ان المسئلة اجتهادیة ومن مستنده ان هؤلاء الاربعة اختارهم لخلافة نبیه واقامة دینه فکان الظاهر ان منزلتهم عنده بحسب ترتیبهم فی الخلافة"

دلیل ظنی کے قول کو تائید اس سے ملتی ہے کہ اجماع والے حضرات نے افضلیت مذکورہ کو دلیل قطعی سے ثابت نہیں کیا، بلکہ انہوں نے صرف ظن سے ثابت کیا ہے کہ ائمہ کرام کی عبارات واشارات سے جو سمجھ آیا، سبب اس کا یہ ہے کہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ اجماع کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ چار خلفاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کیلئے اور اپنے دین کی اقامت کیلئے پسند کرلیا تو ظاہر بات یہ ہے کہ بیشک ان کا مرتبہ بھی ترتیب خلافت کے مطابق ہی ہے۔

علامہ ہیتمی کے اس قول پر یوں کہنا کوئی دشوار نہیں کہ اجماع قطعی مطلق والے حضرات نے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے، صرف ظن سے نہیں۔ اور اسی افضلیت کی ترتیب پر خلافت کے انتخاب کی بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو توفیق عطاء فرمائی ہے۔

2۔ وایضا ورد فی ابی بکر وغیرہ کعلی نصوص متعارضة یاتی بسطها فی الفضائل وهی لا تفید القطع لانها باسرها احاد و ظنیة الدلالة مع کونها متعارضة"

اور دوسری دلیل ظنی کی تائید میں علامہ ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں نصوص متعارض ہیں جن کا بساطت سے ذکر فضائل

میں آئے گا وہ قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی اس لئے کہ سب اخبار احاد ہیں اور ظنیۃ الدلالۃ اور متعارض ہیں۔

اس دلیل پر بھی یوں کہنا ضروری ہے کہ اجماع کو دلیل قطعی بنانے والوں نے اپنے دلائل سے نصوص کے تعارض کو مٹایا ہے جیسے آپ خود بیان کر چکے ہیں کہ مفضول میں وہ فوقیت پائی جاسکتی ہے جو فاضل میں نہیں پائی جاسکتی، پھر تعارض صوری ہے حقیقی نہیں۔اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا قول پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

پھر یہ کہنا کہ اخبارِ احاد ہیں، قطعیت کا فائدہ نہیں دیتیں اسلئے ان کی دلالت ظنی ہے اسے یوں بیان کیا جائے گا اگر قطعی بمعنی یقین لیں جس کا منکر کافر ہے تو ہم قطعی کا یہ معنی لیتے ہی نہیں ورنہ مشہور احادیث ہوتی ہی وہ ہیں جو قرنِ اوّل میں احاد ہوتی ہیں قرن ثانی میں آکر درجہ تواتر میں پہنچ جاتی ہیں ان سے قطعی بمعنی طمانیۃ حاصل ہوتا ہے ہماری مراد قطعی سے یہی دوسری قسم ہے۔

اعتراض:

جو اصل میں اخبارِ احاد ہیں، ان سے یقین کیسے حاصل ہوگا ؟ اسلئے خبر واحد ظنی ہوتی ہے تو ظن کو ظن سے ملانے سے بھی ظن ہی حاصل ہوگا، یقین حاصل نہیں ہوگا پھر جب ایک میں جھوٹ کا احتمال ہوگا تو مجموع میں بھی جھوٹ کا ہی احتمال ہوگا تو کیسے متواتر یا مشہور احادیث بنیں گی؟

جواب:

اجتماع سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو احاد سے حاصل نہیں ہوتی، اس لئے احاد کا ظنی ہونا اور مجموعی کا یقینی ہونا پایا جائے گا جیسے کہ ایک بال کی کوئی قوت نہیں ہوتی لیکن جب بال مجتمع ہو کر رسی بن جائیں تو ان میں بہت قوت و مضبوطی آجاتی ہے۔

(شرح عقائد مع نبراس ص 77)

پھر اصول حدیث کا قانون واضح ہے کہ خبر ضعیف جب متعدد طرق سے ثابت ہو تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ متعدد طرق سے اس کا ثبوت اس میں قوت پیدا کر دیتا ہے، پھر شرح عقائد کے آخر میں جن مسائل کا ذکر ہے ان میں شارحین نے جابجا لکھا ہے کہ یہ مسائل اخبار احاد متواتر المعنی سے ثابت ہیں۔

(۳) تیسری دلیل علامہ ہیتمی مکی رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے:

"و ایضا ولیس الاختصاص بکثرة اسباب الثواب موجبا لزیادة مستلزمة للافضلیة قطعا بل ظنا لانه تفضل من الله فله ان لا یثیب المطیع ویثیب غیره وثبوت الامامة وان کان قطعیا لا یفید القطع بالافضلیة بل غایته الظن کیف ولا قاطع علی بطلان امامة المفضول مع وجود الفاضل۔

کثرت اسباب ثواب کی وجہ زیادتی کا سبب نہیں جو مستلزم افضلیت قطعی ہو بلکہ ظنی ہے اس لئے کہ تفضیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ مطیع کو ثواب نہ دے اور غیر کو ثواب دے دے۔ ثبوت امامت اگرچہ قطعی ہے لیکن افضلیت قطعیہ کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ غایت اس کی ظن ہے کس طرح (یہ نہ ہو) کیونکہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کا بطلان قطعی نہیں۔"

اگرچہ اس دلیل میں اجتہادی قول کے خطاء کی بات صریح طور پر موجود ہے کیونکہ کثرتِ ثواب اور خصوصی راز آپ کے دل میں رکھنا اور چار وجوہ افضلیت کی مخصصہ آپ (حضرت ابوبکر صدیق) میں ہی پائی گئی ہیں مطیع کو ثواب نہ دینا بھی رب تعالیٰ کی شان کریمی کے خلاف ہے، البتہ غیر مطیع کو ثواب دے دینا اس کا فضل ہے جس کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی۔

پھر خلافت عامہ کا تو یہی قانون ہے کہ مفضول کی خلافت فاضل کے ہوتے ہوئے کبھی پائی جاتی ہے لیکن خلافت نبوت کا قانون ہی شانِ نبوت کے مطابق

بلند شان والا ہے۔ بلند شان والا ہی سب سے پہلے عظیم الشان کا خلیفہ بنا۔

## زبدۃ التحقیق کے ص ۲۴ پر:

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ کی ''وایضا'' سے آگے عبارت کو نقل کیا گیا ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ظنی ہے بلکہ آگے اوراق میں یوں بیان کر دیا گیا ہے کہ علامہ مکی نے بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں ظنی کو ثابت کیا ہے۔

کاش!! علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن بات کو نقل کیا جاتا جو یہ ہے:

| | |
|---|---|
| "لکنا وجدنا السلف فضلوهم كذلك و حسن ظننا بهم قاض بانهم لو لم يطلعوا على دليل في ذلك لما اطبقوا عليه فلزمنا اتباعهم فيه وتفويض ما هو الحق فيه الى الله تعالىٰ[1]" | لیکن ہم نے سلف کو اسی پر پایا کہ انہوں نے فضیلت دی ہے ان کو (خلفاء راشدین کو) اسی طرح (یعنی ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق بلکہ افضلیت کے مطابق ترتیب خلافت رکھی گئی) اور ہمارا حسن ظن ان کے متعلق یہی فیصلہ کرتا ہے کہ بیشک وہ اگر اس (مسئلہ افضلیت میں حقیقت میں حق کیا ہے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ |

کاش!! ''زبدۃ التحقیق'' میں بھی یہ فیصلہ کن بات یوں لکھ دی جاتی کہ: اگرچہ مجھے دلائل ظنی بہتر نظر آتے ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ میری نظر و فکر کی کمی ہو، سلف صالحین کے اتفاق و اجماع کو ہم پر ماننا لازم ہے تو جھگڑا کرنے والوں کا جھگڑا بھی ختم ہو جاتا اور انصاف کی بات بھی ہوتی اور سلف صالحین کی یاد بھی تازہ ہوتی کہ ان کے اختلاف کس قسم کے تھے، ان میں کس درجہ کا انصاف پایا جاتا تھا بات تو وہی بنی کہ ہر شخص اپنی مرضی کی بات کرتا ہے جو جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔

○○○○

## اجماع کی تعریف:

اجماع کا لغوی معنی ہے، ''متفق ہو جانا'' اور شرعی معنی میں اس اتفاق کی تخصیص کردی گئی ہے۔

وفی الشریعة اتفاق مجتهدین صالحین من امة محمد فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی

اور شریعت میں نبی کریم ﷺ کے مجتہدین صالحین کا کسی قولی یا فعلی معاملہ میں متفق ہونا ،اجماع ہے۔

اگر اجماع غیر مجتہدین کا ہو تو وہ دلیل شرعی نہیں ،اسی طرح فساق کا اجماع بھی دلیل شرعی نہیں۔

## اجماع کا رکن دو قسم پر ہے:

عزیمة اور رخصة ۔ عزیمت کا مطلب یہ ہے: کہ جب کسی مسئلہ کا تعلق قول سے ہو تو کل کا اتفاق ہو ایک حکم پر ''بان یقولوا اجمعنا علی هذا'' کہ وہ یہ کہیں ہمارا اس پر اتفاق ہے۔او شروعهم فی الفعل ان کان من بابه ، اگر کسی چیز کا تعلق فعل سے ہو اور سب متفق ہو کر اس کام کو شروع کر دیں تو اس میں بھی اجماع پایا جائے گا۔ رکن عزیمت اس میں پایا جائے گا ، جیسے اہل اجتہاد سب مضاربة اور شرکة میں ان کے مشروع ہونے میں متفق ہوئے۔

## اجماع قولی اور فعلی کی مثال:

کالاجماع علی خلافة الصدیق رضی الله عنه فان الصحابة بایعوا بایدیهم واقرّوا بالسنتهم "

جس طرح صحابہ کرام کا اجماع ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیشک صحابہ کرام نے آپ کی بیعت کی اپنے ہاتھوں سے اور اقرار کیا اپنی زبانوں سے۔''

یہ خوبصورت مثال ہے اجماع قولی اور فعلی کی۔

اعتراض:

شیعہ نے تو اس کی مخالفت کی ہے، تو اجماع کیسے صحیح ہوا؟

جواب:

ان الشیعة من اهل الهوی ولا اعتداد لهم فی الاجماع علی ان حدوثهم بعد هذا الاجماع فان هذا الاجماع قبل دفن النبی صلی الله علیه وسلم ولا وجود للشیعة فی ذلك الوقت فهم منكروا هذا الاجماع والاجماع تحقق قبل حدوثهم

(قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار)

بیشک شیعہ اہل ھوی (اپنی خواہشات پر چلنے والے) ہیں۔ انکا اجماع میں کوئی اعتبار نہیں، علاوہ اسکے کہ اس فرقہ کا ظہور ہی اس اجماع کے بعد ہے۔ یہ اجماع تو نبی کریم ﷺ کے دفن سے پہلے کا ہے، اس وقت شیعہ کا وجود ہی نہیں تھا کہ وہ اجماع کا انکار کرتے، اجماع تو شیعہ کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک شیعہ فرقہ نہیں تھا اس وقت تک ایک برادری اہل سنت کی تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر متفق تھے وہ متفق کیوں نہ ہوتے جن کا امام نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنادیا۔ جب شیعہ فرقہ بن گیا تو دو برادریاں بن گئیں ایک اہل سنت کی جو اپنے اجماع پر قائم رہے اور دوسری برادری شیعہ کی جو صحابہ کرام کے اجماع سے منحرف ہو گئے۔

اجماع کے رکن کی دوسری قسم رخصت ہے:

وہ یہ ہے کہ بعض تو کلام کے ذریعے اتفاق ظاہر کریں یا فعل کے ذریعے اور بعض خاموش رہیں اور سوچنے کی مدت (تین دن) کے گزر جانے کے بعد رد نہ کریں۔ اس کا نام اجماع سکوتی ہے، ہمارے نزدیک یہ اجماع معتبر ہے۔ امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے لیکن آپ کی دلیل عدم قبولیت کی معتبر نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ

"ان السکوت کما یکون للموافقة یکون للمھابة ولا یدل علی الرضاء" خاموشی کبھی ڈر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس میں رضاء نہیں پائی جاتی۔"

انہوں نے اس کی مثال یہ دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (وراثت کے مسئلہ) عول میں مخالفت کی کہ انہوں نے عول کو تسلیم نہ کیا، تو ان سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنے قول کا اظہار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں کیوں نہ کیا؟ تو انہوں نے کہا: "کان رجلا مھیبا فھبتہ ومنعتنی درّتہ" وہ بارعب شخص تھے، میں ان سے ڈر گیا اور مجھے انکے درہ (کوڑے) نے روکے رکھا۔

لیکن یہ روایت درست نہیں "لانہ لم یروہ احد من المحدثین المعتبرین" اسلئے کہ یہ حدیث معتبر محدثین میں سے کسی ایک نے بھی روایت نہیں کی ، اگر اس طرح مرجوح اقوال کو مانتے چلے جائیں تو سوائے فتنہ وفساد کے کچھ نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ:

ان عمر کان اشد انقیاد الاستماع الحق من غیرہ حتی کان یقول لا خیر فیکم مالم تقولوا ولا خیرلی مالم اسمع »

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ دوسروں سے حق سننے کی فرمانبرداری کرتے تھے، بلکہ آپ خود فرماتے تھے کہ تم میں بھلائی نہیں جب تک تم حق بات نہ کرو اور مجھ میں بھلائی نہیں جب تک میں حق بات کو قبول نہ کروں۔

وکیف یظن فی حق الصحابة التقصیر فی امور الدین والسکوت عن الحق فی موضع الحاجة وقد قال علیہ السلام الساکت عن الحق شیطان اخرس »

صحابہ کرام کے حق میں کس طرح یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ دینی معاملات ومسائل میں بوقت ضرورت حق کے بیان سے خاموش رہتے ہوں، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ، حق کے بیان پر خاموش رہنے والا گنگا شیطان ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو وہ ہیں جبکہ آپ نے ایک مرتبہ ارادہ فرمایا کہ مہر کی حد مقرر کر دی جائے، تو ایک عورت نے کہا: آپ اس حق سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں جو رب تعالیٰ نے ہمیں دیا "و آتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا" رب تعالیٰ کے اس ارشاد میں تو ڈھیر مال دینے کی اجازت ہے، تو آپ نے فرمایا: عورت نے سچ کہا ہے تو آپ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

## اجماع کے اہل:

وہ لوگ ہیں جو مجتہدین ہوں اور اہل ھوی اور فاسق نہ ہوں۔

## اجماع کی شرط یہ ہے:

کہ سب متفق ہوں، کسی کا اختلاف نہ ہو۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی منکر کو کافر نہیں کہا گیا کہ ایک روایت شاذہ کے مطابق کچھ صحابہ کا اختلاف ثابت ہوا۔ وہ روایت معتبر نہ ہونے کے باجود احتیاط سے اس اجماع کے منکر کو کافر نہیں کہا گیا۔

خیال رہے کہ ہر زمانہ کے مجتہدین کا اجماع معتبر ہے لیکن صحابہ کرام کا اجماع سب سے زیادہ قوی ہے، وہ خبر متواتر کے درجہ میں ہے، جس کا منکر کافر ہے۔

## خصوصی توجہ !!!

"ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وھو المسمی بالاجماع السکوتی ولا یکفر جاحدہ وان کان من الادلة القطعیة"

دوسرا درجہ اس اجماع کا ہے جب کہ نص ثابت ہو اور بعض خاموش رہیں وہ اجماع سکوتی ہے اس کا منکر کافر نہیں اگر چہ اس اجماع کا ثبوت قطعی دلائل سے ہے۔

## یہ عبارت نور الانوار کی اپنی ہے، حاشیہ کی نہیں:

"فالاقوی اجماع الصحابة نصا مثل ان

سب سے قوی اجماع صحابہ کا ہے جس میں

یقولوا جمیعا اجمعنا علی کذا فانه مثل الایة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکر "

ماخوذ از نور الانوار مع قمر الاقمار از ص 219 تا ص 223 بالاختصار)

نص (قول) پایا جائے مثال کے طور پر وہ یہ کہیں کہ ہمارا اس مسئلہ پر اس طرح اتفاق ہے۔ یہ اجماع قرآن پاک کی آیۃ اور خبر متواتر کی طرح قطعی ہے، اس کا منکر کافر ہے ۔اس اجماع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ہے۔

## ایک حدیث پاک سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خلفاء پر افضلیت کا وہم اور اس کا ازالہ:

ابن ابی عاصم اور ابن جریر بافادہ تصحیح اور طبرانی اوسط اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہیں: میں بیمار تھا، خدمت اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ حضور نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز میں مشغول ہوئے، ردائے (چادر) مبارک کا آنچل مجھ پر ڈال لیا، پھر بعد از نماز فرمایا:

"برئت یا ابن ابی طالب فلا بأس علیك ما سالت اللہ لی شیئا الا سالت لك مثله ولا سالت اللہ شیئا الا اعطانیه غیر انه قیل انه لا نبی بعدی"

اے ابن ابی طالب تم اچھے ہو گئے ہو (صحت یاب ہو گئے ہو) تم پر کچھ تکلیف نہیں۔ میں نے اللہ عزوجل سے جو کچھ اپنے لئے مانگا ،تمہارے لئے بھی اس کی مانند سوال کیا اور میں نے جو کچھ چاہا رب عزوجل نے مجھے عطاء فرمایا مگر مجھ سے یہ فرمایا گیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں اسی وقت ایسا ہو گیا گویا بیمار ہی نہ تھا۔

(کنز العمال بحوالہ ابن ابی عاصم وابن جریر وطبرانی اوسط وابن شاہین فی السنۃ حدیث 36513 موسسۃ الرسالۃ بیروت 170/13)

تنبیہ:

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے) (ت) یہ حدیث حضرت امیر المؤمنین کیلئے مرتبہ صدیقیت کا حصول بتاتی ہے۔ صدیقیت ایک مرتبہ تلوِ نبوت (نبوت کے پیچھے) ہے کہ اس کے اوپر نبوت کے بیچ میں کوئی مرتبہ نہیں گا۔ اگر ایک مقام ادق واخفی ہے کہ نصیبہ حضرت صدیق اکبر اکرم واتقی رضی اللہ عنہ ہے تو اجناس وانواع واصناف فضائل وکمالات وبلندی درجات میں خصائص وملزومات نبوت کے سوا صدیقین ہر عطیہ بہیہ (قیمتی عطیہ) کے لائق واہل ہیں۔ اگرچہ باہم ان میں تفاوت وتفاضل کثیر ووافر ہو۔

مختصر مطلب:

حدیث پاک سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام صدیقیت سمجھ آرہا ہے جو سب سے بلند حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے پھر اللہ تعالیٰ کے تمام مقربین کو درجہ بدرجہ حاصل ہے۔ مقامِ صدیقیت نبوت کے بعد ہے لیکن قریب ہے۔ آخر نہ دیکھا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کل ولی علی قدم نبی وانا علی قدم جدی صلی اللہ علیہ وسلم وما رفع المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قدما الا وضعت انا قدمی فی الموضع الذی رفع قدمہ منہ الا ان یکون قدما من اقدام النبوۃ فانہ لاسبیل ان ینالہ غیر نبی"

ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پاک پر ہوں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے اسی جگہ قدم رکھا مگر نبوت کے قدم کہ ان کی طرف غیر نبی کو اصلاً (بالکل) راہ نہیں۔

(بہجۃ الاسرار لامام ابی الحسن علی شطنوفی ذکر کلمات اخبر بھا عن نفسہ ص 22)

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت سے کم درجہ پر فائز نہ تفرد کی دلیل اور نہ ہی تفضیل کی دلیل ہے وہ سینکڑوں میں سے مشترک ہے، ہر غوث وصدیق اس میں مشترک ہے

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"من اتاہ ملك الموت وھو یطلب العلم کان بینہ وبین الانبیاء درجۃ واحدۃ و درجۃ النبوۃ رواہ ابن نجار انس رضی اللہ عنہ"
(کنز العمال بحوالہ ابن نجار عن انس حدیث 28829 موسسۃ الرسالۃ بیروت 160/10)

"جس کے پاس ملک الموت آئیں اور وہ طلب علم میں ہو، اس میں اور انبیاء علیہم السلام میں صرف ایک درجے کا فرق ہے کہ درجۂ نبوت ہے۔(اسے ابن نجار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

دوسری حدیث میں ہے:

کاد حملۃ القرآن ان یکونوا انبیاء الا انہ لا یوحی الیھم "(رواہ الدیلمی عن عبد اللہ بن عمر)
الفردوس للدیلمی بما ثور الخطاب حدیث 221 دار الکتب العلمیۃ بیروت 75/1)

قریب ہے حاملانِ قرآن انبیاء ہوں مگر یہ کہ ان کی طرف وحی نہیں آتی۔(اسے دیلمی نے ایک حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا)

نتیجہ واضح ہے:

تو اس قسم کے امثال سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفضیل کا وہم نہیں ہوسکتا۔(فتاوی رضویہ ج 5 ص 678 ص 679)

## حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہیں اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ صدیق اصغر ہیں:

صدیق اکبر کا مقام اعلیٰ صدیقیت سے بلند و بالا ہے۔نسیم الریاض شرح شفاء للامام قاضی عیاض میں ہے:

اما تخصیص ابی بکر رضی اللہ عنہ فلانہ

لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تخصیص اس لئے کہ

الصدیق الاکبر الذی سبق الناس کلھم لتصدیقہ ﷺ ولم یصدر منہ غیر قط وکذا علی کرم اللہ وجہہ فانہ یسمی الصدیق الاصغر الذی لم یتلبس بکفر قط ولم یسجد لغیر اللہ مع صغرہ وکون ابیہ علی غیر الملۃ ولذا خص بقول علی کرم اللہ وجہہ"

(نسیم الریاض شرح شفاء امام عیاض الباب الاول الفصل الاول دار الفکر بیروت 172/1)

وہ صدیقِ اکبر ہیں جو تمام لوگوں میں آگے ہیں کیونکہ انہوں نے جو حضور ﷺ کی تصدیق کی وہ کسی کو حاصل نہیں اور یوں ہی علی کرم اللہ وجہہ کا نام صدیقِ اصغر ہے جو ہرگز کفر سے متلبس نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کیا باوجودیکہ وہ نابالغ تھے اور ان کے والد ملت اسلامیہ پر نہ تھے اسی وجہ سے انہوں نے علی کرم اللہ وجہہ کے قول کو خاص طور پر لیا۔(ت)

## شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا ارشاد:

حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنابہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نفعنا اللہ فی الدارین بفیضانہ فتوحات مکیہ شریفہ میں فرماتے ہیں:

"فلو فقد النبی ﷺ فی ذلک الوطن وحضرۃ ابوبکر لقام فی ذلک المقام الذی اقیم فیہ رسول اللہ ﷺ لانہ لیس ثم اعلی منہ یحجبہ عن ذلک فھو صادق ذلک الوقت وحکمہ وما سواہ تحت حکمہ (ثم قال) وھذا المقام الذی اثبتناہ بین الصدیقیۃ ونبوۃ التشریع الذی ھو مقام القربۃ وھو للافراد ھو دون النبوۃ التشریع

یعنی اگر حضور سید عالم ﷺ اس موطن میں تشریف نہ رکھتے ہوں اور صدیق اکبر حاضر ہوں تو حضور اقدس ﷺ کے مقام پر صدیق قیام کریں گے کہ وہاں صدیق سے اعلیٰ کوئی نہیں جو انہیں اس سے روکے وہ اس وقت کے صادق وحکیم ہیں۔ اور جو ان کے سوا ہیں سب ان کے زیرِ حکم، یہ مقام جو ہم نے ثابت کیا صدیقیت اور نبوت شریعت کے بیچ میں

و فوق الصدیقیة فی المنزلة عند الله والمشار الیه بالسر الذی وقر فی صدر ابی بکر ففضل به الصدیقین اذ حصل له ما لیس فی شرط الصدیقیة ولا من لوازمها فلیس بین ابی بکر وبین رسول الله ﷺ رجل لانه صاحب الصدیقیة وصاحب السر"

(الفتوحات المکیۃ الباب الثالث والسبعون دار احیاء التراث العربی بیروت ج 2 ص 25)

ہے۔ یہ مقام قربت افراد (فردوں) کیلئے ہے، اللہ کے نزدیک نبوت شریعت سے نیچا اور صدیقیت سے مرتبے میں بالا ہے۔اسی کی طرف اس راز سے اشارہ ہے جو سینہ صدیق میں متمکن ہوا جس کے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے کہ ان کے قلوب میں وہ رازِ الٰہی حاصل ہوا جو نہ صدیقیت کی شریعت نہ اس کے لوازم سے ،تو ابوبکر صدیق اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی شخص نہیں کہ وہ تو صدیقیت والے بھی ہیں۔اور صاحب راز بھی (رضی اللہ عنہ)

فتاوی رضویہ، ج 15 ص 680,681 مطبوعہ رضاء فاؤنڈیشن لاہور

**خلاصۂ کلام:**

صدیقیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصف بھی ہے، اس وصف میں بھی آپ کو کمال درجہ حاصل ہے، اسلئے آپ صدیقِ اکبر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ وصف حاصل ہے لیکن وہ درجہ حاصل نہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، اسلئے آپ صدیقِ اصغر ہیں۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے میں ایک راز پایا گیا ہے جس کی وجہ سے آپ کو صدیقیت سے بھی بلند مقام حاصل ہے۔ وہ مقامِ نبوت سے کم ہے اور صدیقیت سے بلند ہے، پھر اس مرتبہ کے متعلق کیا پوچھتے ہو کہ آپ کو مقام صدیقیت بھی حاصل ہے اور آپ صاحب راز بھی ہیں، صاحب راز ہونے کی پہلے وضاحت ہو چکی ہے۔

## سیدنا صدیق کی سبقت کی چار وجوہات:

خیثمہ طرابلسی وابن عساکر ابوالزناد سے راوی، ایک شخص نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی: یا امیر المومنین! کیا بات ہوئی کہ مہاجرین وانصار نے ابوبکر کو تقدیم دی حالانکہ آپ کے مناقب بیشتر (بہت زیادہ) اور اسلام وسوابق بیشتر۔ فرمایا: اگر مسلمان کے لئے خدا کی پناہ نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا، افسوس تجھ پر، ابوبکر چار وجہ سے مجھ پر سبقت لے گئے:

①: افشائے اسلام میں مجھ سے پہلے

②: ہجرت میں مجھ سے سابق (پہلے)

③: صحبت غار بھی انہیں کا حصہ

④: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کیلئے انہیں کو مقدم فرمایا۔

ویحك ان الله ذم الناس کلھم ومدح ابابکر فقال الا تنصروه فقد نصره الله الآیۃ سب کی مذمت اور ابوبکر کی مدح فرمائی کہ ارشاد فرماتا ہے، اگر تم اس نبی کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ نے اسکی مدد فرمائی، (الخ)

(جامع الاحادیث بحوالہ خیثمہ وابن عساکر، حدیث 7689 دار الفکر بیروت 290/16)

## حضرت ابوبکر صدیق کا تقدم:

خطیب بغدادی وابن عساکر اور دیلمی مسند الفردوس اور عشاری فضائل الصدیق میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سالت الله ثلاثا ان یقدمك فابیٰ علیّ الا تقدیم ابی بکر" اے علی! میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر کو مقدم رکھا۔

(تاریخ بغدادی حدیث 8921 دار الکتاب العربی بیروت 213/11 وکنز العمال بحوالہ ابی طالب

العشاری وغیرہ حدیث 35680 موسسۃ الرسالۃ بیروت 515/12)

## حضرت علیؓ کی مدح افراط وتفریط کا شکار:

عبداللہ بن احمد زوائد مسند میں اور ابو یعلی ودورقی وحاکم وابن ابی عاصم وابن شاہین امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

دعانی رسول اللہ ﷺ فقال یا علی ان فیك من عیسی مثلا ابغضته الیهود حتی بهتوا امه واحبته النصاری حتی انزلوه بالمنزلة التی لیس بها وقال علی الا وانه یهلك فیّ رجلان محب مطری یفرطنی بما لیس فیّ ومبغض مفتر یحمله شنآنی علی ان یبهتنی الا وانی لست بنبی ولا یوحی الیّ ولکنی اعمل بکتاب الله وسنة نبیه ﷺ ما استطعت فما امرتکم به من طاعة الله فحق علیکم طاعتی فیما احببتم او کرهتم وما امرتکم بمعصیة انا وغیره فلا طاعة لاحد فی معصیة الله انما الطاعة فی المعروف"

(المستدرک للحاکم ، کتاب معرفۃ الصحابۃ ، دار الفکر بیروت 3/ 123 ومسند احمد بن حنبل مروی از علی، دار الفکر بیروت 160/1)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر ارشاد فرمایا: اے علی! تجھ میں ایک کہاوت عیسی علیہ السلام کی طرح ہے۔ یہود نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاریٰ ان کے دوست بنے یہاں تک کہ جو مرتبہ ان کا نہ تھا وہاں جا اتارا۔ مولا علی فرماتے ہیں: سن لو! میرے معاملہ میں دو شخص ہلاک ہوں گے: ایک دوست میری تعریف میں حد سے بڑھنے والا، جو میرا مرتبہ وہ بتائے گا جو مجھ میں نہیں اور ایک دشمن مفتری جسے میری عداوت اس پر باعث ہوگی کہ مجھ پر بہتان باندھے گا۔ خبردار! میں نبی نہیں اور نہ ہی میری طرف وحی آتی ہے تو جہاں تک ہو سکے اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہوں تو میں جب تمہیں اطاعت کا حکم دوں تو میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے چاہے تمہیں پسند ہو خواہ ناگوار، اور اگر میں معصیت کا حکم دوں یا کوئی اور (تمہیں معصیت کا حکم دے)

تو اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت تو مشروع بات میں ہے۔
(فتاوی رضویہ، ج15 ص687,686)

## عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

شیخین کی افضلیت: امام دارقطنی جندب اسدی سے راوی

ان محمد بن عبد الله بن الحسن اتاه قوم من اهل الكوفة والجزيرة فسالوه عن ابی بكر وعمر فالتفت الیّ فقال انظر الی اهل بلادك يسالونی عن ابی بكر وعمر لهما افضل عندی من علیّ

(الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدار قطنی عن جندب الاسدی، مکتبہ مجیدیہ ملتان، ص53)

یعنی امام نفس زکیہ محمد بن عبداللہ محض ابن امام حسن مثنی ابن حسن مجتبیٰ ابن مولی علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس اہل کوفہ وجزیرہ سے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر ابوبکر صدیق وعمر فاروق کے باب میں سوال کیا، امام نے میری طرف التفات (توجہ) کر کے فرمایا: اپنے وطن والوں کو دیکھو! مجھ سے ابوبکر وعمر کے باب میں سوال کرتے ہیں بیشک وہ دونوں میرے نزدیک علی سے افضل ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)

## رافضی اور خارجی نظریات:

حافظ عمر بن شعبہ سیدنا امام زید شہید ابن امام زین العابدین ابن امام حسین شہید کربلا ابن مولیٰ علی مرتضی (رضی اللہ عنہم) سے راوی، انہوں نے رافضیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بكر وعمر ولم يستطيعوا ان يقولوا فيهما شيئا وانطلقتم انتم فطفرتم فوق ذلك فبرئتم منهما فمن بقی فو الله ما بقی احد الا برئتم منه

خارجیوں نے چل کر تو انہیں سے برأت (بیزاری) کی جو ابوبکر وعمر سے نیچے (درجہ) میں ہیں یعنی عثمان وعلی مگر ابوبکر وعمر کی شان میں کچھ نہ کہہ سکے، اور اے رافضیو! تم نے ان سے اوپر جست (چھلانگ) لگائی کہ خود

(الصواعق المحرقۃ بحوالہ الحافظ عمر بن شعبۃ، مکتبہ مجیدیہ ملتان، ص 53)

ابوبکر وعمر سے برأت کر بیٹھے تو اب کون رہ گیا؟ خدا کی قسم کوئی باقی نہ رہا جس سے تم نے تبرّا نہ کیا۔

## رافضی کی سزا اہل بیت کی نظر میں:

دارِ قطنی فضیل بن مرزوق سے راوی، فرمایا:

قلت لعمر بن علی بن الحسین بن علی (رضی اللہ عنھم) افیکم امام تفترض طاعتہ تعرفون ذلک من لم یعرف ذلک لہ فمات میتۃ جاھلیۃ فقال لا واللہ ما ذلک فینا من قال ھذا فھو کاذب فقلت انھم یقولون ان ھذہ المنزلۃ کانت لعلی ثم للحسن ثم للحسین قال قاتلھم اللہ ویلھم ما ھذا من الدین واللہ ما ھولاء الا متأکلین بنا ھذا "مختصر"

(الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدار قطنی عن فضیل بن مرزوق، الباب الثالث، مکتبہ مجیدیہ ملتان، ص 56)

میں نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی امام عمر بن علی سے پوچھا: آپ میں کوئی ایسا امام ہے جس کی طاعت فرض ہو؟ آپ اس کا یہ حق پہچانتے ہیں جو اسے بے پہچانے مر جائے جاہلیت کی موت مرے۔ فرمایا: خدا کی قسم! ہم میں کوئی ایسا نہیں جو ایسا کہے، جھوٹا ہے۔ میں نے کہا: رافضی تو کہتے یہ مرتبہ مولیٰ علی کا تھا، پھر امام حسن، پھر امام حسین کو ملا۔ فرمایا: اللہ رافضیوں کو قتل کرے خرابی ہو ان کیلئے یہ کیا دین ہے؟ خدا کی قسم یہ لوگ نہیں مگر ہمارا نام لے کر دنیا کمانے والے والعیاذ باللہ عزوجل۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 15 ص 689,688 مطبوعہ رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے مختصر ارشادات:

(۱) حضرات شیخین (صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل مرید تھے۔ اولیاء کرام فرماتے ہیں: تا جہاں است نہ

ہمچو مصطفیٰ ﷺ پیرے بود نہ ہمچو ابوبکر صدیق مریدے" پوری کائنات میں مصطفیٰ ﷺ جیسا نہ کوئی پیر ہے، اور نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا کوئی مرید (ت)

(فتاوی رضویہ، ج11، ص326)

2۔ رایت ان قد زاغت اقدام وزلت اقوام وضلت افهام عما رفعت له الرایات الی ارفع الغایات واشمغ النهایات من تو افر الآیات وتظافر الاخبار وتواتر الآثار من العترة الاطهار والصحابة الکبار والاولیاء الاخیار والعلماء الابرار من تفضیل الشیخین علی ابی الحسنین رضی الله عنهم وجعلنا لهم۔

میں نے دیکھا کچھ لوگ منحرف ہوئے اور کچھ قدم پھسلے اور کچھ ذہن اس سے گمراہ ہوئے جس کیلئے نہایت بلندی تک علم بلند کئے گئے آیات واخبار وآثار کی کثرت سے اور اس پر صحابہ کبار اہل بیت اطہار، پیشوایانِ اخیار، اور علمائے ابرار کا اجماع ہو چکا یعنی شیخین ابوبکر وعمر کی فضیلت ابوالحسنین علی پر ،اللہ ہمیں ان کیلئے کرے۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص497)

(۳) تفضیلی شیعہ کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو، خلفائے اربعہ رضوان علیہم کی امامت برحق جانتا ہو، صرف امیر المؤمنین مولیٰ علی کو شیخین رضی اللہ عنہم) سے افضل مانتا ہو، اسے کفر سے کچھ علاقہ نہیں، بدمذہب ضرور ہے۔

(فتاوی رضویہ ج11 ص346)

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلالت کرنے والی احادیث:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ احادیث وہ ذکر فرمائیں جن مین صراحتاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ذکر ہے، احادیث مبارکہ ذکر کرنے سے پہلے جو آپ نے بیان فرمایا اس سے پتہ چل رہا ہے کہ آپ کے زمانہ کے تفضیلیوں نے یہ کہا تھا یا کشف سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ تھا کہ پچاسی سال بعد یوں کہا جائے گا۔

## زبدۃ التحقیق میں جو بیان کیا گیا ہے:

''چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر عبداللہ بن عمر کا ایک قول یا حدیث تقریری ملتی ہے اور چند دوسری احادیث ملتی ہیں جو اخبار واحدہ ہیں یا ظنی الدلالۃ یا متعارض ہیں اور جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر بیس (۲۰) حوالہ جات از قسم احادیث مرفوعہ واقوال مرفوعہ واقوال صحابہ گزشتہ صفحات میں پیش گئے جا چکے ہیں اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع کے ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا ہے کیونکہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دعویدار تھوڑے ہیں اور جناب علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دعوار بھی زیادہ ہیں اور دلائل بھی کثیر از قسم احادیث مرفوعہ ہیں۔'' (زبدۃ التحقیق ص ۲۶۷)

سبحان اللہ! کیا خوب بیان ہے، تمام ممالک اسلامیہ کو دیکھئے بفضلہ تعالیٰ شیعہ پانچ فیصد تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر تفضیلیوں کو ساتھ ملالیں تب بھی دو فیصد سے اور زیادہ نہیں ہوں گے، ابھی تو ان کی ابتدائی کوشش ہے، ان شاء اللہ وہ بھی مٹ کر رہے گی۔

ابن عبدالبر کی مرجوح روایت سے پانچ چھ صحابہ ثابت کئے گئے اور ابوزہرہ مصری غیر معتبر شخص کے قول سے بیس صحابہ کرام ثابت کئے گئے اور دعوی اکثریت کا پھر اس جملہ کا اہل علم تقابلی جائزہ لیں ''اخبارِ واحدہ ظنی الدلالۃ متعارض کے مقابل اقوالِ مرفوعہ، احادیث مرفوعہ، اقوال صحابہ ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا آپ کی پیش کردہ احادیث متواتر ہیں قطعی الدلالۃ، غیر متعارض ہیں، زبانی دعوی کرنا تو بہت آسان ہے ثبوت پیش کرنا بہت مشکل ہے۔

آیئے! دیکھئے حدیث ایک ہے یا زیادہ۔ پہلے آپ احادیث کتب احادیث میں مناقب میں دیکھئے۔ ضمنی طور پر بیان کردہ کو دیکھنے سے تعداد بہت زیادہ ہوگی،

تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

| نام کتاب | حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں | حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں |
| --- | --- | --- |
| بخاری | ۲۳ | ۷ |
| مسلم | ۱۶ | ۱۲ |
| ترمذی | ۳۰ | ۲۵ |
| ابن ماجہ | ۹ | ۸ |
| ابوداؤد | ۱۰ | (جوضمناً مذکور ہیں) ۳ |
| مؤطاامام محمد | ۴ | ○ |

**اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا:**

الفصل الثالث فی الاحادیث النبویة والبوارق المصطفویة وعلی آله الصلوة والتحیة"

**احادیث کے ذکر سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:**

واضح ہواحادیث مرفوعہ اثباتِ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما میں ایسی کثرت محدودہ پر نہیں جن کے استقصاء واستیعاب کی طرف دست طمع دراز کیا جائے۔ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی میں ایک جم غفیران میں سے ذکر کرے استنزالِ رحمت الٰہی کریں گے قولاً وفعلاً۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح بوضاحت تمام روشن وآشکارا فرمادیا کہ جورتبہ شیخین کا دربارِ الٰہی وبارگاہِ رسالت پناہی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کسی کا نہیں اور جس جلالت شان ورفعت مکان پر یہ سرفراز کسی کو میسر نہیں۔ہم یہاں صرف دانہ از خرمن وغنچہ از گلشن کے قبیل سے ان معدود حدیثوں پر اقتصار کرتے ہیں جوافادۂ مقصود میں اصرح واوضح واجلی واسنی اور نظر وفکر تمہید مقدمات وترتیب دلائل تقصیر مباحث سے

اغنی ہیں۔(آگے طویل عبارت کے بعد فرماتے ہیں)اب کہ اس تمہید سے فراغت پائی ۔ہاں! اکنافِ عالم میں ندائے دلنواز کیجئے اور اطراف زمین میں صدائے جاں گداز دیجئے،وہ دل نواز ندا جس سے ارباب ارشاد کے دلوں کی کلیاں کھل جائیں اور وہ جاں گداز صدا جس سے اصحابِ عناد کے جگر ہل جائیں،وہ دلنواز کہ ابر بہاری بن کر چمن ہدایت میں پھول برسائے اور وہ جاں گداز صدا کہ گرجتی امنڈ کر خرمنِ ضلالت پر بجلیاں گرائے،وہ دلنواز ندا جس میں اہل حق کیلئے فرحیت ابدی کے سامان نکلیں اور وہ جاں گداز صدا جس سے ابنائے باطل کے کلیجے چار چار ہاتھ اچھلیں۔

(پھر کچھ طویل خوبصورت عبارت کے آخر میں فرماتے ہیں :) طوبیٰ (مبارک) طوبیٰ ہزار طوبیٰ اس خوش نصیب کو جو اس کے حضور گردنِ اذن خم کرے ،وائے مصیبت و بلا آفت اس حرمان مقدر کی جو اس سے سرتابی کر کے اپنی جان زار پر جفاو ستم کرے۔

## حدیث اول:

(۱)حضرت محمد بن اسمٰعیل بخاری اور ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (رحمہم اللہ) حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں"وھذا الفظ الطبرانی وھو اصرح فی الرفع"جو حدیث ذکر کی جارہی ہے،اس کے الفاظ مبارکہ طبرانی کے ہیں جو حدیث کے مرفوع ہونے کو زیادہ واضح کررہے ہیں:

کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر عثمان فیسمع ذلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینکرہ

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث(۱۳۱۳۲)داراحیاء التراث بیروت ۲۲۱/۱۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے افضل اس امت کے بعد اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر و عمر و عثمان پس یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع اقدس تک پہنچتی اور حضور انکار نہ فرماتے۔

حدیث دوم:

عبد بن حمید اپنی مسند اور ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشا پوری صحیح مستدرک اور حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں اور حافظ محمد دین البخار بچند طرقِ اسناد سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل ابی بکر الا ان یکون نبی" | نہ طلوع آفتاب نے اور نہ غروب کیا کسی شخص پر جو ابوبکر سے افضل ہو سوا نبی کے۔ |

(کنز العمال فضائل ابوبکر الصدیق حدیث ۳۲۶۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۱/۲۵۴)

فائدہ:

یہاں دو امر قابل لحاظ جو اس حدیث اور اس کے ماورا میں اکثر بکار آمد ہوں گے (یعنی دو چیزوں کو یاد رکھیں جو اس حدیث اور دوسری حدیثوں میں بھی کام آئیں گی۔)

اولاً: (پہلی چیز) بلغاء کا قاعدہ ہے جب کسی شے کی نفی کلی مقصود ہوتی ہے اسے اسی قسم (کے) الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ آفتاب ایسی چیز پر طالع نہ ہوا، یا اس پر غروب نہ کیا، یا زیر سایہ آسمان ایسا کوئی نہیں، یا وجہ ارض اس سے خالی ہے، یا زمین نے نہ اٹھایا اور فلک نے سایہ میں نہ لیا کسی ایسے کو، یا دن نہ چمکا اور رات نہ تاریک ہوئی اس پر۔ اور مقصود ان سے بطریقِ اثبات لازم بثبوت ملزوم، خواہ یوں کہیے کہ نفی ملزوم بانتفاء لازم، وہی سلب مطلق وعدم عام ہوتا ہے۔ پس حاصل یہ کہ زمانہ آدم علیہ السلام سے آج تک بعد انبیاء ومرسلین کے کوئی شخص ابوبکر سے افضل پیدا نہ ہوا۔

ثانیاً: (دوسری چیز) عرف دائر وسائر ہے کہ معنی تفضیل کو نفی افضل کے پیرایہ میں ادا کرتے ہیں۔ کہتے یہ ہیں: فلاں شخص سے کوئی افضل نہیں، اور مراد یہ کہ نہ اس سے کوئی بہتر نہ اس کا کوئی ہمسر بلکہ وہی سب سے خیر و برتر، اور شاید سر (راز) اس میں

یہ ہے کہ مساوات تامہ کلیہ حقیقیہ دو شخصوں میں کہ ہر وصف و ہر نعت و ہر خوبہ و ہر کمال میں کانٹے کی تول ایک سانچے کی ڈھال ہوں از قبیل محال عادی پس نفی افضل افادۃ مقصود میں کافی۔ تو معنی حدیث یہ ہوئے کہ تمام جہاں میں انبیاء و مرسلین کے بعد نہ کوئی صدیق سے اشل نہ کوئی انکا مثل و مثیل بلکہ وہی ساری مخلوق سے افضل۔

حدیث سوم (۳):

طبرانی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ما طلعت الشمس علی احد منکم افضل من ابی بکر، تم میں کسی ایسے پر آفتاب نہ نکلا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۷۳۰۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۷۳/۵)

فائدہ:

اس حدیث کیلئے شواہد کثیرہ ہیں اور حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا۔

حدیث چہارم (۴):

طبرانی حضرت اسعد بن زرارہ سے راوی، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان روح القدس جبریل اخبرنی ان خیر امتك بعدك ابو بکر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیشک روح القدس جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ بہتر آپ کی امت کے بعد آپ کے ابو بکر ہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۴۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۸/۵)

حدیث پنجم (۵):

طبرانی معجم کبیر اور احمد بن عدی کامل میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ابو بکر خیر الناس الاان یکون

نبی ، ابوبکر سب آدمیوں سے بہتر ہیں سوا انبیاء کے۔
(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ، عکرمہ بن عمار ، حدیث ۱۴۱۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت ، ۴۸۴/۶)

## حدیث ششم (۶):

حاکم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ما صحب النبیین والمرسلین ولا صاحب یٰس افضل من ابی بکر، اور انبیاء ومرسلین کے جس قدر صحابی اور صاحب یاسین (یعنی حبیب نجار جن کا قصہ حق سبحانہ نے سورۃ یٰس شریف میں ذکر فرمایا اور جنتی اور مکرم ہونا بیان کیا) ان میں کوئی صدیق سے افضل نہیں۔
(کنز العمال، فضائل ابی بکر الصدیق حدیث، ۳۲۵۶۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۵۰/۱۱)

## حدیث ہفتم (۷):

دیلمی مسند الفردوس میں جناب امیر (حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے راوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اتانی جبریل فقلت من یھاجر معی قال ابوبکر وھو یلی امر امتك من بعدك وافضل امتك ، یعنی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے ، میں نے کہا: میرے ساتھ مدینہ طیبہ کو کون ہجرت کرے گا؟ عرض کیا: ابوبکر اور وہ والی ہوں گے امر امت کے بعد حضور کے اور وہ حضور کی تمام امت سے افضل ہیں۔
(کنز العمال، فضائل ابی بکر الصدیق حدیث، ۱۲۵۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲۵۱/۱۱)

## حدیث ہشتم (۸):

ابن عساکر حضرت مولی المسلمین اسد اللہ الغالب اور حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن العوام سے راوی، حضور افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: خیر امتی بعدی ابوبکر وعمر، بہترین امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میرے ابوبکر وعمر ہیں۔
(کنز العمال، فضائل ابی بکر وعمر، حدیث ۳۲۶۶۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۵۸/۱۱)

## حدیث نہم (۹):

حاکم کنی اور ابن عدی کامل اور خطیب تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت خیر البریۃ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا ارشاد ہے: ابوبکر وعمر خیر الاولین والمرسلین، ابوبکر وعمر بہترین سب اگلوں پچھلوں کے اور بہترین سب آسمان والوں سے اور بہترین سب زمین والوں سے سوا انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے۔
(جمع الجوامع حرف الہمزۃ، حدیث ۱۲۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۳۹/۱)

## حدیث دہم (۱۰):

ترمذی نے جامع اور ابن ماجہ نے سنن اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں روایت کی:

وھذی روایۃ ابن الامام عن حسن بن زید بن حسین بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجوھھم قال حدثنی ابی عن ابیہ عن علی قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر وعمر فقال یا علی ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ وشبابھا بعد النبیین والمرسلین،

(مسند احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، حدیث ۶۰۲، دار الکتب، بیروت، ۱۷۴/۲)

یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پوتے حضرت حسن بن زید فرماتے ہیں: مجھ سے میرے پدر بزرگوار حضرت زید بن حسن نے اپنے والد ماجد حضرت امام حسن سے انہوں نے حضرت امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ سے تحدیث کی کہ جناب مرتضوی نے فرمایا: میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر وعمر سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے بعد انبیاء ومرسلین کے۔

## حدیث یازدہم (۱۱):

دسویں حدیث والا مضمون ترمذی نے جامع میں بیان کیا۔
(سنن ترمذی، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲۰۷/۲، ۲۰۸)

### حدیث دوازدہم (۱۲):

دسویں حدیث والا مضمون ابو یعلی نے مسند میں ذکر کیا۔

(مسند ابو یعلی معرفۃ العلوم والقرآن، بیروت۔ ۳۰۴/۱)

### حدیث سیزدہم (۱۳):

دسویں حدیث والا مضمون ضیاء نے مختارہ میں حضرت یونس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(الاحادیث المختارۃ مکتبہ تحفۃ الحدیثیۃ، مدینہ ۱۶۷/۲، ۲۴۴/۶)

### حدیث چہاردہم (۱۴):

دسویں حدیث والا مضمون ابن ماجہ نے سنن میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(ابن ماجہ، ص ۱۱)

### حدیث پانزدہم (۱۵):

یہی مضمون طبرانی نے معجم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ترمذی کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور ترمذی نے حدیث کو حسن کہا ہے۔ تیسیر میں ہے حدیث علی کے رجال رجال صحیح ہیں اور بعض علماء متاخرین نے اسے متواترات سے شمار کیا۔

### تنبیہ:

ایک مضمون کی حدیث جب مختلف راویوں سے آئے تو تعداد کے مطابق ہوتی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ بھی قدرے مختلف ہوتے ہیں، صرف مضمون ایک ہوتا ہے۔

### حدیث شانزدہم (۱۶):

دارقطنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ابن جریج سے

جوانہوں نے عطاء سے روایت کی:

ان النبی ﷺ رأی ابا الدرداء یمشی امام ابی بکر فقال تمشی قدام رجل ما طلعت الشمس علی خیر منه،

(کنز العمال، تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۲/۲۲۴)

”نبی کریم ﷺ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت ابوبکر کے آگے چل رہے تھے تو آپ نے فرمایا: تم اس شخص (حضرت ابوبکر) کے آگے چلتے ہو کہ جس کے بہتر پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

## حدیث ہفدہم (۱۷):

عن ابی الدرداء قال رآنی رسول اللہ ﷺ و انا امشی امام ابی بکر قال یا ابا الدرداء اتمشی من ھو خیر منك ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین و المرسلین افضل من ابی بکر قال ومن وجه آخر اتمشی بین یدی من ھو خیر منك فقلت یا رسول اللہ ابوبکر خیر منی قال ومن اھل مکة جمیعا؟ قال ومن اھل المدینة جمیعا قلت یا رسول اللہ ابوبکر خیر منی ومن اھل الحرمین؟ قال ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء بعد النبیین والمرسلین خیرا وافضل من ابی بکر،

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضل الشیخین، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۳/۷، بالفاظ مختلفة والمعنی واحد)

خلاصہ محصل روایات یہ کہ حضرت ابودرداء کو حضور ﷺ نے صدیق اکبر کے آگے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا: تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جس سے بہتر پر آفتاب نے طلوع نہ کیا اور ایک روایت میں ہے تو اسکے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے آفتاب نے انبیاء ومرسلین کے بعد کسی ایسے پر طلوع وغروب نہ کیا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ اور ایک میں یوں ہے کیا تو اسکے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے، ابودرداء نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ (کیا) ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں؟ فرمایا اور تمام اہل مکہ سے (وہ بہتر ہیں) عرض کیا یارسول اللہ ﷺ (کیا) ابوبکر مجھ سے اور تمام اہل مکہ سے بہتر ہیں؟ فرمایا تمام اہل مدینہ (سے بھی بہتر ہیں) عرض کیا یارسول اللہ ﷺ (کیا

) کیا ابوبکر مجھ سے اور تمام اہل مکہ و مدینہ سے بہتر ہیں؟ فرمایا: آسمان نے سایہ نہ ڈالا کسی ایسے پر اور زمین نے نہ اٹھایا کسی ایسے کو جو انبیاء و مرسلین کے بعد ابوبکر سے بہتر و افضل ہو۔
(ماخوذ از مطلع القمرین از ص ۲۲۹ تا ص ۲۴۰)

اعلیٰ حضرت نے جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب مرفوع ہیں۔ محبانِ صحابہ! اللہ کرے آپ کو یاد رہیں، کسی اور کو نظر آئیں یا نہ آئیں۔

## اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال الذهبی وقد تواتر ذلك عنه فی خلافته وکرسی مملكته وبین الغفیر من شیعته ثم بسط الاسانید الصحیحة فی ذلك قال ویقال رواه عنه نیف وثمانون نفسا وعدد منهم جماعة ثم قال قبح الله الرافضة ما اجهلهم انتهی۔

(الصواعق المحرقہ ،الباب الثالث الفصل الاول)

ذہبی نے کہا: امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے زمانہ خلافت میں جبکہ آپ کرسی اقتدار پر جلوہ گر تھے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کے جم غفیر میں افضلیت شیخین کو بیان فرمایا، کہا جاتا ہے کہ اسی (۸۰) سے زائد افراد نے اس بارے میں آپ سے روایت کی ہے۔ ذہبی نے ان میں سے کچھ کے نام گنوائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے وہ کس قدر جاہل ہیں۔ انتہی (ت)

یہاں تک کہ بعض منصفان شیعہ مثل عبدالرزاق محدث صاحب مصنف نے باوصف تشیع تفضیل شیخین اختیار کی اور کہا: جب خود حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ انہیں اپنے نفس کریم پر تفضیل دیتے تو مجھے اسکے اعتقاد سے کب مفر ہے۔ مجھے یہ کیا گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت رکھوں اور علی کا خلاف کروں، صواعق میں ہے:

ما احسن ما سلكه بعض الشیعة المنصفین كعبد الرزاق فانه قال افضل الشیخین

کیا ہی اچھی راہ چلے ہیں بعض منصف شیعہ جیسے عبدالرزاق کہ اس نے کہا: میں اس لئے

بتفضیل علیّ ایاھما علی نفسہ والا لما فضلتھما کفی بی وزرا ان احبہ ثم اخالفہ (الصواعق المحرقۃ، الباب الثالث ، الفصل الاول)

تیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں فضیلت دی ہے ورنہ میں انھیں آپ پر فضیلت نہ دیتا ،میرے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ میں آپ سے محبت کروں پھر آپ کی مخالفت کروں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 28 ص 480,479)

## قدیم زمانہ میں اور موجودہ زمانے میں لفظ شیعہ کے اطلاق میں فرق:

زبدۃ التحقیق میں جو بیان کیا گیا ہے:

”فلاں پر شیعہ ہونے کا الزام ہے اس طرح فلاں فلاں پر یہ خوارج کی پرانی عادت ہے کہ محبت اہل بیت کا تصور بھی نہ کرسکیں اور اس کی تہمت کے خوف کے پردے میں خارجیت پرورش پاتی ہے۔“

## اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی اسے بیان کردیا:

آیئے! ان سنگین الفاظ کو بھی دیکھئے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان ذیشان کو بھی دیکھئے:

متاخرین کی اصطلاح میں شیعہ روافض کو ہی کہتے ہیں 'خذ لھم اللہ جمیعا اللہ ان سب کو رسوا کرے ) بلکہ آجکل کے لئے بیہودہ مہذبین روافض کہنا خلاف تہذیب جانتے ہیں اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں حالانکہ سلف جو تمام خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ صرف امیر المومنین کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علماء اہل سنت کا تھا اسی

بناء پر متعدد دائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو شیعت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات (محبت) تھا و بس (اور فقط)

محمد بن فضیل بن غزوان المحدث الحافظ کان من علماء ھذا الشان وثقۃ یحی بن معین وقال احمد حسن الحدیث شیعی قلت کان متوالیا فقط

(تذکرۃ الحفاظ ۲۹۰۱)

محمد بن فضیل ابن غزوان جو کہ محدث اور حافظ حدیث کے علماء میں سے تھا' یحیٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد بن حنبل نے کہا کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے میں (ذہبی) نے کہا ہے، صرف اہل بیت سے محبت رکھتا تھا۔

بخاری اور مسلم کے راویوں میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح متقدمین پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب الراوی شرح تقریب الراوی شرح النواوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور) میں حاکم سے نقل کیا گیا ہے کہ "کتاب مسلم ملأن من الشیعۃ" مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے۔ (مختصر از فتاوی رضویہ ج5 ص175 تا176)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینے والا کافر نہیں لیکن مبتدع ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اضطراری طور پر زیادہ محبت رکھنے والا نہ کافر ہے اور نہ ہی مبتدع۔ اختیاری محبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہی زیادہ ہو جیسے راقم نے "نجوم التحقیق" ص ۳۸۴ تا ۳۸۷ اور نجوم الفرقان میں بیان کر دیا ہے۔

**حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جان نثاری و پروانہ واری:**

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"یرحمك الله یا ابا بکر کنت الف رسول الله ﷺ انسه ومسترجعه وثقته کنت احوطهم علی رسول الله ﷺ صدقت رسول الله ﷺ حین کذبه الناس و واسیته حین بخلوا وقمت به عند المکاره حین عنه قعدوا وصحته فی الشدة"
(البحر الازخار المعروف بمسند البزار مسند علی بن ابی طالب حدیث ۹۲۲۸ مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۱۳۸/۳)

اے ابوبکر! خدا آپ پر رحمت کرے آپ رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے اوان کے مونس ومرجع کار معتمد علیہ محافظت سرور عالم ﷺ آپ کے برابر کوئی نہ تھا، آپ نے ان کی تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا اور غمخواری کی جب اور وں نے بخل کیا، مکروہات میں ان کی خدمت پر ہوئے جب لوگ انہیں چھوڑ کر بیٹھ رہے اور مصیبتوں میں ان کا ساتھ دیا۔

فقد اخرج البخاری فی صحیحه عن عروة بن الزبیر قال سالت عن عبد الله بن عمر رضی الله عنه عنهما من اشد ما صنع المشرکون برسول الله ﷺ قال رایت عقبة بن ابی معیط جاء الی النبی ﷺ وهو یصلی فوضع رداءه فی عنقه فخنقه به خنقا شدیدا فجاء ابوبکر حتی دفعه عنه فقال اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وقد جاء کم"
(صحیح بخاری کتاب الفضائل باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا الحدیث)

عروہ بن زبیر فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی شدید تکلیف پہنچانے کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا: میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ آیا نبی کریم ﷺ کی طرف اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنی چادر آپ گلے میں ڈال کر سخت دبایا تو ابوبکر آ گئے یہاں تک اسے آپ سے دور ہٹایا تو فرمایا: کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں اپنے رب سے۔

(۳) الحاکم عن انس بن مالک رضی الله عنه قال لقد ضربوا رسول الله ﷺ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کفار نے ایک بار حضور کو یہاں تک ایذاء دی

حتی غشی علیه فقام ابوبکر فجعل ینادی و یقول ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ قالوا من ھذا قالوا ھذا ابن ابی قحافۃ المجنون"

کہ غش آ گیا ابوبکر نے کھڑے ہو کر ندا دی خرابی ہو تمہارے لئے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے" رب میرا اللہ ہے کافر آپس میں بولے یہ کون ہے ؟ انہوں نے کہا: یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے دیوانہ۔

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ باب خلافۃ ابی بکر حدیث ۲۴۲۴ جلد ٤ ص ۱۱ دار المعرفۃ بیروت)

(۴) ابو عمرو فی الاستیعاب عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنھما انھم قالوا لھا ما اشد ما رایت المشرکین بلغوا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان المشرکون قعودا فی المسجد فتذاکروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یقول فی آلھتھم فبیناھم کذلک اذ دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فقاموا الیہ وکان اذا سالوہ عن شیء صدقھم فقالوا الست فی آلھتنا کذا وکذا قال بلی فنشوا بہ باجمعھم فاتی الصریخ الی ابی بکر فقیل لہ ادرک صاحبک فخرج ابوبکر حتی دخل المسجد فوجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس مجتمعون علیہ فقال ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں: صحابہ کرام نے ان سے پوچھا وہ کیا شدت تھی جو تم نے مشرکین کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی تو انہوں نے کہا مشرکین مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ذکر کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس کا جو آپ ان کے خداؤں کا براذ کرتے تھے وہ اسی حال میں تھے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخ ہوئے وہ سب آپ کی طرف (حملہ کرنے کے لئے) کھڑے ہوئے۔ وہ آپ سے جو پوچھتے ،آپ سچ سچ بتا رہے تھے۔ تو انہوں نے پوچھا: کیا تم ہمارے معبودوں کو ایسا نہیں کہتے ؟ ارشاد ہوا کیوں نہیں کفار نے اکبارگی حضور پر حملہ کیا فریادی ابوبکر کے پاس آیا کہ اپنے یار کی خبر لو یہ مسجد میں آئے اور حال ملاحظہ کیا فرمایا خرابی ہو تمہارے لئے کیا مار ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار

ربی الله وقد جاء کم بالبینات من ربکم قالت فلهوا عن رسول الله ﷺ واقبلوا علی ابی بکر یضربونه قالت فرجع الینا لا یمس شیئا من غدائرہ الا جاء معه وهو یقول تبارکت یا ذ الجلا ل والاکرام "

اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس روشن نشانیاں اپنے رب سے مشرکین حضور کو چھوڑ کر انہیں مارنے لگے جب مکان کو واپس آئے شدت ضرب کا یہ حال تھا جدھر ہاتھ لگایا لیٹیں ساتھ آ گئیں تو وہ کہتے تھے برکت والا ہے تو اے ذوالجلال والاکرام۔

(مسند ابی یعلی موصلی مسند ابی بکر الصدیق الحدیث ۴۸۔ ۴۲/۱ دار لکتب العلمیہ بیروت)

(۵) و روی عن عمرو بن العاص رضی الله عنه قال ما تنال رسول الله ﷺ بشیء کان اشد من ان طاف بالبیت ضحی فلقوہ حین فرغ فاخذوا بمجامع ردائه وقالوا انت الذی تنهانا عما کان یعبد آباؤ نا قال انا ذاك فقال ابوبکر فالتزمه من ورائه ثم قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وقد جاء کم بالبینات من ربکم ان کاذبا فعلیه کذبه وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان الله لا یهدی من هو مسرف کذاب رافعا صوته بذلك وعیناہ تسیحان حتی ارسلوہ "

تاریخ دمشق لابن عساکر ابوبکر صدیق دار الفکر بیروت ۵۴/۳۰)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو شدید تکلیف پہنچی وقتِ چاشت سید المرسلین ﷺ خانہ کعبہ کا طواف فرماتے تھے فارغ ہوئے تو کافروں نے چادر اقدس پکڑ کر کھینچی اور کہا: تم ہی ہو جو ہمیں ان چیزوں سے منع کرتے ہو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے؟ فرمایا: میں ہی ہوں پس ابوبکر حضور کی پیٹھ کو چپٹ گئے اور کہا کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ خدا کو اپنا رب بتائے اور وہ تو کھلی نشانیاں لایا ہے تمہارے پاس اپنے پروردگار سے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر جھوٹ اس کا اور جو سچا ہے تو تمہیں پہنچے گی بعض وہ چیز جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے بے شک خدا راہ نہیں دکھاتا فضول خرچ بڑے جھوٹے کو باآواز بلند یہ کہتے جاتے تھے اور آنکھیں بہہ رہی تھیں یہاں تک کہ کفار نے حضور کو چھوڑ دیا۔

(۴) واخرج البزار فی مسنده عن علی رضی الله عنه انه قال اخبرونی من اشجع قالوا انت قال اما انی ما بارزت احدا الا انتصفت منه ولکن اخبرونی باشجع الناس قالوا لا نعلم فمن قال ابوبکر انه لما کان یوم بدر جعلنا لرسول الله ﷺ عریشا فقلنا من یکون مع رسول الله ﷺ لئلا هوی الیه احد من المشرکین فو الله ما وفی منا احد الا ابوبکر شاهد بالسیف علی راس رسول الله ﷺ لا یهوی الیه احد الا هوی الیه فهذا اشجع الناس قال علی ولقد رایت رسول الله ﷺ واخذ به قریش فهذا یجوءه وهذا یتلقاه وهم یقولون انت الذی جعلت الالهة الها واحدا قال فو الله ما وفی منا احد الا ابو بکر یضرب هذا و یجوءه هذا و یتلقاه وهو یقول ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله ثم رفع علی بردة کانت علیه فبکی حتی اخضلت اللحیة ثم قال أ مؤمن آل فرعون خیر ام ابوبکر فسکت القوم فقال الا تجیبونی فوالله لساعة ابی بکر خیر من مثل آل فرعون ذلك رجل کتم ایمانه وهذا رجل

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے انہوں نے کہا: آپ سب سے بہادر ہیں، فرمایا: خبردار رہو! میں جس کے مقابلہ میں میدان میں آیا اس سے آدھا رہا لیکن مجھے بتاؤ سب آدمیوں سے زیادہ بہا در کون ہے؟ بولے: نہیں معلوم، آپ بتایئے! فرمایا: ابوبکر۔ جب بدر کا دن تھا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کیلئے عریش تیار کیا (عریش سے مراد پالکی) تو ہم نے کہا: کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے تا کہ مشرکوں میں سے کوئی ایک آپ کی طرف بڑھنے نہ پائے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ہم میں سے کسی نے وفا نہ کی سوائے ابوبکر کے، وہ تلوار لے کر نبی کریم ﷺ کے سر پر موجود رہے، کوئی ایک بھی نبی کریم ﷺ کی طرف نہیں بڑھ سکتا تھا مگر پہلے وہ آپ پر ہی بڑھتا (حملہ کرتا) تو یہ سب سے بہادر ہوئے اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قریش نے حضور ﷺ کو پکڑا تھا اور وہ کہتے جاتے تھے تم ہی ہو جو بہت خداؤں کو ایک خدا کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ

اعلن ایمانہ"

(البحر الذخار مسند علی بن ابی طالب حدیث ۷۶۱ مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۱۴/۳)

کی ہم سے کوئی آگے نہ بڑھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچا رہے تھے حضرت ابوبکر ہی آگے بڑھے جنہوں نے آپ کا دفاع کیا ان لوگوں نے انھیں بھی مارنا شروع کردیا اور وہ یہی کہہ رہے تھے خرابی ہو تمہارے لئے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے پھر جناب مرتضوی چادر شریف منہ پر رکھ کر اس قدر روئے کہ ریش اقدس تر ہو گئی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آلِ فرعون کا مومن بہتر ہے یا ابوبکر ؟ لوگ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: تم جواب کیوں نہیں دیتے ؟ قسم ہے اللہ کی، ابوبکر کی یہ ایک گھڑی بہتر ہے آلِ فرعون کے مومن شخص کی تمام کوشش اس لئے کہ اس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا لیکن ابوبکر نے اپنا ایمان ظاہر کر رکھا تھا۔

**فائدہ:**

آل فرعون کے مومن سے مراد وہ شخص ہے جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا لیکن فرعون اور اس کے درباریوں کو یہ کہتا تھا کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

(۷) فی ریاض النضرة عن عائشة رضی الله عنها قالت لما اجتمع اصحاب رسول الله ﷺ و کانوا تسعة وثلاثین رجلا الح ابوبکر علی رسول الله ﷺ جالس و کان اول خطیب دعا الی الله عزوجل و الی رسوله ﷺ وثار المشرکون علی ابی بکر وعلی المسلمین فضربوهم فی نواحی المسجد ضربا شدیدا و وطئ ابوبکر و ضرب ضربا شدیدا و دنا منه الفاسق عتبة ربیعة فجعل یضربه بنعلین مخصوفتین و یحرفهما بوجهه و اثر ذلك حتی ما یعرف انفه من وجهه وجاء ت بنو تیم فدخلوا المسجد و قالوا و الله لئن مات ابوبکر لتقتلن عتبة ورجعوا الی ابی بکر فجعل ابوقحافة و بنو تمیم یتکلمون ابابکر حتی اجابهم فتکلم آخر النهار ما فعل رسول الله ﷺ فنالوه بالسنتهم وعذلوه ثم قاموا وقالوا لام الخیر بنت صخر انظری ان تطعمیه شیئا او تسقیه ایاه فلما خلت به والحت جعل یقول ما فعل رسول الله ﷺ قالت والله ما لی علم لصاحبك فقال انهبی الی ام جمیل بنت الخطاب فاسئلیها

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام انتالیس کی تعداد میں ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت عاجزانہ طور پر چمٹ کر (گڑگڑا کر) رسول اللہ ﷺ سے اسلام کو ظاہر کرنے اور سب لوگوں کے ایک جگہ مجتمع ہونے کے بارے میں سوال کیا، حضور نے فرمایا: اے ابوبکر! ابھی ہم تھوڑے ہیں لیکن ابوبکر گڑگڑا کر سوال کرتے ہی رہے یہاں تک رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے، مسلمان بھی مسجد کے اطراف میں متفرق ہو گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور یہ پہلے خطیب تھے جنہوں نے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دی، کافر نہایت ضرب شدید سے پیش آئے پاؤں سے پامال کیا، عتبہ بن ربیعہ نے سخت بے ادبیاں کیں۔ چہرہ کی چوٹ سے ناک منہ پہچانے نہ جاتے تھے۔ لوگوں کو ان کے مرنے میں کچھ شک نہ رہا، کپڑے میں لپیٹ کر گھر لائے، دن بھر بات منہ سے نہ نکلی، آخر نہار (دن) میں کلام کیا تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ان کے باپ اور

عنه فخرجت حتى جاءت ام جميل فقالت ان ابابكر ليسألك عن محمد ﷺ بن عبد الله قالت ما اعرف ابابكر ولا محمد ﷺ بن عبد الله وان تجیء ان امضی معك الى ابنك فعلت قالت نعم فمضت معها حتى وجدت ابابكر صريعا دنفا فدنت من ام جميل و اعلنت بالصياح و قالت ان قوما نالوا من هذا لاهل الفسق وانی لارجو ان ينتقم الله لك قال مافعل رسول الله ﷺ قالت هذه امك تسمع قال فلا عين عليك منها قالت سالم صحيح قال فاين هو قالت فی دار الارقم قال فان لله علیّ آليته ان لّا اذوق طعاما ولا شرابا او آتی رسول ﷺ فامهلتا حتى اذا هدأت الرجل و سكن الناس خرجتا به يتكئ عليهما حتى ادخلتاه على النبی ﷺ قالت فانكب عليه فقبله وانكب عليه المسلمون ورق له رسول الله ﷺ رقة شديدة فقال ابوبكر بابی انت وامی ليس فی ما نال الفاسق من وجهی هذه امی برة بوالديها وانت مبارك فادعها الى الله تعالىٰ وادع الله عزوجل لها عسى ان يستنقذها بك من

اقارب ملامت کرنے لگے اور برا بھلا کہا، یعنی اپنا تو یہ حال ہے اور اس وقت بھی انھیں کا خیال ہے، ان کی ماں سے کہا: ان کو کچھ کھلاؤ پلاؤ، انہوں نے تنہائی میں نہایت الحاح کیا (بہت زاری کی) آپ نے یہی جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ماں نے کہا: خدا کی قسم مجھے تمہارے یار کا حال معلوم نہیں۔ فرمایا: ام جمیل بنت خطاب کے پاس جا کر پوچھو ام الخیر (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ) ام جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا: ابوبکر تم سے محمد ﷺ بن عبد اللہ کا حال پوچھتا ہے، انہوں نے براہِ احتیاط چھپایا اور کہا نہ میں ابوبکر کا پہچانوں نہ محمد ﷺ بن عبداللہ کو۔ ہاں! اگر تم چاہو کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلوں تو میں ایسا کروں۔ ام الخیر نے کہا: ہاں! ام جمیل آئیں۔ صدیق اکبر کو دیکھا، پڑے ہوئے ہیں، ام جمیل نے نزدیک جا کر آواز بلند کی اور کہا: یہ لوگ تم سے اس طرح پیش آئے، اہل فسق ہیں، مجھے امید ہے کہ خدا تمہارا بدلہ اس سے لے، انکا تو وہی کلام تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ام جمیل

فدعا لها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت فاقاموا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم شهرا وهم تسعة و ثلاثون رجلا وكان اسلام حمزة يوم ضرب ابوبكر"

(الرياض النضرة في مناقب العشرة الباب الاول الجزء ا ص ۷۵ دار الكتب العلمية بيروت)

نے کہا: تمہاری ماں سن رہی ہیں، وہ (ان کی ماں) اس وقت تک ایمان نہ لائی تھیں خوف ہو امبادا (ایسا نہ ہو کہ) مشہور کر دیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا: ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کرو، کہا: صحیح وسالم ہیں۔ کہا: کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ کہا: دارِ الارقم میں (آپ نے کہا: میں نے قسم کھائی ہے جب تک حضور کو نہ دیکھ لوں گا کچھ نہ کھاؤں گا۔ بالآخر جب رات کو سب سو رہے پچل (پہل چہل) موقوف ہوئی، اپنی والدہ اور ام الجمیل پر تکیہ لگا کر محبوب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھتے ہی پروانہ پروار شمع رسالت پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے اور صحابہ بے تاب ہو کر ان پر گر پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے نہایت رقت فرمائی۔ ابوبکر نے عرض کیا: میرے باپ حضور پر قربان! میرے ساتھ جو کیا مجھے اس کا کوئی غم نہیں یعنی جب حضور کو سلامت پایا تو اپنے مصائب کی فکر کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

(یہ حدیث المعجم الاوسط میں ج ۵ ص ۲۷۳ میں بھی ہے رقم ۷۰۶)

(۸) عن حلبة بن محصن قال قلت لعمر بن الخطاب انت خير من ابی بكر فبكى و قال و الله من ابی بكر فبكى وقال و الله ليلته و يومه خير من عمر عمر هل لك ان احدثك عن ليلته و يومه قال قلت نعم يا امير المؤمنين قال اما ليلته فلما خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم هاربا من اهل مكة خرج ليلة فتبعه ابوبكر فجعل يمشي مرة امامه

حلبہ بن محصن فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے عرض کیا آپ ابوبکر سے بہتر ہیں تو آپ روئے اور ارشاد فرمایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن عمر کی ساری زندگی سے بہتر ہیں لیکن رات جب شب ہجرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے پوشیدہ شب کو برآمد ہوئے (باہر تشریف لے گئے) ابوبکر ہمراہ تھے، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

و مرة خلفه و مرة عن يمينه و مرة عن
يساره فقال له رسول الله ﷺ ما هذا يا ابا
بكر من فعلك ؟قال يارسول الله اذكر
الرصد فاكون امامك و اذ كر الطلب
فاكون خلفك ومرة عن يمينك ومرة عن
يسارك لا امن عليك قال فمشى رسول الله
ﷺ ليلة على اطراف اصابعه حتى حفيت
رجله فلما رآها ابو بكر رضى الله عنه انها
قد حفيت حمله على كاهله جعل يشتد
به حتى اتى به فم الغار فانزله ثم قال
والذى بعثك بالحق لاتدخله حتى ادخله
فان كان فيه شىء نزل بى قبلك فدخل
فلم ير شيئا فحمله فادخله وكان فى الغار
خرق فيه حيات و افاعى فخشى ابوبكر ان
يخرج منهن شئ فيؤذى رسول الله ﷺ
فالقمه قدمه فجعلن يضربنه و تلسعه
الحيات والافاعى و جعلت دموعه تنحدر
رسول الله ﷺ يقول له يا ابا بكر لاتحزن
ان الله معنا فانزل الله سكينة الا طمانية
لابى بكر فهذه ليلة الحديث "
تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر الرقم ١٣٣٩٨
بوبكر الصديق دار الفكر بيروت ٣٠، ٨٠)

کے آگے چلتے ،کبھی پیچھے ،کبھی دائیں ،کبھی
بائیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر
! یہ کیا کرتے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ
جب یہ خیال آتا ہے مبادا کوئی کمین گاہ
میں بیٹھا ہو تو حضور کے آگے چلتا ہوں جب
یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید لوگ پیچھے آتے ہوں
تو پس پشت اور کبھی داہنے کبھی بائیں۔
کافروں کی جانب سے مجھے حضور پر اطمینان
نہیں پس شب بھر رسول اللہ ﷺ پنجوں کے
بل راہ چلے یعنی کہ تا نشانِ قدم سے سراغ نہ
لگے یہاں تک کہ پائے اقدس ورم کر گئے
جب صدیق اکبر نے یہ کیفیت دیکھی حضور کو
اپنے کندھوں پر سوار کر کے دوڑے یہاں
تک کہ غار ثور تک لائے ، پھر حضور کو اتار کر
عرض کیا اس ذات کی جس نے آپ کو حق
کے ساتھ بھیجا حضور غار میں تشریف نہ لے
جائیں جب تک میں نہ جاؤں کہ اگر اس میں
کوئی چیز ہو تو پہلے میری ہی جان پر آئے
،جب غار میں گئے وہاں کچھ نہ دیکھا۔ حضور
کو اٹھا کر اندر لے گئے اور غار میں سوارخ تھا
جس میں سانپ اور اژدھے تھے دلدادۂ
جانان (حضرت ابوبکر محب مصطفیٰ کریم ﷺ)

کو خوف ہوا مبادا اس میں کوئی چیز نکل کر محبوب کو ایذاء پہنچائے اپنا پاؤں سوراخ میں رکھ دیا اور سید المرسلین ﷺ نے ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا۔ ادھر سانپوں اور اژدھوں نے کاٹنا اور سر مارنا شروع کیا۔ صدیق اکبر نے اس خیال سے کہ جان جائے مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، مطلق حرکت نہ کی یہاں تک کہ آنسوان کے شبنم وار گل بستان اصطفاء ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑے۔ حضور کی آنکھ کھل گئی، ارشاد ہوا: اے ابوبکر! کیا ہے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے سانپ نے کاٹا۔ حضور نے لعاب دہن اقدس لگا دیا تکلیف زائل ہوگئی آخر عمر میں اسکا اثر لوٹ آیا اور سبب شہادت ہوا۔

عن انس بن مالك قال لما كانت ليلة الغار قال ابوبكر يا رسول الله ﷺ دعني فلادخل قبلك فان كانت حية او شیء كانت بي قبلك قال ادخل فدخل ابوبكر فجعل يلمس بيديه فكلما رأى جحرا قال بثوبه فشقه ثم القمه الحجر حتى فعل ذلك بثوبه اجمع وبقي جحرا فوضع عليه عقبه وقال ادخل فلما اصبح قال له النبي ﷺ فاين ثوبك يا ابابكر فاخبره بالذي صنع فرفع النبي ﷺ فقال اللهم اجعل ابابكر معي في درجتي يوم القيامة فاوحى الله اليه ان استجاب الله لك۔

(حلیۃ الاولیاء ذکر الصحابۃ من المہاجرین ذکر ابی بکر الصدیق حدیث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۷/۱،)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے شب غار صدیق اکبر نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ پہلے مجھے جانے دیجئے کہ اگر سانپ یا کوئی اور چیز ہو تو پہلے مجھے پہنچے، فرمایا: جاؤ! پس گئے اور بسبب تاریکیٔ غار اپنے ہاتھوں سے تلاش کرنے لگے جہاں کہیں سوراخ پایا اپنے کپڑے پھاڑ کر اس میں رکھ دیئے یہاں تک کہ کپڑے سوراخوں میں بھر دیئے (سوائے ستر عورت کے) ایک سوراخ باقی رہ گیا اس پر ایڑی رکھ دی اور حضور سے عرض کیا: تشریف لایئے، پس جب صبح ہوئی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کپڑے تمہارے کہاں ہیں اے ابوبکر؟ انہوں نے جو کیا تھا سمع اقدس تک پہنچایا پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

الٰہی! ابوبکر کو قیامت کے دن میرے جنت کے درجے میں میرے ساتھ کر۔ حضور کو وحی آئی کہ اللہ نے آپ کی دعاء قبول کی۔

(۱۰) مولیٰ علی کرم اللہ وجھہ فرماتے ہیں:

"ان اللہ ذم الناس کلھم ومدح ابابکر فقال الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ الایۃ"
(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ابوبکر صدیق حدیث ۳۳۹۸ دار الفکر بیروت ۲۹۱/۳۰)

یعنی اللہ جل جلالہ نے سب لوگوں کی مذمت فرمائی اور ابوبکر کی مدح وستائش کہ فرمایا ہے "الا تنصروہ الایۃ" اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو اللہ نے اس کی مدد کی۔

(ماخوذ از مطلع القمرین تصنیف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ از ص 241 تا ص 260 بحذف)

## اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مذکورہ بالا دس احادیث سے پہلے نتیجہ کی حیثیت رکھتا ہے:

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے حکمت کاملہ کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو دین متین کی تائید واعانت اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نصرت وحمایت کیلئے پیدا کیا اور جنہیں زیارت فضل عطاء کرنا منظور ہوا ان سے وہ کارہائے خطیر لئے کہ غیر سے نہ بن پڑے۔ کسی کو سیاست بلاد اور تدبیر جہاد میں ورعایت رعایا میں کمال سلیقہ بخشا اور ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک کفر سے صاف اور دین میں معمور کر دیا جس کی حمایت سے رعیت نے آرام پایا، یہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

کسی کو جیش العسرہ (غزوہ تبوک کے لشکر) کی تیاری، اور بیر رومہ کے وقف اور مسجد نبوی کی وسعت کیلئے جگہ لے کر ملانے اور فقراء کی خبر گیری عطاء فرمائی، اسکے صلہ میں عظیم تحفہ سے نوازا، یعنی "ماعلی عثمان ما فعل بعد ھذا" عثمان اسکے بعد جو کام کریں ان کو کوئی نقصان نہیں یہ انعام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملا۔

اور کسی کو نیزۂ سے جہاد میں کمال بخشا کہ ضدی اور بڑے کفار کو قتل کیا، خیبر

کے دروازہ کو ڈھال بنایا ''اسد اللہ الغالب'' لقب پایا اور قضاء (فیصلوں) میں کامل دسترس عطاء فرمائی ''اقضاھم علی'' (سب سے بہتر فیصل علی ہیں) کا تمغہ ملا، یہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

اور کسی کو مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرانے کا منصب عطاء ہوا ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کو ضائع ہونے سے بچا کر سیادت کا کمال ملا یہ ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شریف ترین کار رہا یعنی سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم پر جانثاری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع جمال پر پروانہ واری سے مخصوص فرمایا کہ لوگوں کے اعمال ہزار سالہ انکی خدمت یک ساعت کو نہیں پہنچتے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر کا ایک دن رات عمر کی عمر سے بہتر ہے۔

شب (رات) سے مرادِ غار ثور کی رات، اور دن سے مراد عرب کے مرتد ہونے اور ان سے مقابلہ کرنے کا دن ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جان نثاری کو دس احادیث سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دیا اور آسان الفاظ سے بدل کر راقم نے پیش کیا۔ (ماخوذ از مطلع القمرین بالاختصار ص ۲۴۰، ۲۴۱)

**اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد دیکھئے:**

تفضیلیہ کا حدیث ''علی خیر البشر'' (علی سب انسانوں سے افضل ہیں) اور حدیث طیر اور غزوۂ تبوک کے زمانہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانے کی روایت سے تمسک کا حال ہے کہ ان میں کچھ تو نری تراشیدہ جھوٹ ہیں اور کچھ منکر واہی (کمزور) (راویان ثقہ کے مقابل راویان غیر ثقہ کی روایات ضعیف ہیں) اور کچھ انھیں بالکل فائدہ مند نہیں اور یونہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہر بدمذہب کے حق میں ہوئی کہ وہ استدلال کرے حالانکہ دلیل نہیں اور وہاں کا قصد کرے جہاں راہِ حجت نہیں۔

فتاوی کی عربی عبارت (جس کا ترجمہ پیش کیا) بھی دیکھتے چلے جائیں۔

استمساك المفضلة بحديث على خير البشر وحديث الطير وحديث استخلاف فى غزوة التبوك وما ضاهاها فمنها كذب مختلق ومنها منكر واه و منها ما لا يفيدهم شيئا و كذلك مضت سنة الله فى كل مبتدع يحتج ولا حجة ويحتج حيث لا محجة

(فتاوی رضویہ، ج ۲۸ ص ۵۲۷)

جس حدیث کو آپ نے کذب من گھڑت قرار دیا وہ "علی خیر البشر" ہے، اگر بالفرض اسکی صحت ثابت ہو جائے تو اسکا جواب پہلے دیا جا چکا ہے اور جس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہونے کے باوجود تفضیلیوں کو فائدہ نہ دیتی، وہ ہے غزوۂ تبوک کے زمانہ میں آپ کو خلیفہ بنانا، اس کی مختصر وضاحت راقم نے نجوم التحقیق میں اور تفصیل انوار التحقیق میں ذکر کر دی ہے۔

ومما تشبث به الروافض فى تقديمهم عليا على ابى بكر، جس حدیث سے رافضیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی ہے۔ (اس حدیث کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف بیان کیا ہے) وہ ہے حدیث طیر۔ آیئے! حدیث طیر کیا ہے اور اسکے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے؟ وہ حدیث طیر یہ ہے:

انه صلى الله عليه وسلم اتى بطير مشوى فقال اللهم ائتنى باحب خلقك اليك ياكل معى من هذا الطير فاتاه على رضى الله عنه،

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھونا ہوا پرندہ لایا گیا، تو آپ نے کہا: اے اللہ! میرے پاس وہ شخص لا جو تجھے اپنی مخلوق سے زیادہ محبوب (پسند) ہو جو میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے۔

## اس حدیث پر یوں بیان کیا گیا:

وهذا الحديث ذكره ابن الجوزى فى الموضوعات وافرد له الحافظ الذهبى جزأ

یہ حدیث ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کی ہے اور حافظ ذہبی نے علیحدہ جزء میں ذکر

و قال ان طرقه کلها باطلة و اعترض الناس علی الحاکم حیث ادخله فی المستدرک

کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کے سب طریقے باطل ہیں۔ اسلئے اہل علم نے حاکم پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو مستدرک میں کیوں ذکر کیا ہے۔

و دلیل اهل السنة فی تفضیل ابی بکر عن علی الحدیث الصحیح ما فضلکم ابوبکر بکثرة صوم ولا صلوة ولکن بشیء وقر فی صدره وهو نص صریح فی انه افضلهم وفی البخاری عن ابن عمر قال کنا نقول خیر الناس بعد النبی ﷺ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ولا ینکر ذلک علینا،

(الیواقیت والجواہر ص 437)

اہل سنت کی دلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت حدیث صحیح ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو تم پر زیادہ روزوں اور نمازوں کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں لیکن ایک چیز ان کے سینے میں ہے جس کی وجہ سے ان کو تم پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ صریح نص ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور بخاری کی حدیث کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بہتر و افضل ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر عثمان، نبی کریم ﷺ ہم پر انکار نہیں فرماتے تھے۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہو اور اللہ کی توفیق سے) ہر مسلمان ہر عاقل کو جس طرح وجوب وجود توحیدِ الٰہی کا اذعانِ تام (کامل یقین) حاصل ہے ویسا ہی اس امر پر یقین کامل ہے کہ کارخانہ تقدیرِ ازلی ایک بڑے حکیم جلیل الحکمۃ کی صنعت ہے جس کے سراپردۂ اتقان ومتانت کے گرد فضول ولایعنی کو ہرگز بار نہیں، جو کام کرتے ہیں عین حکمت ہوتا ہے اور جو تقدیر فرماتے ہیں سراپا مصلحت (صنع الله الذی اتقن

کل شیء پ ۲۰ سورۃ نمل آیۃ نمبر ۸۸ (ترجمہ) یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز (کنزالایمان) مالک مختار ہیں مگر کبھی تفضیل مفضول، ترجیح مرجوح روا نہیں رکھتے اور جس کام کی غایت اصلاح منظور ہوتی ہے ہرگز غیر الیق کے ہاتھ میں نہیں دیتے۔

**آسان مختصر مطلب:**

ہر مسلمان عقلمند یقین سے جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ خود موجود ہے اسے کسی نے موجود نہیں کیا۔ اسی طرح ہر مسلمان کو اس پر یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے بڑی حکمت کا مالک، اس کا ہر کام حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔

وہ کوئی فضول اور بے مقصد کام نہیں کرتا اس کے ہر کام میں بہتری پائی جاتی ہے اس کا اپنا اور ارشاد اس پر دلالت کر رہا ہے یہ کام اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز وہ مالک ومختار ہے لیکن اختیار کے باوجود وہ کبھی غیر افضل کو افضل نہیں بناتا اور نہ ہی مرجوح (غیر راجح) کو راجح بناتا ہے جس کام کی بہت اصلاح منظور ہوتی ہے اس کے جو لائق ہو اسی کے ہاتھ میں وہ کام دیتا ہے۔

ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کسی ملک کو خراب اور تباہ وبرباد کرنا چاہے اس پر شریر اور مفسد لوگ مقرر کر دیتا ہے جیسے یزید پلید اور جابر مروانی لوگوں کو تباہی کیلئے مقرر فرمایا۔ کفار کے قول کی رب تعالیٰ نے حکایت بیان فرمائی "حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل الله" جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو ملا تو رب تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا "الله اعلم حیث یجعل رسالته" اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ حدیث شریف میں ہے "یابی الله والمؤمنو ن الا ابا بکر" اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کا انکار فرماتے ہیں۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم حدیث ۶۰۱۶ دار المعرفت بیروت ۴/۲۰۱)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ان یعلم اللہ فیکم خیرا یولّ علیکم خیار کم" اللہ تعالیٰ تم میں خیر جانتا ہے لہٰذا تم میں سے بہتر کو خلیفہ بنائے گا۔ (المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ باب ذکر خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ حدیث ۴۷۵۲ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۲۳)

آیات واحادیث سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو منصب جلیل عطاء فرمایا، اس کے صرف آپ ہی حقدار تھے، وہ منصب کسی اور کو عطاء کرنا رب تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین بنانے میں بھی مصلحت وحکمت پائی گئی۔ یہاں تک تو راقم نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کو عوام کیلئے آسان صورت میں اختصار طور پر پیش کیا۔ آگے آپ کے اپنے الفاظ کو ہی اہل علم دیکھ کر آپ کی فصاحت وبلاغت کا بھی اندازہ لگائیں۔

اب وجدانِ سلیم کی طرف مراجعت ضرور ہے کہ ایسے کام کی لیاقت میں کیا درکار ہیں:

(۱) اولاً محب ناصر کے صفات واخلاق نفسانیہ محبوب منصور کے عادات واوصاف سے غایت تشبہ ومماثلت بلکہ کمال اتحاد ویک رنگی پر واقع ہوں اس کی رضاء ہو اور جو اسے ناپسند ہو اسے مکروہ تا کہ محبوب اس سے مانوس ومالوف ہو اور وابستگی تام پیدا کرے اور یہ بوجہ اسی اتحاد ویک جہتی کے ہر کام میں اس کی مرضی کے مطابق چلے ورنہ تخالف مزاج سبیل تنافر سے بنیان تناصر کو ازہم ریختہ کر دیتا ہے۔

(۲) ثانیاً: محبوب کو اس پر وثوق واعتمادِ تام حاصل ہو اور سب کاموں میں اسے اپنا مرجع بنائے پردۂ تکلیف درمیان سے بالکل اٹھ جائے ورنہ ایک ہاتھ سے تالی بجنا معلوم (کہ نہیں بجتی)

(۳) ثالثاً آتش محبت سینہ محبّ میں اس درجہ مشتعل ہو کہ ماورااس کا نسیاً منسیاً اور اس کی ادنیٰ تکلیف پر اپنی جان دے دینا بطوع ورغبت گوارا ہو ورنہ جان نثاری سے معذور ہے او آکہ حفظ الٰہ ہونا بہت دور۔

(۴) رابعاً: اسے صبر تام عطاء فرمائیں کہ اہوال وشدائد اس کے زمام استقلال کو ہاتھ سے نہ لے جائیں۔

(۵) خامسا: شجاعت وہمت وجرأت وسخاوت الی غیر ذلک من الامور التی لا تخفی علی اللبیب" (اس کے علاوہ اور چیزیں جو عقلمند پر مخفی نہیں) پس بالیقین ثابت ہو گیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپر ہونے کے لئے سب سے زیادہ لائق تھے اور حضور کی غمگساری ورازداری واخلاق نفسانیہ میں عادات کریمہ سے یک رنگی اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہاء درجہ کی شیفتگی میں کوئی ان کا مماثل نہ تھا اور جو انس ومیلان حضور کو ان سے تھا کسی سے نہ تھا اور جو اطمینان ووثوق ان پر تھا کسی پر نہ تھا۔ یالیت شعری (کاش مجھے علم ہوتا یا کاش میرے جیسا علم کسی کو حاصل ہوتا) کیا ایسا شخص افضل امت اور قرب الٰہی میں سب پر فائق اور جنات عدن میں سب کا سردار نہ ہوگا یا جو لوگ تفضیل صدیق میں مرتاب اور اذعان حق سے مرتاب ہیں مضامین اس کے فصل کے غیر صدیق کیلئے بھی ثابت کر دکھائیں گے؟ "وان ذلك لا يتاتى لهم بحمد الله هذا ما الهمنى ربى ان ربى لذو فضل عظيم "اور بحمد اللہ وہ ایسے مضامین نہیں لاسکیں گے یہ میرے رب نے مجھ پر ظاہر کیا ہے بے شک میرا رب عظیم فضل والا ہے۔ کلام طویل ہے اور فرصت قلیل وقصیر اور مزاج سامعان کے ناز دامن گیر ورنہ ہم اس دلیل کو چند تقریبوں میں بیان کرتے "وفيما ذكرنا كفاية لاؤلى النهى "جو ہم نے ذکر کیا عقل والوں

کیلئے کافی ہے۔(ماخوذاز مطلع القمرین ص ۲۶۱ تا ص ۲۶۶)

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت کی چھ وجوہ:

### پہلی مشابہت:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو رائے شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی وہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی ہوتی اور جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آتی وہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی آتی ہے نمونہ از چمن ملاحظہ کیجئے:

صلح حدیبیہ میں جب چند شرائط پر عمرہ کرنے کے بغیر واپس ہونا قرار پایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت ناگوار گذرا:

"اخرج البخاری فی قصة صلح الحديبية ـقال عمر بن الخطاب فاتيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت الست نبی لله حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل ؟قال بلی قلت فلم نعطی الدنية فی ديننا اذا قال انی رسول الله ولست اعصيه وهو ناصری قلت اوليس كنت تحدثنا انا سنأتی البيت فنطوف به ؟ قال بلی افاخبرتك انا ناتيه العام ؟قلت لا قال فانك آتيه ومطوف به قال فاتيت ابابكر فقلت يا ابابكر اليس هذا نبی الله حقا؟ قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنية فی ديننا اذا قال يا ايها

حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا حضور خدا کے سچے نبی نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔عرض کیا: ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔عرض کیا: تو جب یہ حال تو ہم اپنے دین میں ذلت کیوں آنے دیں۔ارشاد ہوا: بے شک میں خدا کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرنے والا ہے عرض کیا: کیا ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے ؟فرمایا: کیوں نہیں۔سو(تو) میں نے تجھے یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال کو پہنچیں گے۔عرض

الرجل انه رسول الله ولیس یعصی ربه وهو ناصره فاستمسك بغرزه فو الله انه علی الحق الیس کان تحدثنا انا سنأتی البیت فنطوف به قال بلی افاخبرك انك تاتیه العام قلت لا قال فانك آتیه ومطوف به"

(صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد حدیث ۳۲ /۲۷۳۱ دار لفکر بیروت ص ۶۶۵)

کیا: نہ فرمایا، تو تو کعبہ پہنچے گا اور اس کا طواف کرے گا یعنی فاروق نے عرض کیا حضور نے ہمیں یہ مژدہ دیا تھا اب ہم واپس جاتے ہیں حضور نے فرمایا: خاص اس سال کا نام کب لیا تھا، وعدہ بیشک سچا ہے اور جو ہم نے کہا وہ ہونے والا ہے، اگرچہ اس سال نہ ہوا غرض ان کے دل کو چین نہ آیا۔ صدیق کے پاس گئے شاید ان کی رائے میری رائے کی موافقت کرے اور وہ حضور میں عرض کریں اور ان کی بات سنی جائے۔ پس کہا: اے ابوبکر! کیا یہ سچے نبی نہیں ہیں خدا کے؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا: کیا ہم حق اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: جب یہ حال ہے تو ہم اپنے دین میں خست (حقارت) کو کیوں جگہ دیں؟ فرمایا: اے شخص بے شک وہ خدا کے رسول ہیں اور اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کی مدد کرنے والا ہے تو ان کے رکاب تھامے رہ کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔ کہا: کیا ہم سے انہوں نے نہ کہا تھا کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ سو (تو) کیا تمہیں یہ خبر دی تھی کہ اسی سال پہنچیں گے۔ عرض کیا نہ فرمایا تو تو کعبہ پہنچے اور اس کا طواف کرے گا۔

عزیزا!!! دیکھا ہم رنگیٔ صدیق کو کہ ہر سوال کا حرفاً حرفاً بعینہٖ وہی جواب ان کی زبان سے نکلا جو سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور جب سلطان جوارح قلب ہے تو ہم زبانی بے یکدلی کے کب متصور۔

**مشابہت نمبر۲:**

رسول ﷺ اول روز سے کفر و کافرین کی مجالس سے محترز و خلوت پسند و

عزلت پسند تھے (یعنی کفار کی مجالس سے دور رہتے تھے) صدیق اکبر کو بھی تمام جہان میں کسی کی صحبت پسند نہ آئی اور بحکم حدیثِ صحیحین "الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف" (روحیں لشکر کے لشکر ہیں جن میں وہاں تعارف ہوا ان میں یہاں الفت ہے اور جن میں وہاں پہچان نہ ہوئی یہاں ان میں اختلاف ہوا۔ (صحیح بخاری ج ۲ کتاب احادیث انبیاء باب الا رواح جنود مجندة)

اٹھارہ برس کی عمر سے سید العالمین ﷺ کی ملازمت اختیار کی، سفر وحضر میں ہمراہ رکاب رسالت مآب رہتے۔ یہاں تک کہ حضور والا مبعوث ہوئے (اعلان نبوت فرمایا) پھر تو جن امور کو اپنی قوت فراست سے ادراک کر کے رفاقت والا (حضور کی رفاقت) اختیار کی تھی اب عین الیقین ہو گئے اس رابطہ اتحاد نے اور ہی استحکام پایا جس کی گرہ قیامت تک نہ کھلے گی۔

مشابہت نمبر ۳:

بتوں اور بت پرستوں سے تمام انبیاء کرام کو کامل نفرت تھی۔ کبھی کسی نبی نے بچپن میں بھی بتوں کی تعظیم نہ کی۔ حضور والا نے پیدا ہوتے ہی واحد ذوالجلال کو سجدہ کیا اور توحیدِ الٰہی کی علی الاعلان گواہی دی۔ صدیق کو دیکھ کہ اس فضل سے کیسا بہرۂ وافی (کامل حصہ) پایا اور صغرِ سن (بچپن) میں بتوں کی عاجزی اور محض بے دست وپائی ان کی عدم الوہیت پر استدلال اور بت شکنی کر کے شانِ ابراہیم کا خلف دکھایا (یعنی صدیق اکبر نے بچپن میں ہی بتوں کو عاجز اور بے ہمت جان کر اس پر دلیل پکڑی کہ یہ خدا نہیں ہو سکتے ان کو توڑ کر ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کر دکھایا گویا کہ آپ ان کے خلیفہ ہیں)

فقد ذکر امام احمد بن الخطیب القسطلانی فی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری قال نقل ابن ظفر فی انباء نجباء

ایک بار مہاجرین وانصار دربارِ دُربار سید الابرار علیہ الصلوٰة والسلام میں حاضر تھے کہ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ

الانبیاء ان القاضی ابا حسین احمد بن محمد الزبیدی روی باسنادہ فی کتابہ المسمی المعالی الفرش الی غوالی العرش ان ابا هریرة رضی اللہ عنه قال اجمع المهاجرون والانصار عند رسول اللہ ﷺ فقال ابوبکر رضی اللہ عنه وعیشك یا رسول اللہ ﷺ انی لم اسجد لصنم قط فغضب عمر الخطاب رضی اللہ عنه وقال تقول وعیشك رسول اللہ انی لم اسجد لصنم قط وقد کنت فی الجاهلیة کذا او کذا۔

کی زندگی کی قسم! میں نے کبھی بت کو سجدہ نہ کیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم کھاتے ہیں کہ میں نے کسی بت کو سجدہ نہ کیا حالانکہ اس قدر (عمر) آپ کی (زمانہ) جاہلیت میں گزری۔

صدیق اکبر نے فرمایا: (میرے باپ) ابوقحافہ میرا ہاتھ پکڑ اکرایک بت خانہ میں لے گئے اور مجھ سے کہا: یہ تیرے بلند وبالا خدا ہیں، انھیں سجدہ کر۔ اور وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے میں صنم (بت) کے پاس گیا اور اس سے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے! اس نے کچھ جواب نہ دیا، پھر کہا: میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے! اس نے کچھ جواب نہ دیا تو میں نے ایک (پتھر کی) سل اٹھائی اور اس سے کہا: تیرے (تجھے) یہ سل مارتا ہوں، اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچالے! اس نے جب کچھ جواب نہ دیا تو میں نے پتھر سے مار دیا وہ منہ کے بل گر پڑا اور میرے باپ آئے کہا: اے میرے بیٹے! یہ کیا کیا؟ میں نے کہا: وہی جو تم دیکھتے ہو پس وہ مجھے میری ماں کے پاس لے گئے اور ان سے حال بیان کیا ماں نے کہا اسے دردِ زِہ (پیدائش کا درد) تھا میرے پاس کوئی نہ تھا کہ ایک ہاتف کو میں نے پکارتے سنا اے خدا کی سچی بندی تجھے آزاد بچے کا مژدہ ہو، نام اس

کا آسمان میں صدیق ہے محمد ﷺ کا یار و رفیق ہے۔

حدیث میں ہے جب صدیق اکبر اپنا یہ قصہ بیان کر چکے جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ابوبکر سچ کہتے ہیں تین بار صدیق کی تصدیق کی۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱۲ ص ۱۷۸ کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر)

وقال تعالیٰ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین "(اور خصوصی طور پر ایمان والوں کیلئے رحمت ہیں، اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ارحم امت ہیں (سب سے زیادہ امت پر رحم کرنے والے ہیں) یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد امت مرحومہ پر کوئی ایسا مہربان نہیں۔

"قال علیہ السلام فی الحدیث المشهور ارحم امتي بامتي ابوبکر"
(سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب معاذ بن جبل)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد، حدیث مشہور: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے۔

اور بعض روایات میں اَرْاَفُ امتی ہے یعنی حضور نے فرمایا میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ بڑا مہربان ابوبکر ہے ہے اور رأفت رحمت سے زیادہ ہے۔

**مشابہت نمبر ۴:**

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے سید المرسلین ﷺ کو جامع فضائل کیا، کوئی خوبی و کمال اگلے انبیاء کو نہ ملا کہ اس کی مثل یا اس سے امثل (افضل) حضور کو عطاء نہ ہوا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں اور قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب میں اور بھی مصنفین نے اپنی اپنی کتب میں جیسے کبیر میں "فبھداھم اقتدہ " کے تحت یہی بیان فرمایا کہ سب انبیاء کرام کے مجموعی فضائل نبی کریم ﷺ کو حاصل ہیں۔

اسی طرح صدیق اکبر کو جامع خیرات کیا کہ سید المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: خیر کی تین سو ساٹھ خصلتیں، جب خدا بندے سے ارادہ بھلائی کا فرماتا ہے ان میں ایک عطاء کرتا ہے کہ وہ اسے جنت میں لے جاتی ہے۔ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ان میں سے مجھ میں کوئی بھی خصلت ہے؟ ارشاد ہوا: شادمانی تمہارے لئے اے ابو بکر! تو ان سب کا جامع ہے یعنی تمام تین سو ساٹھ بھلائی کی خصلتیں تمہیں حاصل ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۰/۳۰)

اخرج البخاری فی صحیحه من حدیث الزهری قال اخبرنی حمید بن عبد الرحمن بن عوف ان ابا هریرة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من انفق من زوجین من شیء من الاشیاء دعی من ابواب یعنی الجنة یا عبد الله هذا خیر فمن کان من اهل الصلوة دعی من باب الصلوة ومن کان من اهل الجهاد ومن کان من اهل الصدقة دعی من باب الصدقة ومن کان من اهل الصیام دعی من باب الصیام و باب الریّان فقال ابوبکر ما علی هذا الذی یدعی من تلك الابواب من ضرورة و قال هل یدعی منها کلها احد یا رسول الله؟ قال نعم و ارجو ان تکون منهم یا ابا بکر"

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، زوجین میں سے کسی ایک نے کوئی چیز خرچ کی تو اس کو جنتی دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اے عبداللہ (حضرت ابوبکر کی کنیت) یہ خیر ہے پس نمازی جنت کے باب نماز سے بلائیں جائیں گے اور مجاہد باب جہاد اور اہل زکوۃ باب زکوۃ اور روزہ دار باب ریان سے صدیق نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ سب دروازوں سے بلائے جانے کی کوئی ضرورت تو نہیں یعنی مقصود تو دخول جنت ہے کہ ایک ہی دروازے سے حاصل ہے پس یارسول اللہ ﷺ کوئی ایسا بھی ہے جو ان سب سے پکارا جائے؟ ارشاد ہوا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں ہوا اے ابوبکر!!

(بخاری کتاب المناقب باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا الخ)

علماء فرماتے ہیں: جو کسی قسم کی عبادت بکثرت کرے گا کہ اس سے ایک خصوصیت خاصہ اسے حاصل ہوگی جس کے سبب اسے بالتخصیص اسی عبادت کی طرف اضافت کریں اور اس کا اہل کہیں وہ اس خاص دروازے سے ندا کیا جائے گا جو اس کے مناسب ہو اور جو تمام عبادات کا جامع ہو اور تمام اعمال اس کے درجہ نہایت میں واقع ہوں کہ ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے سکیں وہ ازراہ تشریف وتکریم سب دروازوں سے بلایا جائے گا، اگرچہ دخول ایک ہی دروازہ سے ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" وارجو ان تکون منھم یا ابابکر " رجاء (امید) نبی کریم ﷺ کی واجب ہوتی ہے جس امر میں آپ فرمائیں مجھے امید ہے ایسا ہوگا وہ یقینی طور پر ویسا ہی ہوگا پس بالیقین ثابت ہوگیا کہ یہ جامعیت صدیق اکبر کو حاصل "وھو المقصود" مقصد بیان یہی ہے۔

مشابہت نمبر ۵:

رسول اللہ ﷺ کو جوامع الکلم عطاء فرمائے گئے، تھوڑے لفظوں میں اتنا مضمون ارشاد فرماتے ہیں جس کے شرح وبسط میں کتابیں تصنیف ہوسکیں ان ارشادات میں سے ہی ہے "انما الاعمال بالنیات" بیشک اعمال کی دارمدار نیتوں پر ہے (بخاری کتاب بدءالوحی) اور آپ کا ارشاد "اسلم تسلم" اسلام لاؤ سلامتی میں رہو گے (بخاری کتاب بدءالوحی) اور آپ کا ارشاد "الخراج بالضمان" نفع ضمان کے مطابق ہے الی غیر ذلک۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس کی ایک جھلک ہیں آپ کو فصلِ خطاب اور حسنِ کلام میں بلند مرتبہ عطاء ہوا یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں اور

" کنت امثلھم کلاما و اصوبھم منطقا واطولھم صمتا وابلغھم قولا ای ابابکر " آپ کا کلام سب سے بہتر تھا اور گفتار سب سے زیادہ درست اور طول خاموشی اور

بلاغت کلام میں آپ کا مثل کوئی نہ تھا۔ (البحر الزخار بمسند البز ار مسند علی بن ابی طالب حدیث نمبر ۸۳۴ ج ۳ ص ۱۳۱)

اسی طرح امیر المؤمنین فاروق اعظم یا ام المؤمنین رضی اللہ عنہما نے انھیں "ابلغ الناس" کہا:

اخرج البخاری من حدیث عروۃ بن الزبیر عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ عنہا فی حدیث طویل قال و اجتمعت الانصار الی سعد بن عبادۃ فی سقیفۃ بن ساعدۃ فقالوا منا امیر و منکم امیر فذھب الیھم ابوبکر الصدیق وعمر بن الخطاب و ابوعبیدۃ بن الجراح فذھب یتکلم فاسکتہ ابوبکر و کان عمر یقول و اللہ ما اردت بذلك لا انی قد ھیأت کلھا قد اعجبنی خشیت ان لا یبلغہ ابوبکر ثم تکلم ابوبکر فتکلم ابلغ الناس " (بخاری کتاب الفضائل باب قول النبی لوکنت متخذا خلیلا)

ومن حدیث ابن عباس عن عمر فی حدیث ذکر بطولہ قال عمر اردت ان اتکلم و کنت زورت مقالۃ اعجبتنی ارید ان اقدمھا بین یدی ابی بکر و کنت اواری منہ بعض الحدیث فلما اردت ان اتکلم قال ابوبکر علی رسلك فکر ھت ان اغتضبہ فتکلم ابوبکر فکان ھو احلم منی و اوقر و اللہ ما ترك من کلمۃ اعجبتنی فی تزویری الا قال فی بدیھتہ مثلھا او افضل منھا " (صحیح بخاری کتاب الحدود باب الرجم)

ان دونوں حدیثوں کا مختصر مجموعی مطلب اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا:

امیر المومنین عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کے اجتماع اور انصار کے دعوی خلافت کے قصہ فرمایا میں نے فکر کر کے ایک کلام اپنی جی میں بنا رکھا تھا کہ انصار سے یوں یوں کہوں گا اور مجھے خوف تھا شاید ابوبکر ایسا نہ کر سکیں مگر جب ابوبکر نے کلام کیا مہیا (ذہن میں تیار کی ہوئی) باتوں میں سے ایک کلمہ نہ چھوڑا کہ اس کے مثل اور اس سے افضل فی البدیہ نہ فرمادیا۔

مشابہت نمبر ۶:

پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس لوٹے تو آپ پر ایک عجیب رعب طاری تھا تو حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسواء نہ کرے گا کہ آپ ذوی القرب کی خبر گیری فرماتے ہیں اور بات سچ کہتے ہیں اور امانت ادا کرتے ہیں اور عاجزوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نایاب نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان داری کرتے ہیں اور حق حادثوں میں مدد فرماتے ہیں۔ یہ ساری صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی تھیں۔
(ماخوذ از مطلع القمرین ص ۳۰۰ تا ص ۳۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اب چند احادیث مرتضوی سنئے!!!

حدیث اول:

صحیح بخاری شریف میں سیدنا وابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجوہما سے مروی: قلت لابی ایّ الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر قال قلت ثم من قال عمر "میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر میں نے عرض کی: پھر کون؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔
(صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب ابی بکر قدیمی کتب خانہ کراچی 518/1)

حدیث دوم:

امام بخاری اپنی صحیح اور ابن ماجہ سنن میں بطریق عبداللہ بن سلمہ امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی کہ فرماتے تھے:

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و بہترین مرد بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ہیں اور

خیر الناس بعد ابی بکر عمر رضی اللہ عنهما هذا حدیث ابن ماجة"

بہترین مرد بعد ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے۔(ت)

(سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

## حدیث سوم:

امام ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی کتاب السنۃ میں راوی:

اخبرنا ابوبکر بن مردویه ثنا سلیمن بن احمد ثنا الحسن بن المنصور الرمانی ثنا داؤد بن معاذ ثنا ابوبکر سلمة العتکی عبد الله بن عبد الرحمن عن سعید بن ابی عروبة عن منصور بن المعتمر عن ابراهیم عن علقمة قال بلغ علیا ان اقواما یفضلونه علی ابی بکر و عمر فصعد المنبر فحمد الله و اثنی علیه ثم قال یا ایها الناس انه بلغنی ان قوما یفضلونی علی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت فیه لعاقبت فیه فمن سمعته بعد هذا الیوم یقول هذا فهو مفتر علیه حد المفتری ثم قال ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم الله اعلم بالخیر بعد قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال والله لو سمی الثالث لسمی عثمن"

ہم کو خبر دی ابوبکر بن مردویہ نے، ہم کو حدیث بیان کی سلیمان بن احمد نے، ہم کو حدیث بیان کی حسن منصور رمانی نے، ہم کو حدیث بیان کی داؤد بن معاذ نے، ہم کو حدیث بیان کی ابوسلمہ عتکی عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے، انھوں نے سعید بن ابوعروبہ سے، انہوں نے منصور بن معتمر سے، انہوں نے نے ابراہیم سے، اور انھوں نے حضرت علقمہ سے روایت کی۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انھیں حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں۔ یہ سن کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے، حمد وثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) سے افضل کہتے ہیں، اس بارہ میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنادیا ہوتا تو بیشک سزادیتا آج سے جسے ایسا کہتے

سنوں گا وہ مفتری ہے، اس پر مفتری کی حد یعنی اسی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا: بیشک نبی کریم ﷺ کے بعد افضل امت ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کون سے بہتر ہے۔ علقمہ فرماتے ہیں: مجلس میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرماتھے۔ انھوں نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے رضی اللہ عنہم اجمعین (ت)

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم فی کتاب السنہ مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور 68/1)

حدیث چہارم:

امام دارِ قطنی سنن میں اور ابو عمر بن عبد البر استیعاب میں حکم بن حجل سے راوی حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری "

میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

(الصواعق المحرقہ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیہ بیروت ص 91)

حدیث پنجم:

سننِ دارِ قطنی میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضور سید عالم ﷺ کے صحابی اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مقرب بارگاہ تھے جناب امیر انہیں وہب الخیر فرمایا کرتے تھے، مروی:

انه كان يرى ان عليا افضل الامة فسمع

یعنی ان کے خیال میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ

اقواما یخالفونه فحزن حزنا شدیدا فقال له علی بعد ان اخذ بیده وادخله فذکر له الخیر فقال الا اخبرك بخیر هذه الامة خیرها ابوبکر ثم عمر قال ابوجحیفة فاعطیت الله عهدا ان لا اکتم هذا الحدیث بعد ان شافهنی به علی ما بقیت

(الصواعق المحرقة بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ص91)

کریم تمام امت سے افضل تھے۔ انھوں نے کچھ لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا، سخت رنج ہوا۔ حضرت مولیٰ ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانۂ ولایت میں لے گئے۔ غم کی وجہ پوچھی، گزارش کی، فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ امت میں سب سے بہتر کون ہے؟ ابوبکر ہیں، پھر عمر حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ عزوجل سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اس کے کہ خود حضرت مولیٰ نے بالمشافہ مجھے ایسا فرمایا۔

## حدیث ششم:

امام احمد مسند ذی الیدین رضی اللہ عنہ میں ابن ابی حازم سے راوی:

قال جاء رجل الی علی بن الحسین رضی الله تعالی عنهما فقال ما کان منزلة ابی بکر و عمر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتهما الساعة وهما ضجیعاه"

(مسند احمد بن حنبل حدیث ذی الیدین رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت 77/4)

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمتِ انور میں حاضر ہو کر عرض کی: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ابوبکر وعمر کا مرتبہ کیا تھا؟ فرمایا: جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کررہے ہیں۔

## حدیث ہفتم:

دارِ قطنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں:

اجمع بنو فاطمة رضی الله عنهم علی ان

یعنی اولادِ امجاد حضرت بتول زہرا صلی اللہ علیہ وسلم علی

یقولوا فی الشیخین احسن ما یکون من القول"

ایہا الکریم وعلیہا وعلیہم وبارک وسلم کا اجماع واتفاق ہے کہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو ظاہر ہے۔(

(الصواعق المحرقہ بحوالہ الدارقطنی عن محمد الباقر الباب الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص78)

ظاہر ہے سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائے گی جو سب سے بہتر ہو)

## حدیث ہشتم:

امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے راوی:

قلت لمحمد بن الحنفیة هل کان ابوبکر اول القوم اسلاما قال لا قلت فبم علا ابوبکر وسبق حتی لا یذکر احد غیر ابی بکر قال لانه کان افضلهم اسلاما حین حتی لحق بربه

(الصواعق المحرقہ بحوالہ الدارقطنی عن محمد الباقر الباب الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص78)

یعنی میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی کیا ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے ؟فرمایا: نہ، میں نے کہا: پھر کیا بات ہے کہ ابو بکر سب سے بالا رہے اور پیشی لے گئے یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے ۔فرمایا: یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے، جب اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب عزوجل سے ملے۔

## حدیث نہم 9:

امام ابو الحسن دارقطنی جندب اسدی سے راوی کو امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنی بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کریم کے پاس کچھ اہل کوفہ وجزیرہ نے حاضر ہوکر ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا، امام ممدوح نے میری طرف ملتفت ہوکر فرمایا:

انظروا الی اهل بلادك یسالون عن ابی

اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے ابو بکر وعمر کے

بکر و عمر انهما عندی افضل من علی" (الصواعق المحرقہ بحوالہ الدارقطنی عن جندب الاسدی الباب الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص83)

بارے میں سوال کرتے ہیں وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ مولا علی سے افضل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

یہ امام اجل حضرت حسن مجتبیٰ کے پوتے اور حضرت امام حسین شہید کربلا کے نواسے ہیں۔ ان کا لقب مبارک "نفس زکیہ" ہے، ان کے والد حضرت عبداللہ محض کہ سب سے پہلے حسنی حسینی دونوں شرف کے جامع ہوئے لہٰذا محض کہلوائے، اپنے زمانے میں سردار بنی ہاشم تھے، ان کے والد ماجد امام حسن مثنیٰ اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین صلی اللہ تعالیٰ علی ابیہم وعلیہم وبارک وسلم۔

**حدیث دہم:**

امام حافظ عمر بن شبہ حضرت امام اجل سید زید شہید ابن امام علی سجاد زین العابدین ابن امام حسین سعید شہید صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی جدہم الکریم وعلیہم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کوفیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بکر و عمر ولم یستطیعون ان یقولوا فیهما شیئا انطلقتم انتم فظفرتم ای وثبتم فوق ذلک فبرئتم منهما فمن بقی فو الله ما بقی احد الا برئتم منه"

یعنی خارجیوں نے اٹھ کر ان سے تبری کی جو ابوبکر و عمر سے کم تھے یعنی عثمان و علی رضی اللہ عنہم مگر ابوبکر و عمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے اے کوفیو! اوپر جست کی کہ ابوبکر و عمر سے تبری کی تو اب کون رہ گیا خدا کی قسم اب کوئی نہ رہا جس پر تم نے تبرا نہ کیا ہو۔

(الصواعق المحرقہ بحوالہ الدارقطنی عن الحافظ عمر بن شبہ الباب الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص79)

والعیاذ باللہ رب العالمین اللہ اکبر "اور اللہ تعالیٰ کی پناہ جو پروردگار

ہے تمام جہانوں کا اللہ سب سے بڑا ہے (ت)

امام زید شہید رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مجید ہم غلامانِ خاندانِ زید کو بحمد اللہ کافی ووافی ہے۔ (فتاوی رضویہ، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ج ص480 تا484)

## آیاتِ قرآنیہ سے استدلال:

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم'' (پ۲۶ سورۃ الحجرات آیۃ نمبر۱۳) بے شک تم میں بزرگ تر اللہ کے نزدیک تمہارا ''اتقی'' ہے یعنی بڑا پرہیزگار۔

یہاں تو اتقی کو سب پر تفضیل اور زیادتِ کرامت عنداللہ میں ترجیح دیتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"وسیجنبھا الاتقی O الذی یؤتی مالہ یتزکی O وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی O الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی O ولسوف یرضی O
(پ30 سورۃ واللیل آیۃ نمبر17 تا20)

یعنی اور نزدیک ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے مگر تلاش اپنے برتر پروردگار کی رضاء کی اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

آیۃ کریمہ میں باجماع مفسرین اتقی سے جناب سیدنا امام المتقین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی ابابکر فی قول الجمیع ''یعنی اتقی سے مراد جمیع مفسرین کے قول میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
(معالم التنزیل للبغوی)

اور امام علامہ شمس الدین ابن الجوزی نے بھی اس پر اجماع نقل کیا اور یہ معنی

ابوبکر بن ابی حاتم وطبرانی وابن زھیر ومحمد بن اسحاق وغیرھم محدثین کی احادیث میں وارد حتی کہ طبرسی نے باوجودِ رفض تفسیر مجمع البیان میں اسی کومقبول رکھااورانکار کایارا (طاقت )اوراقرار سے چارہ نہ پایا مع ھذا آیۃ کیلئے دوسرا محمل صحیح متصور ہی نہیں کہ بالضرور یہاں وہی مقصود جوافضل امت محمدی ﷺ ہے، ورنہ آیۃ اولیٰ (پہلی آیۃ) سے مناقضت (مخالفت) لازم آئے اور ہم اور ہمارے مخالفین متفق کہ ماورائے (ماسوائے) صدیق ومرتضیٰ رضی اللہ عنہما افضل امت نہیں۔(یعنی اہل سنت کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور شیعہ خواہ غالی رافضی ہوں یا تفضیلی ہوں وہ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں) پس بالاتفاق تیسرا مراد نہیں ہوسکتا مگر آیۃ اخیرہ کا سیاق شاہد کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ مراد نہیں کہ آگے ارشاد ہوتا ہے" وما لاحد عندہ من نعمة تجزی "(پ۳۰ سورۃ واللیل آیۃ نمبر۱۹) اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا عوض دیا جائے۔

یہ صفت جناب علی مولیٰ کرم اللہ وجہہ پر کب صادق کہ ان پر رسول اللہ ﷺ کے احسانات دنیویہ بھی جن میں معاوضہ ومکانات جاری بکثرت ہیں کہ انہوں نے اس پاک گود میں تربیت پائی، حضور والا نے اولاد کی طرح پالا، طعام وشراب سے خبرگیری فرمائی اور انتہاء نعمت تزویج بتول زہراء پر ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں" بخلاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ چند جس قدر منتیں رسول اللہ ﷺ کی ان پر ہیں، تمام امت میں کسی پر نہیں مگر وہ نعمتیں ایسی نہیں جن کا عوض ہوسکے وہ انعام اس قسم کے ہیں جن کی نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے" ما اسألکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین '' پ۱۹ سورۃ الشعرا آیۃ نمبر۱۰۹) میں نہیں مانگتا ہدایت پر تم سے نیک (اچھا بدلہ) میرا نیک تو اللہ ہی پر ہے جو پالنے والا سارے جہان کا۔

شاید اسی لحاظ سے قرآن عظیم میں قید "تجزیٔ" ذکر فرمائی گئی پس بالیقین آیۃ کریمہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل اور شان نزول بھی ولی اللہ صدیق اور عدو اللہ امیہ بن خلف کا قصہ وہ اسی پر شاید ہے۔

اب اس آیۃ کو صغریٰ اور پہلی کو کبریٰ کیجئے تو شکل اول بدیہی الانتاج ہے یہ نتیجہ بشہادتِ قرآن عزیز نکلتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل امت ہیں "وھو المقصود و کفی باللہ شھیدا" اور مقصد یہی ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔

تنبیہ نمبر۱:

جس طرح علماء کے اس استدلال سے صدیق کی افضلیت ثابت ہوئی یوں ہی یہ معنی بھی خوب روشن ہو گئے کہ مناطِ افضلیت اکرمیت عنداللہ ہے اور خدا کے نزدیک عز و وجاہت وقدر ومنزلت کا زیادہ ہونا ہو نہ کہ وہ جو تفضیلیہ شیعہ اپنی خیالی قینچیوں سے پھول تراشتے ہیں۔

تنبیہ۲:

آیۃ کریمہ جس طرح افضلیت صدیق پر دلیل ساطع (روشن دلیل) یونہی ان کے عرفانِ الٰہی وولایت ذاتی میں کافہ امت سے زیادت پر برہان قاطع (قطعی دلیل) کہ بداہت ایمانی شاید کہ کم رتبہ کا ولی ہرگز اعلیٰ درجہ کے ولی سے اکرم عنداللہ وکثیر العز والجاہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مکرم اور بہت عزت ومرتبہ والا) نہیں ہوسکتا اور اس کا انکار محض مکابرہ (صرف ہٹ دھرمی) اب نہیں معلوم جنہیں صدق کے اعرف باللہ واعظم الاولیاء ہونے میں تردد آیۃ کریمہ سے انکار کر جائیں گے یا ولی ادنیٰ کو ولی اعلیٰ سے اکرم عنداللہ (اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مکرم) ہونا تسلیم فرمائیں گے۔

(مطلع القمرین تصنیف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ص ۱۹۷ تا ۲۰۰)

**اختصار مذکور کے بعد تفصیل:**

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O (سورۃ الحجرات آیۃ نمبر ۱۳)

(۱) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ وہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے، بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

(کنز الایمان)

(۲) اے لوگو بیشک ہم نے پیدا کیا تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے، اور بنایا ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کہ تم پہچانو آپس میں ایک دوسرے کو۔ بیشک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے ہاں وہ جو زیادہ پرہیز گار ہے، تم میں سے بیشک اللہ علم والا خبر دار ہے۔ (نجوم الفرقان)

**شانِ نزول کی ایک وجہ:**

لوگ اپنے نسب پر فخر کرتے تھے اور دوسرے کے نسب پر طعنہ زنی کرتے اور دوسروں کو حقیر سمجھتے تو ان کے رد میں یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

یعنی آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مراد اس کا رد ہے جو زمانۂ جاہلیت میں وہ اپنے آباؤ اجداد (یعنی نسب) پر فخر کرتے تھے اور اپنے نسب کو دوسروں کے نسب پر بلند سمجھتے تھے، یہاں تک کہ دوسرے لوگوں کو غلام یا غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے تھے۔ اس ذلیل جھگڑے کی ابتداء ذلیل خسیس اللہ کے دشمن ابلیس سے ہوئی "اذ قال: انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین" جب اس نے کہا: اے میرے رب میں بہتر ہوں اس سے کہ پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے اور پیدا کیا تو نے اسے مٹی سے۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ بیشک تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری

ماں ایک ہے" قال تعالیٰ: بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا" خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء "اس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان سے اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے۔ یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے نسب سے اسی طرح تعلق رکھتا ہے جس طرح دوسرا اپنے نفس سے تعلق رکھتا ہے، برابر ہے ایک جیسا سب کا تعلق ہے اپنے اپنے نسب سے، اس لئے نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں لیکن ہم نے جو تمہیں اپنے آباؤ اجداد (نسب) پر مرتب کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اپنی شاخوں اور قبائل کے ذریعے ایک دوسرے کو پہچانو اور صلہ رحمی کرو یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھو اور کوئی اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے" لا ان تتفاخروا ویزدری بعضکم بعضا" تمہاری شاخیں اور قبیلے اسلئے نہیں بنائے کہ تم ایک دوسرے پر فخر کرو اور تم ایک دوسرے کو حقیر جانو اور دوسروں پر عیب لگاؤ:

"نعم ان اردتم التفاضل فالفضل عندنا بالتقوی فکلما زاد الانسان تقوی زاد کرامة عند ربه تبارك وتعالیٰ فاکرمکم عندنا من کان اتقی لا من کان انسب ان الله علیم بکرم النفوس وتقواها خبیر بهم النفوس فی هواها"

ہاں! اگر تم برتری چاہتے ہو تو برتری ہمارے نزدیک پرہیزگاری سے ہے جب انسان پرہیزگاری میں بڑھے گا تو اس کی رب تعالیٰ کے ہاں عزت بھی بڑھے گی تو تم میں سے ہمارے ہاں زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیزگاری والا ہے نہ کہ وہ جو اچھے نسب والا ہے بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے نفوس کی عزت وتقوی کو اور رب تعالیٰ کو خبر حاصل نفوس کے خواہشات میں مبتلا ہونے کو بھی۔

## شانِ نزول کی دوسری وجہ :

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: یہ آیۃ کریمہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ آئے ایک محفل میں تو ایک شخص نے ان کو جگہ نہ دی تو انہوں نے کہا: ''ابن فلانة یعیرہ بامہ ''فلاں عورت کے بیٹے! یعنی انہوں نے اس شخص کو ماں کی عار دلائی''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الذاکر فلانة ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص ہے جس نے فلاں عورت کہہ کہ اس کا تذکرہ کیا؟ حضرت ثابت نے عرض کیا: میں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے فرمایا: قوم کے چہروں کو دیکھو، تو انہوں نے دیکھا تو آپ نے فرمایا: ثابت تم نے کیا دیکھا ؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے کوئی سرخ ،کوئی سفید ،کوئی سیاہ چہرے دیکھے "قال فانك لاتفضله الا فی الدین والتقوی''تو آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہیں ان پر فضیلت حاصل نہیں سوائے دین اور تقوی کے تو یہ آیۃ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری۔

اور دوسرے شخص جس نے جگہ کہ کشادہ نہیں کیا تھا اس کے بارے میں یہ آیۃ نازل ہوئی ''یاایھا االذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا '' اے ایمان والوں جب تمہیں کہا جائے جگہ کشادہ کرو مجالس میں تو کشادہ کرلیا کرو۔
(معالم التنزیل للبغوی)

## شان نزول کی تیسری وجہ:

مقاتل نے بیان کیا ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا تو ''امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلالا حتی علا علی ظھر الکعبة واذن ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دیں تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور اذان دی تو عتاب بن اسید بن ابوالعیص نے کہا: الحمد لله الذی قبض ابی حتی لم یر ھذا الیوم ''سب تعریفیں اللہ کی ہی ہیں جس نے میرے باپ کو وفات دے دی یہاں تک کہ اس نے یہ دن نہیں دیکھا'' اما وجد محمد غیر ھذا الغراب الاسود موذنا '' کیا نہیں پایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

سوائے اس سیاہ کوے کے کوئی اور موذن۔ سہل بن عمرو نے کہا" ان یرد الله شیئا بغیر ہ "اگر ارادہ کیا اللہ نے کسی چیز کے ناپسند ہونے کا تو وہ اسے بدل دے گا ابوسفیان نے کہا:"انی لا اقول شیئا اخاف ان یخبربه رب السماء" بیشک میں تو کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ آسمانوں کا رب انھیں بتادے گا تو جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، آپ کو سب کے اقوال کی خبر دی آپ نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا جو انہوں نے کہا تو سب نے اقرار کرلیا۔

فانزل الله تعالیٰ هذه الایة و زجرهم عن التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والازراء بالفقراء"

تو اللہ تعالیٰ آیۃ اتاری اور ان کو ڈانٹا نسب پر فخر کرنے اور مال کی زیادتی پر فخر کرنے اور فقراء (غریبوں) کو حقیر سمجھنے سے۔

(معالم التنزیل للبغوی)

## شانِ نزول کی چوتھی وجہ:

علامہ نسفی نے مدارک میں زمخشری کے کشاف میں قول کی تابعداری کرتے ہوئے کہا: یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے بازار میں گزرے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا، جو کہتا تھا: مجھے جو خرید لے تو اس شرط پر خرید لے کر مجھے رسول اللہ ﷺ کے پنجگانہ نمازیں ادا کرنے سے نہیں روکے گا، تو اسے کسی نے خرید لیا، پھر وہ مریض ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر وہ فوت ہوگیا تو آپ اس کے دفن میں حاضر ہوئے "فقالوا فی ذلك شیئا فنزلت" تو لوگوں نے اس کے بارے میں کچھ کہا تو یہ آیۃ کریمہ اتری۔

"و بالجملة فمحصل الایة نفی التفاخر بالانساب و انما الکرم عند الله تعالیٰ انما

حاصل کلام یہ ہے نسب پر فخر کی نفی کی گئی ہے بیشک عزت اللہ کے ہاں سے ہی حاصل ہوتی

| | |
|---|---|
| ینال بالتقوی فمن لم یکن تقیا لم یکن له حظ من الکرامة" | ہے جس شخص کو تقویٰ حاصل نہیں اسے عزت کا بھی کوئی حصہ حاصل نہیں۔ |

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی بات یادرکھنے کے قابل:

جو آگے نتیجہ میں کام دے گی، اس آیۃ کی تفسیر کو آپ نے مطلب سمجھانے کا پہلا مقدمہ بنایا ہے:

| | |
|---|---|
| وسلبه کلیا لا یصح الا عن کافر اذ کل من یتقی اکبر الکبائر الکفر و الشرک ومن کان تقیا کان کریما ومن اتقی کان اکرم عند الله" | عزت کی مکمل نفی صرف کافر سے صحیح ہے، اسلئے کہ ہر مؤمن کو سب سے گناہ کفر وشرک سے بچنے والا تقویٰ حاصل ہے اسلئے جو شخص پرہیزگار ہے یعنی تقی (متقی) ہے وہ اللہ کے ہاں کریم "عزت والا ہے" اور جو اتقی یعنی بڑا پرہیزگار ہے وہ زیادہ عزت والا ہے |

یعنی تقویٰ کا درجہ جس طرح کا ہوگا، اس طرح کی عزت رب تعالیٰ کے ہاں ہوگی۔ جب تقویٰ سب سے زیادہ ہوگا تو عزت بھی سب سے زیادہ ہوگی، صرف نسب کام نہیں آئے گا۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۰۰ تا ۵۰۴)

## زبدۃ التحقیق ص ۳۵ پر عنوان قائم کیا گیا:

"دورِ حاضر میں جو سنی حنفی کہلانے والے کہتے ہیں: نسبت کوئی چیز نہیں، میں نہایت ادب سے سوال کروں گا یہ عقیدہ تو خارجیوں کا ہے، آپ کے ہاتھ کیسے لگا؟"

کبھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لئے بغیر کو سنیت سے خارج کیا گیا اور کبھی "خارجی" کہا گیا۔ دورِ حاضر کی قید کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوا کہ کیونکہ اعلیٰ حضرت کا مؤقف بھی یہی ہے کہ فقط نسب کام نہیں آتا، دارومدار تقویٰ پر ہے، یہی حدیث

پاک سے بھی ثابت ہے۔

علامہ محمد لطف الرحمٰن بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگال) نے ایک فتویٰ لکھا، جس میں مطلقاً نسب کے نفع مند ہونے کی نفی کی تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے: اراء الادب لفاضل النسب۔

## مولنا محمد لطف الرحمٰن کا فتویٰ:

بداں کہ قولہ تعالیٰ "جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقاکم و قول النبی ﷺ من ابطأ به عمله لم یسرع به نسبه"
(سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضائل العلم)

وقول دیگر اعملی یا فاطمة و لاتقولی انی بنت الرسول الله ﷺ"
(مسلم کتاب الایمان ج اص ۱۱۴، کنز العمال ۹/۱۶)

باعلیٰ صوت ندا کند کہ شرافت نسب کہ اکثر جہال بہ سبب وحماقت واز عدم واقفیت حالات بزرگانِ دین وسلف صالحین وصحابہ کاملین، انبیاء ومرسلین بداں مباہات میکنند نز دحق سبحانہ تعالیٰ بہ چیزے نمی ارزد و بہ منزلہ ہباء منثورا باشد کما قال الله تعالیٰ والذین اوتوا العلم درجات "القرآن الکریم" ۵۸ / ۱۱ وانما یخشی الله من عباده العلماء "القرآن الکریم ۳۵ / ۲۷ وقال النبی ﷺ انما العلماء ورثة انبیاء (سنن ابن ماجه باب فضل العلماء) وان فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم "(جامع الترمذی ابواب العلم) بلکہ شرافت علم فوق شرافت نسب می باشد کما فی الدر المختار لان شرفة العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم به البزازی وارتضاه الکمال وغیره۔
(الدر المختار کتاب النکاح باب الکفارة)

اگر کسے عالم صالح ماہر را بالفاظ مذکورۃ الصدر طعناً وتحقیراً مخاطب سازد بدائرہ

کفر پانہادہ پاشد۔

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم پرہیز گار ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے شریعت کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا اس کو نسب کام نہ دے گا اور حضور کا دوسرا قول کہ ''شریعت پر عمل کروائے فاطمہ اور یہ نہ کہو کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہوں'' بلند آواز سے اعلان کر رہا ہے کہ شرافت نسب کہ اکثر جاہل لوگ جہالت وحماقت اور حالات بزرگان دین اور سلف صالحین اور صحابہ کاملین اور انبیاء ومرسلین کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے اس پر فخر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وقعت ہے مثل ہباء منثوراً ہے، البتہ مرد کی شرافت علم سے ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جنہیں علم دیا گیا وہ درجوں میں ہیں اور ارشاد فرمایا اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر بلکہ علم کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے اس لئے کہ علم کی شرافت نسب ومال کی شرافت سے اولیٰ ہے جیسا کہ اس پر بزازی نے جزم فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص عالم صالح ماہر کو الفاظ مندرجہ سے طعن وتحقیر کے طور پر مخاطب کرے تو دائرۂ کفر میں پاؤں رکھے گا'' انتہیٰ۔

یہ فتویٰ اس سوال کے جواب میں دیا گیا:

کیا فرماتے ہیں: علماء اس مسئلہ میں کہ اگر جد اعلیٰ کسی کا کاشت کار یا نورباف یا ماہی فروش ہو بعدہ اس کی نسل میں یہ پیشہ معمول رہا ہو یا متروک ہو گیا ہو تو اس صورت میں ان کی اولاد کو ماشا یا جولاہا یا شکاری یا اطراف کہہ کہ پکارنا جس سے ان کی دل شکنی

ہوتی ہے درست ہے یا نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے تفصیل بیان کی ہے:

وہ بہت مبسوط ہے لیکن راقم جہاں کئی کئی روایات آپ نے نقل کی ہیں انکو مختصر کر کے پیش کر رہا ہے آپ فرماتے ہیں:

کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلا حاجت شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو، اسے ایذاء پہنچے، شرعاً ناجائز و حرام ہے، اگرچہ بات فی نفسہٖ سچی ہو فان کل حق صدق ولیس کل صدق حقا (ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں)

ابن السنی عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من دعا رجلا بغير اسمه لعنته الملائكة جو شخص کسی کا نام بدل کر پکارے فرشتے اس پر لعنت کریں

(عمل الیوم واللیلۃ ۱۳۷ باب الوعید فی ان یدعی الرجل بغیر اسمہ حدیث ۳۹۶ نور محمد کراچی)

فی التیسیر ای بلقب یکرهه لا بنحویا عبد الله"

(تیسیر شرح الجامع الصغیر ج۲ ص۴۱۶)

تیسیر میں ہے کہ ایسے لقب سے پکارنا جو اسے برا لگے، اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں نہ کہ یہ کہنے سے اے اللہ کے بندے وغیرہ۔

طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من آذى مسلما فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله"

(المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ ج۴ ص ۳۷۳ مکتبۃ المعارف ریاض)

جس نے کسی مسلمان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی۔

بحر الرائق و در مختار کتاب الحدود باب التعزیر میں ہے "فی القنية قال

لیهودی او مجوسی یا کافر یاثم ان شق علیه ومقتضاه انه یعزر لارتکابه الاثم ''جس نے کسی ذمی یہودی یا مجوسی سے کہا: اے کافراور یہ بات اسے گراں گذری تو کہنے والا گنہگار ہوگا اوراس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے تعزیر کی جائے۔(قنیۃ)

## تحقیق مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے:

کہ مدارِ نجات تقویٰ پر ہے''علی تبائن مراتب وثمراتها ''مختلف مراتب اوران کے نتائج کے مطابق تقویٰ کے مراتب اورنجات کے بھی مراتب ہوں گے) فقط نسب کالحاظ نہیں بلکہ صرف تقویٰ کالحاظ ہے۔

''ان الزبانیة اسرع الی فسقة القراء منهم الی عبدة الاوثان''

(کنزالعمال برمزطب حل حدیث ۲۹۰۰۵ ج ۱۰ ص ۱۹۱)

بیشک عذاب کے سپاہی فاسق علماء کی طرف سبقت کریں گے (اوریا جیسے) بتوں کے بچاری کی طرف۔

جوعمل میں سست ہوگافضل نسب میں آگے نہ ہوگا۔حدیث''من ابطابه عمله لم یسرع به نسبه''کے یہی معنی ہیں نہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل ومہجوروہباء منثورا یاشرافت وسیادت ،نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز ،نہ آخرت میں اصلاً نافع وباعث اعزاز،حاشاایسانہیں بلکہ شرع مطہرنے متعدداحکام میں فرق کومعتبررکھا ہے۔

## قریش کی خلافت:

الائمة من قریش ''حکام (خلفاء) قریش سے ہوں گے۔

(مسنداحمدبن حنبل عن انس مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ السنن ابکری کتاب الصلوۃ)

اوررسول اللہ ﷺ نے فرمایا''الا ان الامراء من قریش''

(مسندابی یعلی عن علی رضی اللہ عنہ)

خبردار!! بیشک تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

## قریش کی افضلیت:

مسند احمد میں حضرت ابوبکر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "قدموا قریشا ولا تقدموھا" "قریش کو آگے کرو خود ان سے آگے نہ بڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یا معشر الناس احبوا قریشا من احب قریشا احبنی ومن ابغض قریشا فقد ابغضنی "اے لوگوں کی جماعت! قریش سے محبت رکھو کہ قریش سے محبت کرنے والے مجھ سے محبت رکھنے والے ہیں اور جس نے قریش سے بغض رکھا اس سے بغض رکھا۔

## قریش عزت دار:

حضرت ابوذر فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کنانۃ عزّ العرب" بنی کنانہ سارے عرب کی عزت ہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ حدیث ۴۹۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت کنز العمال بحوالہ ابن عساکر ج ۲ ص ۵۵ ص ۶۹)

من یرد ھوان قریش اھانہ اللہ "جو قریش کی ذلت چاہے اللہ اسے ذلیل کرے)

(جامع الترمذی ج ۲ ابواب المناقب فضل الانصار والقریش، المستدرک للحاکم ج ۴ کتاب معرفۃ الصحابۃ، مسند احمد بن حنبل سعد بن ابی وقاص)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"خیر الناس العرب و خیر العرب قریش و خیر قریش بنو ھاشم"

(الفردوش بماثور الخطاب ج ۲ ص ۱۷۸ حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سب لوگوں سے بہتر عرب ہیں اور عرب سے بہتر قریش ہیں اور قریش سے بہتر بنو ہاشم ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی پسند:

حضرت واثلہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ان اللہ عزوجل اصطفی کنانۃ من ولد اسمعیل و اصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بن ہاشم"

بیشک اللہ عزوجل نے چن لیا اولادِ اسمٰعیل سے کنانہ کو اور چن لیا کنانہ سے قریش کو اور چن لیا قریش سے بن ہاشم کو اور چن لیا مجھے بنی ہاشم سے۔

(مسلم ج ۲ کتاب الفضائل نسب النبی ﷺ جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ)

## حضور ﷺ افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے:

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بعثت من خیر قرون بن آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیہ"

میں ہر قرن وطبقہ میں ابن آدم کے بہترین طبقات میں بھیجا گیا یہاں تک کہ میں اس طبقہ میں آیا جس میں موجود ہوں۔

بخاری ج ا کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ

## چھ چیزوں میں نسب کا لحاظ کیا گیا:

(۱) امامت کبریٰ جس کا ذکر "الائمۃ من قریش" سے کیا جا چکا ہے

(۲) امامت صغریٰ تنویر الابصار میں ہے "الأحق بالامامۃ الأعلم الی قولہ ثم الأشرف نسبا ثم الأنظف ثوبا" (درمختار شرح تنور الابصار باب الامامۃ) سب سے زیادہ امامت کا حقدار وہ ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو۔ (مصنف کے اس قول تک پھر جو نسب کے لحاظ پر اشرف ہو پھر جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں۔

(۳) نکاح: نکاح میں کف کا لحاظ کیا گیا جو نسب کے اعتبار کا فائدہ دے رہا ہے۔

(۴) عرب کبھی بحالِ کفر بھی غلام نہ بنائے جائیں گے قتل الاساری ان شاء الله ان لم یسلموا او استرقهم او ترکهم احرارا ذمة لنا الا مشرکی العرب "(درمختار کتاب الجہاد باب المغنم) مشرکین عرب کے علاوہ دیگر عرب نژاد اگر اسلام نہ لائیں تو ان کے بارے میں اختیار ہے کہ قتل کریں یا انہیں غلام بنائے یا ان کو چھوڑ دے آزاد ہمارے ذمہ۔

(۵) مشرکین عرب پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا کیونکہ جو غلام نہ بنایا جاسکے اس پر جزیہ بھی مقرر نہیں کیا جاسکتا" توضع علی کتابی ومجوسی ووثنی عجمی لجواز استرقاقه فجاز ضرب الجزیة علیه لا علی وثنی عربی "(درمختار فصل فی الجزیۃ) جزیہ مقرر کیا جائے کتابی مجوسی اور عجمی بت پرست پر کیونکہ ان کو غلام بنانا جائز ہے تو ان پر جزیہ مقرر کرنا بھی جائز ہے عربی بت پرست پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا۔

(۶) ان کی زمین سے کبھی خراج نہیں لیا جائے گا ان کی زمین ہر حال میں عشری ہے "لان کما لا رق علیهم لا خراج علی اراضیهم "(درمختار باب العشر والخراج والجزیۃ) اس لئے کہ جیسا ان کو غلام بنانا جائز نہیں اسی طرح ان کی زمین پر خراج نہیں۔

**تنبیہ:**

مشرکین عرب کیلئے سخت حکم ہے کہ یا وہ اسلام لے آئیں یا ان کو قتل کردیا جائے، اسلئے آخری تین صورتوں میں ظاہر طور پر سمجھ آتا ہے شاید نبی کریم ﷺ کا نسب انھیں نفع دے رہا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔

**بڑوں کی لغزشوں پر نظر نہ رکھو:**

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "اقبلو اذوی الهیئات عثراتهم الا الحدود

''عزت داروں کی لغزشیں معاف کردو مگر حدود۔
(اس کو احمد نے مسند اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابو داؤد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے)

آج کل تو گنگا الٹی بہہ رہی ہے، صحابہ کرام کے کفر کے حالات کے واقعات اور مسلمانوں پر سختیوں کو بیان کر کے ان کی شان میں توہین کی جارہی ہے اور جاہلوں کو الو بنایا جارہا ہے۔

تعظیم:

''لایقوم الرجل من محلسه الا لبنی هاشم''
(رواہ الخطیب عن ابی امامۃ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۸۸)

آدمی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی کیلئے نہ اٹھے سوائے بنی ہاشم کے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اول من اشفع یوم القیامة من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من آمن بی و اتبعنی من الیمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع له اولا افضل''

روزِ قیامت میں سب سے پہلے اہل بیت کی شفاعت کروں گا، پھر درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہیں قریش تک، پھر انصار، پھر وہ اہل یمن جو کہ مجھے پر ایمان لائے اور میری پیروی کی پھر باقی عرب پھر اہل عجم اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے۔

(المعجم الکبیر عن ابن عمر ج ۱۲ ص ۴۲۱ کنز العمال بحوالہ طب ک حدیث ۳۴۱۴۵ ج ۲ ص ۹۴)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطۂ نگاہ تفصیل سے پیش کر دیا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ نے افضل البشر بھی کہا لیکن آپ کے اپنے افضل الانبیاء میں کوئی فرق نہ آیا۔ اہل بیت کی شفاعت پہلے کرنے پر ان کو افضل بھی کہا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے افضل ہونے میں کسی قسم کا کوئی فرق لازم نہ آیا۔

## حضور سے قرابت:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"کل سبب و نسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی" ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا تعلق اور رشتہ (برقرار رہے گا)۔

(المعجم الکبیر حدیث ۳۳ ۲۶ تا ۲۶۳۵ ج ۳ ص ۴۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت وحدیث ۱۱۶۲۱ ج ۱۱ ص ۲۴۳، السنن الکبری کتاب النکاح ۷ ص ۱۱۴، المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۱۴۲ کنز العمال حدیث ۳۱۹۱۴ ج ۱۱ ص ۴۰۹)

حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے کہا: اس کی سند صالح ہے، اور دارِ قطنی اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس اور مسور بن مخرمہ (رضی اللہ عنہم) سے اور احمد اور حاکم اور بیہقی نے مسعر سے روایت کی اس حدیث کے اول میں "فاطمۃ بضعۃ منی" فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔

و حدیث الفاروق مع قصۃ تزوجہ سیدتنا ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنھم" (رواہ سعد فی الطبقات وابو نعیم فی المعرفۃ وابن عساکر بطریق وابن راہویہ مختصرا) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کرنا اسی وجہ سے تھا کہ میرا نسبی رشتہ قریب سے حضور ﷺ سے قائم ہو جائے۔

علمائے اہل سنت !!! تمہاری غیرت کا جنازہ کیوں نکل گیا؟ گنگ زبان ہو کر، بے بسی کی تصویر بن کر شیعہ حضرات کی محافل میں بیٹھ کر اس روایت پر مرچ مصالحہ لگا کر شیعہ مبلغین کی تقاریر سن رہے ہو۔ اگر تمہارا مطالعہ نہیں تو کم از کم ایسی محفلوں سے قطع تعلقی کر لو جس میں بزرگانِ دین اور روایت کا طنز اڑانے کی آڑ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توہین کی جارہی ہے۔ یہ لیڈریاں یہی رہ جائیں گی، کام آئے گا تو ایمان۔

## حضور اور اہل بیت سے محبت کرنے والے جنتی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیۃ کریمہ "ولسوف یعطیك ربك فترضی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"من رضا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اهل بیته النار"

(جامع البیان المعروف بتفسیر الطبری لابن جریر ودر منثور)

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ بیشک عنقریب تمہارا تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء یہ ہے کہ حضور کے اہل بیت سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔

## حاصلِ کلام:

(۱) بالجملہ تفاضلِ انساب بھی یقیناً ثابت اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر وضائع وبرباد جاننا سخت مردود وباطل۔

(۲) پہلے ایمان، پھر تقویٰ، پھر نسب۔ اگر نسب قریش لیکن ایمان نہیں تو نسب بے کار کیونکہ ابولہب بھی قریشی تھا۔

(۳) نسب پر فخر جائز نہیں۔

(۴) نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا، جائز نہیں۔

(۵) دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔

(۶) انہیں کم نسبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔

(۷) نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔

(۸) نسب کے سبب کسی مسلمانوں کا دل دکھانا جائز نہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۰۲ تا ۲۵۵ بحذف کثیر)

## سیدنا حضرت پیر مہر علی شاہ گڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہ بھولئے:

''ان الفقهاء صرحوا بان العجم ضيعوا انسابهم'' فقہائے کرام نے وضاحت فرمائی کہ بیشک عجمی لوگوں نے اپنے نسب ضائع کردیئے ہیں یعنی ان کا اعتبار نہیں رہا۔ (فتاوی مہریہ ص ۱۹)

اے سادات !!!! اپنے سیدزادہ ہونے پر فخر کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا ایمان کامل ہوگا اور تقویٰ حاصل ہوگا تو سیادت بھی کام آئے گی۔ سب صحابہ کرام سے محبت کیجئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ سے افضل مانیئے۔ تمام اہل بیت سے محبت کریں تو ہمیں پہلی طرح اپنا غلام اور محبّ پالیں گے ورنہ تم کون ہم کون؟؟؟

والمقدمة الاخرى: (اور دوسرا مقدمہ یہ ہے) پہلے جو آیۃ ''ان اكرمكم عند الله اتقاكم'' ذکر کی، اسے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے پہلا مقدمہ بنایا۔ اب آپ دوسری آیۃ کو دوسرا مقدمہ بنا رہے ہیں جس سے نتیجہ نکالنا آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى O الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى O وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى O اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى O وَلَسَوْفَ يَرْضٰى O

(سورۃ اللیل آیہ نمبر ۱۷ تا ۲۱)

اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضاء چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔ (کنزالایمان)

اجمع المفسرون من اهل السنة و الجماعة على ان الاية نزلت فى الصديق رضى الله عنه وانه هو المراد بالاتقى''

اہل سنت وجماعت کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ بیشک یہ آیۃ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ''الاتقی'' سے وہی مراد ہیں۔

## ابن ابی حاتم اور طبرانی کی روایت:

ان ابابکر اعتق سبعة کلهم یعذب فی الله فانزل الله تعالیٰ قوله و سیجنبها الاتقی الی آخر السورة"

بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سات غلاموں کو آزاد کیا (خرید کر) جو سب کے سب اللہ کی راہ میں ستائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان "و سیجنبها الاتقی" تا آخر سورۃ نازل فرمایا۔

(درالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم والطبرانی تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ تا ۲۱، الحاوی للفتاوی الفتاوی القرآنیۃ سورۃ اللیل الفصل الاول ج ا ص ۳۲۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الثانی)

## علامہ بغوی رحمہ اللہ کا قول:

قال ابن الزبیر و کان ابوبکر یبتاع الضعفة فیعتقهم فقال ابوه ای بُنیّ لو کنت تبتاع من یمنع ظهرك ؟ قال منع ظهری ارید فنزل و سیجنبها الاتقی الی آخر السورة۔

(معالم التنزیل للبغوی)

ابن زبیر فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کمزور حال غلاموں کو خریدتے، پھر انھیں آزاد کردیتے تو آپ کے باپ نے کہا: اے میرے بیٹے! کاش کہ تم ایسے غلام خریدتے جو تمہاری حفاظت کرتے (پشت پناہی کرتے) آپ نے کہا: میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں (یعنی کمزور حال غلاموں جنہیں کفار ستاتے ہیں ان کو خرید کر آزاد کرنے میں میرا ارادہ یہی ہوتا ہے کہ یہ مجھے اخروی عذاب سے بچائیں گے) تو یہ آیۃ "و سیجنبها الاتقی" تا آخر سورۃ نازل ہوئیں۔

## حضرت بلال اور چھ اور غلاموں کو آزاد کیا:

تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضرت محمد بن اسحاق نے ذکر کیا بلال رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی جُمَح کے غلام تھے اور ان کا نام بلال بن رباح ہے اور ان کی ماں کا حمامہ ہے اور بلال

رضی اللہ عنہ اسلام میں سچے تھے اور پاک دل تھے اور امیہ بن خلف انھیں باہر لاتا، جب گرم دوپہر ہوتی تو انھیں پیٹھ کے بل مکہ کے ریتلے میدان میں ڈال دیتا، پھر بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا، جو ان کے سینہ پر رکھ دی جاتی۔ پھر کہتا: تم ایسے ہی پڑے رہو گے، یہاں تک کہ مرجاؤ یا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرلو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس مصیبت میں بھی اَحد اَحد (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) پکارتے۔

"وقال بن اسحاق عن هشام بن عروة قال مر به ابوبكر يوما وهم يصنعون به ذلك وكانت دار ابي بكر في بني جمح فقال لامية (بن خلف) الا تتقي في هذا المسكين ؟ قال انت افسدته فانقذه مما ترى قال ابوبكر افعل عندي غلام اسود و اجلد منه و اقوى على دينك اعطيكه؟ قال قد فعلت ' فاعطاه ابوبكر غلامه واخذه فاعتقه ثم اعتق معه على الاسلام قبل ان يهاجر ست رقاب بلال سابعهم "

اور محمد بن اسحاق ہشام بن عروہ سے روایت کی وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں "ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک دن بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا اور وہ لوگ ان کے ساتھ یہی برتاؤ کر رہے تھے' اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گھر بھی بنی جمح میں تھا تو آپ نے امیہ کو کہا کیا تو اس مسکین کے بارے اللہ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا: تم نے ہی اسے بگاڑا ہے تو جو تم اس کا حال دیکھ رہے ہو، اس سے چھڑالو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک میں یہ کرلیتا ہوں میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ بہادر اور طاقتور ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے (کیا اس کے بدلے) میں وہ تمہیں دے دوں؟ امیہ نے کہا: مجھے منظور ہے تو حضرت ابوبکر نے اسے اپنا غلام دے دیا اور حضرت بلال کو اس سے لے کر آزاد کردیا، پھر حضرت بلال کے ساتھ اسلام لانے کی شرط پر ہجرت سے پہلے چھ اور غلام آزاد کئے، ساتویں ان میں حضرت بلال تھے۔

**وہ چھ اور غلام اور کنیزیں یہ تھے:**

(۱) عامر بن فُہیرہ (مصغر) کو آپ نے خرید کر آزاد کیا جو بدر اور اُحد کے غزوات

میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔

(۲) ام عسیس کو آپ نے خرید کر آزاد کیا۔

(۳) اور زہرہ کو خرید کر آپ نے آزاد کیا جب حضرت ابو بکر نے ان کو آزاد کیا تو ان کی نظر چلی گئی، تو قریش نے کہا: اسے لات اور عزی (بتوں کے نام) نے ہی اندھا کیا ہے "فقالت کذبوا و بیت الله ما تضر اللات والعزی وماتنفعان فرد الله تعالیٰ الیها بصرها" تو انہوں نے کہا: قسم ہے کعبہ کی لات اور عزی نہ کوئی نقصان دے سکتے ہیں اور نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر کو لوٹا دیا۔

(۵،۴) چوتھی نہدیہ اور پانچویں ان کی بیٹی کو خرید کر آزاد کیا۔ یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو ان کی مالکہ عورت نے ان کو آٹا پیسنے کیلئے بھیجا تھا اور وہ انھیں کہہ رہی تھی: قسم ہے اللہ کی میں تم دونوں کو کبھی آزاد نہیں کروں گی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فلاں! ہر گز نہیں (یعنی یہ ہر گز نہ کہو بلکہ آزاد کر دو) اس نے کہا: ہر گز نہیں (یعنی آزاد نہیں کروں گی) ہاں! البتہ تم ان دونوں کو آزاد کر دو۔ آپ نے کہا: کتنی قیمت سے؟ اس نے کہا: اتنی اتنی قیمت سے۔ آپ نے کہا: ٹھیک ہے، میں نے (تمہاری منہ بولی قیمت سے) ان کو لے لیا ہے اور ان کو میں نے آزاد کر دیا ہے۔

(۶) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بنی مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس گزرے جس پر ظلم کیا جا رہا تھا، آپ نے اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ (معالم التنزیل للبغوی)

**حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں:**

مجھے یہ خبر ملی کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امیہ کو کہا کہ کیا تو بلال کو بیچ دے

گا؟ تو اس نے کہا: ہاں! تمہارے غلام نسطاس کے بدلے بیچ دوں گا۔

نسطاس جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غلامیت میں آیا تو وہ دس ہزار دینار اور بہت سے غلاموں اور لونڈیوں اور مویشیوں کا مالک تھا، وہ مشرک تھا۔ حضرت صدیق اس کو اسلام پر ابھارتے رہے کہ یہ اسلام لے آئے تو مال اس کا اسی کے پاس رہنے دیا جائے لیکن اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تو آپ کو وہ ناپسند ہو گیا ہے جب امیہ نے کہا: میں بلال کو تمہارے غلام نسطاس کے بدلے بیچتا ہوں تو آپ نے اسے غنیمت جانا تو حضرت بلال کو اس کے بدلے میں خرید لیا تو مشرکین نے کہا کہ ابوبکر نے صرف اس لئے یہ کام کیا ہے کہ بلال کا ان پر کوئی احسان تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ اتاری" وما لاحد عندہ من نعمة تجزی" اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں کہ بدلہ دیا جائے۔ (معالم التنزیل للبغوی)

تنبیہ:

راقم کو دونوں روایتوں کا مطلب ایک ہی نظر آ رہا ہے کہ وہ نسطاس ہی حبشی تھا اور مالدار ہونے کے ساتھ طاقتور اور بہادر بھی تھا اور مشرک بھی تھا۔

علامہ ابوسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قد روی عطاء والضحاك عن ابن عباس رضی الله عنهما (وذكر قصة شراء بلال واعتاقه قال فقال المشركون ما اعتقه ابوبكر الا ليد كانت عنده منزلة اه ملخصا"

(تفسیر ابی السعود)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (حضرت بلال کو خریدنے اور آزاد کرنے کے واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد بیان کیا) کہ مشرکین نے کہا: ابوبکر نے بلال کو صرف اسلئے خرید کر آزاد کیا ہے کہ بلال کا ان پر کوئی احسان تھا تو آیۂ کریمہ" وما لاحد عندہ من نعمة تجزی" اتری، اھ ملخصاً

## شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں:

"عن عروۃ ان ابا بکر الصدیق اعتق سبعة کلھم یعذب فی اللہ بلالا وعامر بن فھیرۃ و النھدیة وابنتھا و زنیرۃ و ام عیسی و امامة بن المؤمل وفیہ نزلت وسیجنبھا الاتقی الی آخر السورۃ"

(ازالۃ الخلفاء عن خلافۃ الخلفاء فصل ہشتم، مقصد اول، مسلک اول، ج ا ص ۱۶۸ سہیل اکیڈمی لاہور)

عروہ فرماتے ہیں: بیشک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن پر اللہ کی راہ میں ظلم کیا جارہا تھا، وہ یہ تھے: بلال، عامر بن فہیرہ، نہدیہ اور اسکی بیٹی زنیرہ، امِ عیسیٰ اور بنی مؤمل کی لونڈی تو یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی "وسیجنبھا الاتقی (اور اس سے دوزخ بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے تا آخر سورۃ"

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت وقد اخرج ابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنه ان ابا بکر اشتری بلالا من امیة بن بردۃ وعشرۃ اواق فاعتقه لِلہ تعالیٰ فانزل اللہ ھذہ الا یة ان سعیکم لشتی ای ان سعی ابی بکر وامیة وابی لمفترق فرقانا عظیما فشتان ما بینھما"

میں کہتا ہوں ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بسند خود روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیہ (اور اُبی) بن خلف سے حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا (عین ممکن ہے یہ اس غلام کی قیمت ہو جس کے بدلے خریدا) پھر انہیں خاص اللہ کیلئے آزاد کردیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ "ان سعیکم لشتی "جس کا مطلب یہ ہے: بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خلف کے دونوں بیٹوں اُمیہ اور اُبی کی کوششوں میں عظیم فرق ہے جن میں بہت دوری پائی گئی۔ (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کوشش اسلامی اور شفقت پر مبنی اور ان دونوں کی کوشش کافرانہ اور ظالمانہ تھی) (الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابی حاتم الباب الثالث الفصل الثانی)

اور سردار ابن سردار حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت بلال کو خرید نے اور آواز کرنے کے متعلق اشعار کہے:

جزی اللہ خیرا عن بلال وصحبه
عتیقا و اخزی فاکها و اباجهل

عشیة هما فی بلال بسوءة
ولم یحذرا ما یحذر المرء ذو العقل

بتوحید رب الانام و قوله
شهدت بان الله ربی علی مهل

فان تقتلونی فاقتلونی فلم اکن
لاشرك بالرحمن من خیفة القتل

فیا رب ابراهیم ولعبد یونس
وموسی وعیسی نجنی ثم تملی

علی ظل یهوی الغی من آل غالب
علی غیر برکات منه ولاعدل

۱۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے بلال اور انکے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (ابوبکر) کو اور رسوا کرے اکڑباز امیہ اور ابوجہل کو؛

۲۔ یاد کرو اس شام کو جب ان دونوں نے بلال کا برا چاہا، وہ دونوں نہ ڈرے اس سے جس سے ڈرتا ہے انسان عقل والا؛

۳۔ (انہوں نے بلال کا اس لئے برا چاہا) کہ وہ ایک مانتا ہے مخلوق کے رب کو اور اس کا کہنا یہ ہے، میں گواہی دیتا ہوں بیشک اللہ میرا رب میں اس میں مطمئن ہوں۔

۴۔ اگر قتل کرو گے مجھے تو تم قتل کرو گے مجھے (اس حال میں) کہ میں نہیں ہوں گا شریک ٹھہرانے والا رحمان سے قتل کے خون سے؛

۵۔ تو اے ابراہیم کے رب اور اپنے بندے یونس کے اور موسیٰ اور عیسیٰ کے رب مجھے نجات دے پھر مہلت نہ دے۔

۶۔ اسے جو ہوگیا خواہش کرنے والا آل غالب کے بھٹکنے کی اس کی خواہش میں نہ برکتیں ہیں نہ عدل۔ (لباب التاویل (تفسیر خازن) تحت الآیۃ ۱۷/۹۲)

وقد قال البغوی فی الاتقی یعنی ابابکر الصدیق فی قول الجمیع
(معالم التنزیل للبغوی تحت الآیۃ "۱۷/۹۲")

امام بغوی نے "الاتقی" کی تفسیر میں کہا اس لفظ سے اللہ تعالیٰ کی مراد سب مفسرین کے قول کے مطابق ابوبکر صدیق ہیں۔

"وقال الرازی فی مفاتیح الغیب اجمع المفسرون منا ان المراد منه ابوبکر رضی الله عنه
(مفاتیح الغیب تفسیر کبیر زیر آیۃ ۱۸/۹۲)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مفاتیح الغیب المعروف بتفسیر کبیر میں فرمایا: ہم (سنیوں) کے مفسرین کا اجماع ہے اس پر کہ "اتقی" سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ونقل ابن حجر فی الصواعق عن العلامة ابن الجوزی اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر"
(الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الثانی)

صواعق محرقہ میں ابن حجر (ہیتمی مکی) رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن الجوزی سے نقل کیا علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

حتی بلغنی ان الطبری مع رفضه لم یسغ له انکاره فی تفسیره مجمع البیان والفضل ما شهدت به الاعداء الحمد لله رب العالمین"

مجھے یہ خبر ملی کہ طبری کو باوجود رافضی ہونے کے اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس کا انکار نہ بن پڑا اور فضل وہ ہے جس کی شہادت دشمن دیں "الحمد الله رب العالمین"

(فتاوی رضویہ از ج ۲۸ ص ۵۰۵ تا ص ۵۱۲)

## علامہ رازی رحمہ اللہ کی تفسیر کبیر کو دیکھئے:

وسیجنبھا ای سیبعدھا ویجعل منھا علی جانب یقال جنبتہ الشیٔ ای بعدتہ وجنبتہ وفیہ مسالتان"

یعنی" وسیجنبھا " کا معنی ہے دور رکھا جائے گا اس (نارِ جہنم) سے "اتقی " کو اور اس کو کنارے پر رکھا جائے گا عام طور پر کہا جاتا ہے "جنبتہ الشی ' اس کا معنی ہوتا ہے میں نے فلاں شخص کو دور رکھا کنارے پر کر دیا اس میں دو مسئلے ہیں:

"المسئلۃ الاولیٰ اجمع المفسرون منا علی ان المراد منہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و اعلم ان الشیعۃ باسرھم ینکرون ھذہ الروایۃ ویقولون انھا نزلت فی حق علی ابن ابی طالب علیہ السلام والدلیل علیہ قولہ تعالیٰ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون"

اہل سنت مفسرین کا اجماع ہے: اس پر ہے کہ مراد اس "اتقی " سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

شیعہ سارے متفق ہیں: اس پر کہ یہ آیۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق نازل ہونے والی روایات کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے قول پر بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش کرتے ہیں "ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون "اس آیۃ میں زکوۃ دینے کا ذکر ہے اور آیۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہے۔

خیال رہے کہ راقم نے اس آیۃ کی تفسیر اپنے محل میں مفسرین کے اقوال کے اختلاف کے ساتھ ذکر کر دی، وہاں چھٹے پارے میں ہی دیکھی جائے۔"تو شیعہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ آیۃ "وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی " بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اس میں بھی اللہ کی راہ میں تزکیہ نفس کیلئے مال خرچ کرنے کا ذکر ہے۔

## علامہ رازی رحمہ اللہ عقلی اور نقلی دلائل سے شیعہ کا رد کرتے ہیں:

آپ فرماتے ہیں:

"لما ذکر بعضهم فی محضری قلت اقیم الدلالة العقلية على ان المراد من هذه الاية ابوبكر وتقريرها ان المراد من هذا الاتقى هو افضل الخلق فاذا كان ذلك وجب ان يكون المراد هوابو بكر"

جب بعض لوگوں نے میری محفل میں شیعہ کے قول کا ذکر کیا تو میں نے کہا میں اس پر عقلی دلیل قائم کرتا ہوں کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اس کا بیان یہ ہے کہ "اتقی "سب سے بڑا پرہیز گار سے مراد وہ شخص ہے جو انبیاء کرام کے بعد سب مخلوق سے افضل ہو جب یہ بات ثابت ہے تو ضروری ہے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

### دعویٰ پر دلیل:

فهاتان المقدمتان متى صحتا صح المقصود انما قلنا ان المراد من هذا الاتقى افضل الخلق لقوله تعالىٰ ان اكرمكم عندالله اتقاكم والا كرم الافضل فدل ان كل من اتقى وجب ان يكون افضل"

یہاں دو مقدمے ہیں: جب وہ صحیح ہیں تو مقصود بھی صحیح ہے بیشک ہم یہی کہتے ہیں کہ بیشک مراد اس 'اتقی" سے افضل الخلق ہے اسلئے کہ رب تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ بیشک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

"اکرم" کا مطلب افضل ہی ہے لہٰذا رب تعالیٰ کا ارشاد اس پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے وہ سب سے افضل ہے۔

### اعتراض:

فان قيل الآية دلت على ان كل من كان

آیۃ کریمہ سے تو یہ سمجھ آرہا ہے ہر وہ جو اکرم

اکرم کان اتقی وذلك لا يقتضی ان کل من اتقی کان اکرم "

ہے وہ اتقی ہے آیۃ کریمہ اس پر دلالت نہیں کررہی کہ جو "اتقی" ہے وہ اکرم ہے۔

## جواب:

قلنا وصف كون الانسان اتقی معلوم مشاهد ووصف كونه افضل معلوم ولا مشاهد والاخبار عن المعلوم بغير المعلوم هو الطريق الحسن اما عكسه فغير مفيد۔

انسان کا وصف "اتقی" بڑا پرہیزگار ہونا تو معلوم ہے اومشاہدہ میں ہے اور افضل ہونے والا وصف غیر معلوم اور غیر مشاہدہ ہے قانون یہی ہے اور یہی طریقہ مستحسن ہے کہ معلوم سے غیر معلوم پر دلیل قائم کی جاتی ہے لیکن غیر معلوم سے معلوم پر دلیل قائم کرنا کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے:

فتقدير الآية كانه وقعت الشبهة فی ان الاكرم عند الله من هو ؟فقيل هو الاتقی واذا كان كذلك كان التقدير اتقاكم اكرمكم عند الله فثبت ان الاتقی المذكور و ان يكون المراد به ابابكر لان الامة مجمعة علی ان افضل الخلق بعد رسول الله ﷺ اما ابوبكر او علیؓ ولا يمكن حمل هذه الآية علی علیؓ ابن طالب فتعينها حملها علی ابی بكر"

آیۃ کریمہ گویا کہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ اللہ کے ہاں اکرم افضل کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیۃ کریمہ کی تقدیر یہ ہے "اتقاكم اكرمكم عند الله" جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے وہی تم سے زیادہ عزت والا ہے، اللہ کے ہاں۔ ہم کہتے ہیں: ضروری ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بعد دو گروہ بن گئے: ایک اہل سنت کا جو یہ کہتے ہیں سب سے افضل ابوبکر ہیں اور دوسرا گروہ شیعہ کا جو یہ کہتے ہیں: حضرت علی

افضل ہیں لیکن اس آیۃ کریمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا تو ممکن نہیں اسلئے معین ہو گیا کہ یہ آیۃ کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہی محمول ہے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ پر آیۃ کریمہ کو محمول کرنا کیوں ممکن نہیں؟

وانما قلنا انه لا يمكن حملها على على ابن ابى طالب لانه قال فى صفة لانه اخذه من ابيه ومالاحده عنده من نعمة تجزى وهذه الو صف لا يصدق على على بن ابى طالب لانه كان فى تربية النبى ﷺ لانه اخذه من ابيه و كان يطعمه ويسقيه ويكسوه ويربيه وكان الرسول ﷺ منعما عليه نعمة بحب جزاؤها اما ابوبكر فلم يكن النبى ﷺ عليه نعمة دنيوية بل ابوبكر كان ينفق على الرسول على وثبت ان الآية غير صالحه لعلى تعين حملها على ابى بكر رضى الله عنه وثبت دلالة الآية ايضا على ابابكر افضل الامة"

ہم نے کہا کہ اس آیۃ کو حضرت علی بن ابی طالب پر محمول کرنا ممکن نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ "اتقی" "سب سے زیادہ پرہیز گار کا وصف یہ بیان کیا گیا" وما لاحد عند من نعمة تجزى "اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ یہ وصف حضرت علی بن ابی طالب پر سچا نہیں آتا اسلئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تربیت میں تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انھیں ان کے باپ سے تربیت کیلئے لیا تھا آپ ہی ان کو کھلاتے تھے اور پلاتے تھے اور لباس عطاء فرماتے تھے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ان پر انعامات تھے جن کی جزاء ان پر واجب تھی ان کی کوئی مالی انعام واحسان نبی کریم ﷺ پر نہ تھا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نبی کریم ﷺ کا کوئی دنیاوی مالی احسان نہیں تھا بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ پر مال خرچ کرتے تھے ہاں البتہ نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر پر احسان ہدایت دینے اور دین کی راہنمائی کا تھا مگر یہ کہ اس کا بدلہ نہ ہی طلب کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی بدلہ دے سکتا ہے رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی اس پر واضح دلالت کر رہا ہے "قل لا اسئلكم عليه من اجر ان اجرى على رب

العالمین ''آپ فرما دیجئے! میں تم سے سوال نہیں کرتا اس (تبلیغِ دین پر) کسی اجر (بدلہ) کا میرا اجر تو صرف سب جہانوں کے مالک کے ذمہ کرم پر ہے۔

یہاں مذکور مطلق نعمت نہیں بلکہ ''نعمۃ تجزیٰ'' ہے یعنی ایسی نعمت جس کا بدلہ تو دیا جا سکتا ہو لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر وہ احسان کسی کا نہیں، تو یہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ بیشک یہ آیۃ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیلئے ثابت نہیں۔

جب یہ ثابت ہے کہ یہ آیۃ اس شخص کے بارے میں ہے جو انبیاء کرام کے بعد مخلوق سے افضل ہے، عقلی احتمال دو تھے: اس سے مراد حضرت ابوبکر ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہما، جب دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد نہیں تو معین ہو گیا کہ یہ آیۃ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر محمول ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب امت سے افضل ہیں اس کے بعد علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نقلی دلیل دی جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دوسرے غلاموں کو آزاد کرنے کا ذکر ہے وہ چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی رضویہ سے تفصیلی طور پر ذکر کیا جا چکا ہے اسے دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۲۰۵ ص ۲۰۶)

علامہ رازی کی اسی بحث سے ایک اور اعتراض اٹھ گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان کے والدین کا احسان تھا تو کیسے کہا جاتا ہے کہ ان پر کسی کا احسان نہیں تھا، والدین کا احسان تو بہت واضح اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے سمجھ آ رہا ہے'' ان اشکر لی ولوالدیك '' شکریہ تو ہے ہی احسان کا، اس کا جواب بھی یہی ہے کہ والدین کا احسان بھی اولاد پر عدم سے وجود میں لانے کا ہے اس احسان کا بھی کوئی بدلہ نہیں دے سکتا لہٰذا والدین کا احسان ''نعمۃ تجزیٰ'' میں داخل ہی نہیں۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مزید وضاحت:

میں کہتا ہوں جو فاضل امام (فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ بیان فرمایا۔

## کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت میں تھے:

اور بیشک آپ نے انھیں ان کے والد (ابو طالب) سے لے لیا تھا اس کا ذکر محمد بن اسحاق اور ہشام نے کیا ہے اور محمد بن اسحاق کے الفاظ یوں ہیں:

حدثنی عبد الله بن ابی نجیح عن مجاهد بن جبیر ابی الحجاج قال كان من نعمة الله علی علیّ ابن ابی طالب رضی الله عنه مما صنع الله تعالیٰ له واراده به من الخیر ان قریشا اصابتهم ازمة شدیدة وكان ابوطالب ذا عیال كثیر فقال رسول الله ﷺ للعباس عمه وكان من ایسر بنی هاشم یا عباس ان اخاك ابا طالب كثیر العیال وقد اصاب الناس ما تری من هذه الامة فانطلق بنا الیه فلنخفف عنه من عیاله آخذ من بنیه رجلا وتاخذ انت رجلا فنكلّهما عنه ' قال العباس نعم فانطلقا حتی اتیا الی ابی طالب فقالا له انا نرید ان تخفف عنك من عیالك حتی ینكشف عن الناس ما هم فیه فقال لهما ابوطالب اذا تركتما لی عقیلا فاصنعا ما شئتما فاخذ رسول الله علیًا فضمه الیه واخذ العباس جعفرا فضمه الیه فلم یزل علی رضی الله عنه مع رسول لله ﷺ

مجاہد بن جبیر ابو الحجاج فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی کی اور بھلائی کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور ابو طالب کی اولاد بہت تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس کو فرمایا: وہ بنی ہاشم کے بڑے مال داروں میں سے تھے، اے عباس! بیشک آپ کے بھائی ابو طالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر جو مشکل آئی ہوئی ہے وہ تم دیکھ رہے ہو، ہمارے ساتھ چلو کہ ہم ان کے پاس جائیں، ہم ان سے ان کی اولاد کا بوجھ ہلکا کریں ان کے بیٹوں میں سے ایک میں لے لوں اور ایک تم لے لو ان کا بوجھ ہم برداشت کریں، عباس نے کہا: ٹھیک ہے تو دونوں چلے یہاں تک کہ ابو طالب کے پاس آگئے تو دونوں نے انھیں کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم سے تمہاری اولاد کا بوجھ ہلکا کریں اسی وقت تک کہ لوگ جس سختی میں مبتلاء ہیں وہ ان سے دور ہو جائے تو ابو طالب نے ان

حتی بعثه الله تبارك وتعالیٰ نبیا فاتبعه علیّ وآمن به علیّ وصدّقه ولم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم واستغنی عنه انتھی"

(السیرۃ النبوۃ الابن ھشام الجزء الاول والثانی ص ۲۴۶ دار ابن کثیر بیروت)

دونوں کو کہا: عقیل کو تم میرے پاس چھوڑ دو باقی جو تم چاہتے ہو کرو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو لے کر اپنے سینے سے لگالیا اور عباس نے جعفر کو لے کر اپنے ساتھ ملالیا، علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا (یعنی اعلان نبوت کی اجازت دی) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی تابعداری کی آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی، جعفر عباس کے پاس ہی رہے یہاں تک کہ ایمان لا کر بے پرواہ ہو گئے۔

## نعمت حضرت بتول سے مکمل ہوئی:

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر کے ان کو نعمت عظمی سے نوازا۔

## حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کرتے تھے:

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بہت ظاہر اور واضح ہے:

"اخرج الامام احمد والبخاری عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال انه لیس من الناس احد امنّ علیّ فی نفسه وماله من ابی بکر بن ابی قحافة ولو کنت متخذا من الناس خلیلا لاتخذتُ ابابکر خلیلا

امام احمد اور بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان و مال میں مجھ پر زیادہ احسان ہو سوائے ابو بکر بن ابی قحافہ کے، اگر لوگوں

ولکن خلة الاسلام افضل سدوا عنی کل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بکر"

میں سے کسی کو میں خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلامی خلت اور محبت افضل ہے اس مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ ج 1 باب الخوخۃ الممر فی المسجد مسند احمد بن حنبل عن ابی ابن عباس)

"واخرج الترمذی عن ابی هریرة عن النبی ﷺ ما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناه ماخلا ابابکر فان له عندنا یدا یکافیه الله بها یوم القیامة وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا الا وان صاحبکم (ای محمد ﷺ) خلیل الله"

ترمذی نے اپنی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی شخص ہم پر احسان نہیں مگر یہ کہ ہم نے اس کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے بیشک ان کا ہم پر وہ احسان ہے کہ اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن عطاء فرمائے گا اور نہیں نفع دیا مجھے کسی کے مال نے ہرگز اتنا جتنا مجھے ابوبکر کے مال نے نفع دیا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا خبردار بیشک تمہارے صاحب محمد ﷺ اللہ کے دوست ہیں۔

(ترمذی، ج 2 ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

"واخرج ایضا عن علی رضی الله عنه عن النبی ﷺ رحم الله تعالیٰ ابابکر زوّجنی ابنته وحملنی الی دار الهجرة واعتق بلالا من ماله"

ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رحم کرے اللہ تعالیٰ ابوبکر پر کہ مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور مجھے دارِ ہجرت (مدینہ طیبہ) تک پہنچایا اور آزاد کیا بلال کو اپنے مال سے خرید کر"

(ترمذی ج 2 ابواب المناقب)

و اخرج الامام احمد و ابن ماجة عن ابی

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ

هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر فبکی ابوبکر وقال هل انا ومالی الا لك یا رسول الله"

(سنن ابن ماجه باب فضل ابی بکر الصدیق ومسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ)

رضی اللہ عنہ کی روایت کوذکر فرمایا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابوبکر نے مجھے دیا تو ابوبکر رو دیئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔

واخرج الطبرانی عن ابی عباس رضی الله عنه عن النبی ﷺ ما احد اعظم عندی یدا من ابی ابکر و اسانی بنفسه وماله وانکحنی ابنته"

(المعجم الکبیر حدیث 11461 المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ج11 ص191)

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھ پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں انہوں نے اپنی جان اور اپنے مال سے میری امداد کی اور نکاح کیا مجھ سے اپنی بیٹی کا۔

واخرج ابویعلی من حدیث ام المؤمنین الصدیقة رضی الله عنهامر فوعا مثل حدیث ابن ماجة عن ابی هریرة قال ابن حجر قال ابن کثیر مروی ایضا من حدیث علی و ابن عباس وجا بر بن عبد الله وابی سعید الخدری رضی الله عنهم واخرجه الخطیب عن ابن المسیب مرسلا و زاد وکان ﷺ یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسه واخرج ابن عسا کرمن طرق عن عائشة وعروة ان ابابکر اسلم یوم اسلم له اربعون

اور ابویعلی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ابن ماجہ کی حدیث کی طرح (ان الفاظ سے ہی) ذکر کی جو حضرت ابوہریرہ سے ابن ماجہ نے روایت کی اور ابن حجر نے فرمایا کہ ابن کثیر کا قول یہ ہے کہ یہ حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبداللہ وابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا: رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر کے مال سے قرض ادا کرتے جیسے اپنے مال سے قرض ادا کرتے

الف دینار وفی لفظ اربعون الف درهم فانفقها علی رسول اللہ ﷺ"

(یا) رسول اللہ ﷺ وہی فیصلہ (تصرف) فرماتے ہیں جو اپنے مال میں تصرف فرماتے۔ ابن عسا کرنے متعدد سندوں حضرت عائشہ اور حضرت عروہ سے روایت کی کہ بیشک حضرت ابو بکر نے جس دن اسلام قبول کیا اس دن آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے اور ایک روایت کے مطابق چالیس ہزار درہم تھے وہ سب رسول ﷺ پر خرچ کر دیئے۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا:

اسی مضمون کی حدیث ابن عدی نے بھی ذکر کی ہے:

"عن انس قال رسول اللہ ﷺ لابی بکر ما اطیب مالك منه بلال مودنی وناقتی التی هاجرت علیها وزوجتنی ابنتك وو استنی بنفسك ومالك کانی انظر الیك علی باب الجنة شفع لامتی"

(ترجمہ ابانی بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ج ۱ ص ۳۷۵)

"ابن عدی نے مکمل اسناد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی: رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر سے فرمایا: تمہارا مال کتنا ستھرا ہے کہ اسی سے میرا مؤذن بلال (خریدا گیا) ہے اور اسی سے میری اونٹنی ہے جس پر (سوار ہو کر) میں نے ہجرت کی، اور تم نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں جنت کے دروازے پر کھڑے ہو میری امت کی شفاعت کر رہے ہو۔

(ماخوذ از فتاوی رضویہ ج28 ص515 تا 521)

## دونوں آیات سے نتیجہ یہ نکلا حضرت ابو بکر سب سے افضل ہیں:

آیئے! راقم کے اس عنوان کی تفصیل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں دیکھئے:

"فنقول وصف اللہ سبحانہ وتعالیٰ الصدیق بانہ اتقی ووصف الاتقی بانہ اکرام انتجت المقدمتان ان الصدیق اکرم عند اللہ"

ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کا وصف بیان کیا وہ اتقی (سب سے بڑے پرہیزگار) ہیں اور اتقی کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ صدیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص530)

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی دلیل کا انداز احادیث سے مستنبط ہے:

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ کل مسکر خمر وکل خمر حرام ومن شرب الخمر فی الدنیا فمات وھو یدمنھا لم یتب لم یشربھا فی الآخرۃ"

(رواہ مسلم ومشکوۃ باب بیان الخمر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے جس نے خمر (شراب) دنیا میں پیا تو اس کی موت شراب پینے کی عادت پر ہی آگئی اس نے توبہ نہ کی تو وہ آخرت میں اسے نہیں پیئے گا۔

یعنی پہلے دونوں مقدموں سے نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ نشہ دینے والی چیز حرام ہے اگر حرام کو جائز سمجھا تو جنت میں داخل ہی نہیں ہوگا کیونکہ حرام کو حلال ٹھہرانے والا کافر ہوتا ہے اور اگر جائز نہ سمجھا اور بالآخر جنت میں داخل ہوگا لیکن شرابِ طہور کی نعمت سے محروم ہوگا۔ راقم کی بیان کردہ دونوں شقوں کو لمعات کی اس عبارت میں دیکھئے۔

قولہ علیہ السلام لم یشربھا فی الآخرۃ اما کنایۃ عن عدم دخول الجنۃ او المراد حرمانہ من ھذہ النعمۃ" (لمعات)

ابوداؤد شریف کی حدیث میں ''کل مسکر حرام'' الفاظ مبارکہ بھی مسلم کی حدیث کے نتیجہ کی طرف دلالت کررہے ہیں۔ (مشکوۃ حوالہ مذکورہ)

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من اقتبس بابا من علم النجوم لغیر ما ذکر اللہ فقد اقتبس شعبة من السحر المنجم کاھن والکاھن ساحر والساحر کافر"

(رواہ زرین مشکوۃ باب الکھانہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے علم نجوم سے کچھ حصہ حاصل کیا سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کرلیا نجومی کاہن ہے اور ساحر ہے اور ساحر کافر ہے۔

پہلے دو مقدمات ''المنجم کاھن'' اور ''الکاھن ساحر'' سے نتیجہ واضح ہے ''المنجم ساحر'' اس کے ساتھ ایک اور مقدمہ ملایا ''والساحر کافر'' تو نتیجہ واضح ہوجاتا ہے ''المنجم کافر''۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ فجاء تہ امرأۃ فقالت: انہ بلغنی انک لعنت کیت وکیت فقال مالی لا العن من لعن رسول اللہ ﷺ ومن ھو فی کتاب اللہ فقالت لقد قرأت ما بین اللوحین فما وجدت فیہ ما تقول قال لئن کنت قرأتیہ لقد وجدتیہ ما قرأت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا قالت بلی قال فانہ قد نھی عنہ "

(بخاری ومسلم مشکوۃ باب الترجل)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہے جسم میں سوئی سے رنگ بھرنے اور بھروانے والیوں پر اور چہرے سے بال نوچنے والیوں پر اور دانتوں میں جھری بنانے والیوں پر حسن کیلئے یہ اللہ کی تخلیق کو بدلنے والی ہیں تو ایک عورت ان کے پاس آئی اس نے کہا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم نے اس طرح لعنت کی ہے، تو آپ نے فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں لعنت نہ کروں ان پر جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور وہ قرآن میں موجود ہے تو اس سے عورت نے کہا: میں نے

دو تختیوں کے درمیان سارا قرآن پڑھا میں نے (لعنت کو) کہیں نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم نے (غور سے) پڑھا ہوتا تو پالیتی، کیا یہ تم نے نہیں پڑھا جو عطاء کریں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ؟ اس عورت نے کہا: ہاں! یہ تو میں نے پڑھا ہے تو آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منع کیا ہے۔

## صحابی نے کیسے دلیل قائم کی اور نتیجہ نکالا؟

ہاں!! غور کیجئے، بات سمجھ آجائے۔ آیئے!! پہلے ایک اور حدیث کو دیکھئے:

عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الواصلة و المستوصلة والواشمة و المستوشمة"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو بالوں کے ساتھ دوسرے (انسانی) بال ملانی والیوں اور ملوانے والیوں پر اور جسم میں سوئی سے رنگ بھرنے والیوں اور بھروانے والیوں پر۔

(بخاری مسلم باب الرجل مشکوۃ)

اب آپ دیکھئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کس طرح دلیل پکڑی۔ آپ نے فرمایا: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے جس چیز سے رسول اللہ روکیں اس رک جاؤ۔ نہ رکنے والیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی تو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا ذکر قرآن میں آ گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشاد جو پیش کئے یا یہ حدیث جو قریب متصل پیش کی، ان دلائل میں صغریٰ، کبریٰ شکل وغیرہ نہیں بنائے گئے بلکہ ایک چیز سے دوسری پر استدلال کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو مقدمہ پیش کئے اور نتیجہ نکالا گیا۔ قانونِ منطق کے مطابق وہ صحیح ہے یا نہیں، اس کا ذکر بھی ان شاء اللہ آ رہا ہے، مسئلہ نکھر کر واضح ہو جائے گا۔

**سوال مقدر:**

ضمنی طور پر ایک سوال سمجھ آ رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو آیتوں سے جو نتیجہ نکالا اس سے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اکرم ہونا سمجھ آیا افضل ہونا کس طرح ثابت ہے۔

**جواب:**

والا فضل ،والا کرم، والارفع درجة، والا علی مکانة، الفاظ معتورة علی معنی واحد ''افضل اور اکرم اور ارفع درجۃ اور اعلیٰ منزلۃ یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق آتے ہیں لہٰذا افضل مطلق کلی صدیق کیلئے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۳۰)

**اعتراض:**

زبدۃ التحقیق کے ص ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲ پر یہ لکھا گیا:

جس جس نے شان نزول کا سبب حضرت ابو بکر صدیق کو بتایا ہے ان میں سے ہر ایک نے 'اتقی '' بمعنی تقی'' بتایا ہے اس کی وجہ ہے کہ سبب نزول برائے ابو بکر صدیق پر اجماع تسلیم ہو گیا مگر ''الا تقی بمعنی تقی ''یعنی ہر مومن لیا اور اشقی '' بمعنی 'شقی ''یعنی کافر لیا۔'' اتقی '' بمعنی ''تقی '' پر اجماع کیوں نہیں ہو گیا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حقائق پر فیصلے نہیں ہوتے بلکہ اپنی مرضی کے سودے ہیں، جو چاہا فیصلہ کر لیا۔

**یہ اعتراض نیا نہیں، پرانے یاروں کی یاد تازہ کی گئی ہے:**

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں 'لکن المفضلة لهم کلام فیه بثلاثة وجوه نذکرها نردها بحیث لایبقی ولایذر بتوفیق الله العلیٰ الا کبر'

لیکن تفضیلیہ کو اس میں تین وجوہ سے کلام ہے ہم ان وجہوں کو خدائے بزرگ وبرتر کی توفیق کے سہارے ذکر کرتے ہیں اور ان کا ایسا رد کرتے ہیں جو کوئی شبہہ باقی نہ چھوڑے اور کوئی شک نہ رہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۳۰)

تینوں اعتراض آپ دیکھیں گے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ زبدۃ التحقیق میں کوئی نیا کارنامہ انجام نہیں دیا گیا بلکہ پرانے تفضیلی یاروں سے یک جہتی کا مظاہرہ کیا گیا۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ اعتراض کی تقریر فرماتے ہیں:

فنقول الشبھة الاولی ان من المفسرین من فسر الا تقی بالتقی کما فی المعالم والبیضاوی وغیرھما من التفاسیر وغیرھا فسقط الاحتجاج عن اصله "

ہم کہتے ہیں (تفضیلیوں) کا پہلا شبہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اتقی کی تفسیر کی تقی (صفت مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ کہ صرف تقوی سے اتصاف ہے) سے کی جیسا کہ معالم وبیضاوی وغیرہما تفاسیر میں ہے تو استدلال جس کی بنیاد "اتقی" کے اسم تفضیل ہونے پر تھی) جڑ سے اکھڑ پڑا۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص 531-530)

قارئین کرام!! یقیناً آپ کو سمجھ آ گیا ہو گا کہ زبدۃ التحقیق میں اسی اعتراض کو نقل کیا گیا جو پرانے تفضیلیوں نے کیا تھا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تفصیلی طور پر اس کا جواب دیا کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے یہ تو معاملہ قسمت کا ہے۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے پرانے تفضیلیوں کو جواب دیا:

اس جواب کیلئے آپ نے پانچ مقدمات قائم کئے، پانچ مقدمات کو پہلے اختصار سے دیکھئے پھر تفصیل۔

پہلا مقدمہ: عقل ونقل کی کثیر دلیلیں اس پر شاہد ہیں کہ کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی سے پھیرنا بغیر ان وجوہ کے جو مجاز کا تقاضا کرتی ہیں تاویل نہیں بلکہ تفسیر وتبدیل ہے جو جائز نہیں۔

دوسرا مقدمہ: تفاسیر کی ہر بات کو ماننا ضروری نہیں، جب تک اس پر عقلی ونقلی دلیل نہ پائی جائے۔ اگر تفاسیر میں مرجوح، ضعیف اقوال ہوں تو ان کا چھوڑنا ضروری ہے۔

تیسرا مقدمہ: تفاسیر میں کبھی اقوال متعارضہ پائے جاتے ہیں، ان میں جو روشن تر اور قوی ہو صرف وہی لیا جائے گا۔

چوتھا مقدمہ: ''اتقی'' کی تفسیر ''تقی'' سے ابوعبیدہ سے منقول ہے وہ خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا۔

پانچواں مقدمہ: جن مفسرین نے ''اتقی'' کی تفسیر ''اتقی'' سے کی ہے انہوں نے ''اشقی'' کی تفسیر ''شقی'' سے کی ہے، اس کی وضاحت تفصیل میں آرہی ہے۔

## ﴿پانچوں مقدمات کو تفصیل سے دیکھئے﴾

### پہلے مقدمہ کی تفصیل:

عقل ونقل کی کثیر دلیلیں اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنی سے پھیرنا منع ہے، جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو۔ تاویل جو لفظ کو ظاہری معنی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو'' والا لم یکن هذا تاویلا بل تغییرا وتبدیلا '' ورنہ یہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تغییر وتبدیل ہوگا۔

اگر بغیر ضرورت کے الفاظ کو ظاہر معنی سے پھیرنے کا دروازہ کھل جائے تو

نصوص شرعیہ یعنی قرآن وحدیث پر اعتبار اٹھ جائے گا جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ بہت ظاہر ہے اس لئے ہمیں اس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ بعض علماء کرام نے اسے عقائد کی کتب کے متن میں درج کیا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ الفاظ کو بغیر ضرورت کے ظاہر معنی سے پھیرنا منع ہے۔

## بدمذہبوں کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ الفاظ کو ظاہری معانی سے پھیر دیں:

وانه لحقيق به فان قصارى همم المبتدى عن آخرهم انما هو صرف النصوص عن الظواهر و ارتكاب تاويلات فاسدة و احتمالات كاسدة واعذار باردة فوجب علينا حسم مادتها بايجاب حمل النصوص على ما يعطيه ظاهرها الا بضرورة ابدا وهذا ظاهر جدا"

اور یہ مسئلہ اسی کا حقدار ہے کہ الفاظ کو ظاہری معنی سے بغیر ضرورت کے نہ پھیرا جائے اس لئے کہ بدمذہبوں کی ساری کوشش یہی ہے کہ عبارات شرعیہ کو ان کے ظاہری معانی سے پھیر دیں اور فاسد تاویلوں اور کھوٹے احتمالوں اور نہ چلنے والے بہانوں کے مرتکب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقام ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معانی پر رکھنا واجب بتا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں اور یہ بات بہت واضح ہے۔

## حقیقت کو چھوڑ کر مجازی معانی لینے کے مواقع:

### پہلے قانون کو مدنظر رکھیں:

"ومن حكم هذا الباب ان العمل بالحقيقة متى امكن سقط المجاز لان المستعار لايزاحم الاصل"

حقیقت ومجاز کا حکم یہ ہے جب تک حقیقت پر عمل ممکن ہو تو مجازی معنی مانگ کر لیا جاتا ہے، مانگی ہوئی چیز اصل کے برابر نہیں ہوسکتی۔

(۱) کبھی حقیقی معنی چھوڑا جاتا ہے دلالت محل کلام کی وجہ سے، حقیقی معنی لینے سے کذب لازم آئے، جیسے حقیقی معنی لینے سے معصومِ ذات پر گناہ ثابت ہو رہا ہو تو مجازی معنی لینا ضروری ہوگا، اس لئے "عصی آدم ربہ فغوی" اور "لئن اشرکت لیحبطن عملك" جیسے الفاظ کے مجازی معانی لینے ضروری ہوں گے وغیرہ کذلک۔

(۲) دلالت عادت کی وجہ سے حقیقی معنی چھوڑ دیا جائے گا، اسی دلالتِ عادت میں حقیقتِ متعذرہ اور حقیقتِ مہجورہ دونوں ہی داخل ہیں۔

حقیقتِ متعذرہ کی مثال جیسے کوئی کہے "لا آکل من ھذہ النخلۃ" میں اس کھجور کے درخت سے نہیں کھاؤں گا تو اس سے مراد کھجور کا درخت نہیں بلکہ اس کا پھل یا قیمت مراد ہے کیونکہ حقیقی معنی عقل و عادت میں متعذر ہے بلکہ واقع میں بھی متعذر ہے۔

حقیقت مہجورہ جو متعذر تو نہ ہو لیکن اسے عادت کے مطابق چھوڑ دیا گیا ہو یا شرعاً چھوڑ دیا گیا ہو۔ عادتِ مہجورہ کی مثال جس طرح کوئی شخص کہے "لا اضع قدمی فی دار فلان" میں فلاں کے گھر اپنا قدم نہیں رکھوں گا۔ اس کا مجازی معنی لیا جائے گا میں فلاں کے گھر داخل نہیں ہوگا، اگرچہ صرف جوتوں کے بغیر ننگا قدم رکھنا اور خود باہر بیٹھنا ممکن تو ہے لیکن عادۃً اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔

شرعاً مہجور کی مثال جس طرح کوئی شخص اپنے جھگڑے میں وکیل بنائے تو اس کا حقیقی معنی تو یہ ہے کہ اپنے مؤکل کی وہ طرف داری کرے، دوسرے کی ہر بات کا انکار کرتا رہے لیکن شرعاً اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ مجازی معنی لیا جائے گا بلکہ مراد صرف جواب دینا ہے اور حق بات کو تسلیم کر لینا اور باطل کا انکار کرنا۔

(۳) "بدلالۃ معنی یرجع الی المتکلم کما فی یمین الفور" تیسری وجہ حقیقی معنی کو چھوڑنے کی معنی کی دلالت ہے جو متکلم کی طرف لوٹتی ہے جیسے

حالت غضب میں عورت گھر سے نکلنا چاہتی ہے اور مرد کہتا ہے: ''ان خرجتِ فانتِ طالق'' اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ وہ اسی حالت غضب میں نکلی تو طلاق ہوگی، غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد نکلی تو طلاق نہیں ''ان خرجتِ''، مطلق کو مجازی طور پر فورانِ غضب مقید کر دیا گیا۔

(۴) جہاں حقیقی معنی چھوڑا جاتا ہے ''دلالتِ سیاقِ نظم'' سیاق وسباق دونوں ہی مراد ہیں یعنی اس لفظ سے یا بعد میں ایسے الفاظ ہوں جس سے پتہ چل جائے کہ اس کا حقیقی معنی مراد نہیں، جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد ''فمن شآء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا'' جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے تیار کر رکھا ہے ظالموں کیلئے آگ کو۔

یہاں بظاہر سمجھ آرہا تھا کہ کفر کی اجازت دی گئی بلکہ حکم دیا لیکن بعد والے مضمون سے پتہ چلا کہ کفر کی اجازت نہیں بلکہ وعید ہے کہ ہم نے تمہیں اختیار دیا ہے تم اپنے اختیار سے کفر کرنا چاہو تو کرو لیکن جہنم کا ایندھن بنو گے۔

(۵) ''بدلالة اللفظ فی نفسه'' لفظ کا ماخذ اشتقاق اور مادہ (حروف) دلالت کرے کہ یہاں حقیقی معنی نہیں لیا گیا بلکہ مجازی معنی لیا گیا ہے جس طرح کوئی آدمی قسم اٹھائے ''لا آکل لحما'' میں گوشت نہیں کھاؤں گا تو اس لفظ سے مچھلی کا گوشت کھانے سے حانث نہیں ہوگا کیونکہ ''لحم'' اپنے حقیقی معنی کے لحاظ پر متولد من الدم پر بولتے ہیں۔ ''لحم سمك'' پر مجازی طور پر لحم کا اطلاق ہے کیونکہ مچھلی میں خون نہیں۔ (حسامی مع نامی)

## اس تفصیل کے بعد واضح ہوا:

کہ ''اتقی'' اسم تفضیل ہے، اس کا حقیقی معنی ہے ''سب سے بڑا پرہیز گار'' اس کا معنی ''تقی'' (پرہیز گار) کرنا حقیقت سے بغیر ضرورت پھیرنا ہے جو درست نہیں۔

## دوسرے مقدمہ کی تفصیل دیکھئے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس میں بہت مبسوط بحث کی ہے لیکن راقم اختصار سے ذکر کر رہا ہے۔

## تفاسیر کی ہر بات کو قبول کرنا ضروری نہیں:

لیس کل ما یذکر فی التفاسیر المتداولة واجب القبول وان لم یساعده معقول ویؤیده منقول والوجه فی ذلك ان التفسیر المرفوع وهو الذی لا محیص عن قبوله ابدا ندر یسیر جدا لایبلغ المجموع جزءا او جزئین "

بہت سی متداول تفسیروں (ہاتھ بہاتھ چلنے والی تفاسیر) میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جسے قبول کرنا ضروری ہو، اگر چہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی تائید کر رہی ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشک تفسیر مرفوع جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہو) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جزء بلکہ ایک جزء کو بھی نہیں پہنچتا۔

## علم تفسیر مشکل اور کم ہے:

قال الامام الجوینی التفسیر عسیر یسیر اما عسره فظاهر من وجوه اظهرها انه کلام متکلم لم یصل الناس الی مراده بالسماع منه، ولا امکان للوصول الیه بخلاف الامثال والاشعار ونحوها فان الانسان لا یمکن علمه منه اذا تکلم بان یسمع منه او ممن سمع منه واما القرآن فتفسیره علی وجه القطع لا یعلم الا بان

امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم تفسیر مشکل اور کم ہے اس کا مشکل ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے ان میں روشن تر وجہ یہ ہے کہ وہ اسے متکلم (عزوجل) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف پہنچنے کا امکان ہے بخلاف امثال واشعار کے اور ان جیسی اور باتوں کے انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے

يسمع من الرسول ﷺ وذلك متعذر الا في آيات متعددة قلائل فالعلم بالمراد يستنبط بامارات ودلائل والحكمة فيه ان الله تعالىٰ اراد ان يتفكر عبادة في كتابه فلم يامر نبيه ﷺ بالتنصيص على المراد في جميع آياته "اھ

(الاتقان بحوالہ الجوینی فصل الحاجۃ الی التفسیر ج 2 ص 74 سہیل اکیڈمی لاہور)

جب وہ بولے تو سننے والا خود اس سے سنے یا جس نے اس سے سنا ہے یہ اس سے سن لے لیکن قرآن پاک کی قطعی طور پر تفسیر تو سوائے رسول اللہ ﷺ سے سنے معلوم نہیں ہوگی اور (وہ جو رسول اللہ ﷺ سے سنا گیا) وہ تو متعذر (مشکل) ہے سوائے چند آیات کے تو اللہ تعالیٰ کی مراد کا علم حاصل ہوتا ہے علامات اور دلائل سے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کے بندے اسکی کتاب میں غور وفکر کریں اس لئے اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور بتانے کا حکم نہ دیا۔

## صحابہ اور تابعین کے بعد کثیر اقوال سے حق اور ناحق مل جل گیا:

(۱) وقال الامام الزركشي في البرهان للناظر في القرآن لطلب التفسير ماخذ كثيرة امهاتها اربعة الاول النقل عن رسول الله ﷺ وهذا هو الطراز الاول لكن يجب الحذر من الضعيف فيه والموضوع فانه كثير

البرہان فی علوم القرآن فصل فی امہات ماخذ التفسیر ج2 ص256)

امام زرکشی نے البرہان فی علوم القرآن میں فرمایا: جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کیلئے نظر کرتا ہے اس کیلئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں: اول وہ تفسیر جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو اور یہی نمایاں طریقہ ہے لیکن اس میں ضعیف اور موضوع سے بچنا واجب ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف وموضوع) زیادہ ہیں۔

(۲) قال الامام السيوطي الذي صح

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح اس میں

مـن ذلك قـلـيـل جدا بل اصل الموضوع منـه فـي غـايـة القلة و كذلك المأثور عن الـصـحـابة الكرام والتابعين لهم باحسان قـلائـل لهـذه الـطـوامـيـر الكبر والاقاويل الذاهبة شذر مذر فيها لا خير ولا اثر وانما حـديـث بـعـدهـم لمـا كثـر ت الاراء و تـجاذبت الا هواء قام كل لغوى ونحوى و بيانـي و كـل مـن له ممارسة بشيء من انواع علوم القرآن يفسر الكلام العزيز بما سـمـح بـه فـكـره وادى اليه نظره ثم جاء الـنـاس مهر عين ويجمع الاقوال مولعين فنقلوا ما وجدوا و قليلا ما نقدوا فعن هذا جـاء ت كثـر الاقـاويل اختلاط الصواب بالاباطيل "

(الاتقان النوع الثامن والسبعون)

بہت کم ہیں اور موضوع کی بھی، کوئی اصل ملے وہ تو انتہائی قلیل ہیں اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکوکار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان کے اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کیلئے کوئی حدیث یا صحابی وتابعی کا قول نہیں یہ اقوال تو صحابہ اور تابعین کے بعد ظاہر ہوئے جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں کشاکش ہوئی تو ہولغوی، ہر نحوی اور ہر عالمِ بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی ممارست تھی اس کلام سے کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی، پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے شائق ہوئے تو جوانہوں نے پایا اسے نقل کر دیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحق سے آمیزش ہوئی۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص532 تا534)

## بعض مفسرین کی غلطی کی دو وجہ سے ایک وجہ پائی جاتی ہے:

احـدهـمـا قـوم اعتـقـدوا معانى ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن عليها و الثاني قوم

ان دو وجہ میں سے پہلی وجہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرایا لیا پھر

فسروا القرآن بمجرد ما يسوغ ان يريده من كان من الناطقين بلغة العرب من غير نظر الى المتكلم بالقرآن والمنزل عليه و المخاطب به فالاولون راعوا المعنى الذى رأوه من غير نظر الى ما يستحقه الفاظ القرآن من الدلالة والبيان و الآخرون راعوا مجرد اللفظ وما يجوز ان يريد به العربى من غير نظم الى ما يصلح للمتكلم وسياق الكلام "

(الاتقان النوع الثامن والسبعون ج2)

انہوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے والے کی مراد ہو سکتے ہیں انہوں نے قرآن کے متکلم اللہ تعالیٰ اور جس پر اترا اور جو اس کا مخاطب ہے......کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا، انہوں نے قرآن کے الفاظ کی دلالت اور بیان جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کو نظر انداز کر دیا اور دوسروں نے صرف لفظ اور جو عربی کی مراد ہو سکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے کہ متکلم کے شایان کیا ہے اور سیاقِ کلام کیا ہے۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص534)

## ثعلبی، واحدی اور زمخشری کے متعلق:

وفى مجمع البحار عن رسالة ابن تيميه و فى التفسير من هذه الموضوعات كثيرة كما يرويه الثعلبى والواحدى و الزمخشرى فى فضل السور والثعلبى فى نفسه كان ذا خير ودين لكن كان حاطب ليل ينقل ما وجد فى كتب التفسير من صحيح وضعيف و موضوع

مجمع البحار میں ابن تیمیہ کے رسالہ سے منقول ہے اور تفسیر میں ان موضوعات سے بہت ہے جیسے وہ حدیثیں جو ثعلبی اور واحدی اور زمخشری سورتوں کی فضیلت میں روایت کرتے ہیں اور ثعلبی اپنی صفات میں صاحب خیر و دیانت تھے، لیکن رات کے لکڑ ہارے کی طرح تھے کہ تفسیر کی کتابوں میں صحیح

والواحدی صاحبه کان ابصر منه بالعربیة لکن هو ابعد عن اتباع السلف "

مجمع البحار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبهم مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورۃ ج5 ص231)

ضعیف وموضوع جو کچھ پاتے نقل کر دیتے تھے اور ان کے ساتھی واحدی کو عربیت میں ان سے زیادہ بصیرت تھی لیکن وہ سلف کی پیروی سے بہت دور تھا۔ (زمخشری معتزلی تھا اس کا معتزلی ہونا بہت مشہور ہے)

## علامہ بغوی کی تفسیر کے متعلق:

قد یذکر محی السنة البغوی فی تفسیره من المعانی والحکایات ما اتفقت کلمة المتأخرین علی ضعفه بل علی وضعه "
(مجمع البحار حوالہ مذکورہ)

کبھی محی السنۃ علامہ بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں وہ معانی اور حکایات بیان کرتے ہیں جن سے علماء متاخرین کا ان کے ضعیف ہونے بلکہ ان کے موضوع ہونے پر اتفاق ہوتا ہے۔
(فتاوی رضویہ ج28 ص538)

## چند راویوں کے ضعف کو مدنظر رکھا جائے:

جویبر کی روایت ضحاک سے اور ضحاک کی روایت ابن عباس سے ہو تو وہ ضعیف ہوگی "لان جویبرا شدید الضعف متروك" اس لئے کہ جویبر شدید الضعف اور متروک ہے۔ (الاتقان النوع الثمانون)

و اوهی طرقه طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلك روایة محمد بن مروان السدی الصغیر فهی سلسلة الکذب و کثیرا ما یخرج منها الثعلبی والواحدی ولکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحة وخاصة عن ابی صالح وهو معروف

روایت میں بہت کمزور ضعیف سند کا طریقہ یہ ہے کہ کلبی کی روایت ابو صالح سے ہو اور ابو صالح کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہو اور اگر اس کے ساتھ روایت محمد بن مروان سدی صغیر کی مل جائے تو یہ جھوٹ کا سلسلہ ہے اور بہت روایات ثعلبی اور واحدی نے سدی صغیر سند سے بیان کی ہیں۔ البتہ ابن عدی نے

بالتفسير وليس لاحد تفسيرا طول منه ولا اشبع"

کامل میں یہ بیان کیا ہے کلبی کی روایات قابل قبول ہیں اور خصوصا ابوصالح کی روایت سے وہ تفسیر کی وجہ سے معروف ہیں اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں۔

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 539,540 الاتقان المبحث الثمانون)

## سدی دو ہیں: ایک صغیر اور ایک کبیر:

و قال الحاكم السدی شیعی یسب الشیخین اه وقد ذكروا ان السدی شخصان كبير وهى سنی وصغير وهو رافضی"

حاکم نے کہا: سدی شیعہ ہے کیونکہ وہ شیخین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتا ہے۔ علماء نے ذکر کیا کہ سدی دو شخص ہیں: ایک کبیر اور ایک صغیر، کبیر سنی ہیں اور صغیر شیعہ ہے۔

(مرقاۃ ج 11 ص 387)

## بعض تفاسیر میں ایسی باتیں درج ہو گئیں جن کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں:

بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں وہ باتیں نقل کیں جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دل انہیں ناپسند کرتے ہیں اور کان انہیں پھینکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیائے کرام اور ملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو ثابت رکھا گیا ہے جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہو جاتی ہے یا ختم ہی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آدم وحوا علیہما السلام اور یا وداؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام اور ان کی کرسی پر پڑے ہوئے جسم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے دوران شیطان کے القاء اور غرانیق علی کے واقعات اور ہاروت وماروت اور بابل کے ماجرا کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے "فبا الله التعوذ واليه المشتكى "اللہ کی پناہ اور اسی سے ان کی شکایت ہے۔

## صحابہ کرام کے اختلاف بیان کرنے سے جہلاء، گمراہ اور گمراہ کرنے والے بن گئے:

واقعات سیرت اور غزوات بیان کرنے والے مصنفین نے صحابہ کے اختلافات کو بیان کرتے ہوئے بہت باتیں دین کے مخالف ذکر کردیں اور ایمان کو کمزور کرنے والی باتوں کو انہوں نے شامل کرلیا۔ زیادہ فساد اس سے بڑھا کہ جن لوگوں کو نہ علم تھا اور نہ ہی انھیں عقل تھی ان کے پاس صحابہ کرام کے اختلافات کے واقعات جب آگئے تو وہ خود بھی گمراہ ہوگئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیا۔

## علمائے اہل سنت نے دونوں فریقوں کی غلطیوں پر مطلع کیا:

جن لوگوں نے انبیائے کرام کی شان کے خلاف واقعات بیان کئے یا صحابہ کرام کی شان میں ایسے واقعات بیان کئے جن سے دین وایمان ضائع ہونے لگا اور گمراہی پھیلنے لگی، ان دونوں فرقوں کی غلطیوں پر تنبیہ کی گئی، ان کے عیب کھولے گئے۔

یہ عظیم کارنامہ اہل سنت کے علماء قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں، علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں، علامہ قسطلانی نے مواہب میں، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت میں اور کئی علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کر کے سرانجام دیا، فجزاہم اللہ خیراً۔

## حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریا کا واقعہ جو مفسرین نے لکھا:

حالانکہ وہ قول باطل اور مردود ہے جسے بیان کیا گیا۔ جن آیات کے تحت لکھا گیا، پہلے ان آیات اور تراجم کو دیکھئے:

| | |
|---|---|
| وَهَلْ اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى | ''کیا تمہیں اس دعوی والوں کی خبر نہ آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد کی مسجد میں آئے ۔جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے |

بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ O إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ O قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ O فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ O

(پ۲۳، سورۃ ص، آیہ ۲۱ تا ۲۵)

گھبرا گیا، انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں سچا فیصلہ فرما دیجئے اور خلاف حق نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتایئے۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی۔ اب یہ کہتا ہے وہ مجھے حوالے کر دے اور بات میں مجھ پر زور ڈالتا ہے۔ داؤد نے فرمایا: بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بے شک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔ تو ہم نے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

(کنز الایمان)

OOOOO

جلالین میں علامہ محلّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ھل اتاك نبؤا الخصم" کیا کوئی ہے آپ کے پاس خبر جھگڑا کرنے والوں کی۔ جب وہ دیوار کود کر (داؤد کی) مسجد میں داخل ہو گئے۔ (ھل) معنی الاستفھام ھنا التعجیب والتشویق الی استماع مابعدہ ہل استفہامیہ اس مقام میں تعجب اور شوق دلانے کیلئے ہے مابعد کے واقعہ کو سننے کیلئے (اتاك) میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، نبؤا الخصم جھگڑا کرنے والوں کی خبر اور قصہ اذ تسوّروا المحراب جب وہ دیوار پھاند کر داؤد کی مسجد میں داخل ہو گئے۔ محراب کا معنی مسجد ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے۔ ای محراب داؤد ای مسجدہ حیث منعوا الدخول علیه من الباب لشغله بالعبادۃ حضرت داؤد علیہ السلام جب علیحدہ عبادت میں مشغول ہوتے تو مسجد کے دروازے بند کر دیئے جاتے تا کہ دروازہ سے کوئی داخل نہ ہو۔ اذ دخلوا علی داؤد ففزع منھم قالوا لاتخف جب وہ داخل ہوئے داؤد پر تو وہ گھبرا گئے ان سے۔ انہوں نے کہا: ڈریئے نہیں! خصمان بغی بعضنا علی بعض فاحکم بیننا بالحق: ہم دو فریق ہیں زیادتی کی ہمارے بعض نے بعض پر تو آپ فیصلہ فرمادیں ہمارے درمیان حق سے ولا تشطط واھدنا الی سواء الصراط اور ناحق فیصلہ نہ کریں اور ہدایت دیں ہمیں سیدھی راہ کی۔

"خصمان" سے پہلے مفسر رحمۃ اللہ علیہ "نحن" ضمیر مقدر نکالی ہے اور "خصمان" کے متعلق بیان فرمایا "فریقان لیطابق ما قبله من ضمیر الجمع" کہ یہاں "خصمان" کا معنی دو فریق ہیں کیونکہ فریق جمع کے معنی کو مشتمل ہوتا ہے۔

اس طرح "تسوروا" میں ضمیر جمع کے مطابق "خصمان" ہو جائے گا۔"

وقیل اثنان والضمیر بمعناھما والخصم یطلق علی الواحد واکثر "بعض حضرات نے کہا کہ "خصمان" کا معنی تو دو خصم ہیں۔ البتہ "تسوروا" میں جمع کی

ضمیر تثنیہ کے حکم میں ہے کیونکہ ایک کے اوپر جمع کا اطلاق ہوتا رہتا ہے اور خصم کا لفظ بھی ایک اور زیادہ پر بولا جاتا ہے۔

راقم کے نزدیک ''تسوروا'' کی ضمیر جمع کی ہی ہے اور ''خصمان'' دو خصم ہوں اور ایک سے اوپر جمع والا معنیٰ لیا جائے اور خصم چونکہ ایک سے زائد پر بھی بولا جاتا ہے معنیٰ صرف اتنا کرلیا جائے ''ہم جھگڑا کرنے والے لوگ ہیں'' تب بھی مطلب درست ہوسکتا ہے۔ تاہم دو فریق معنیٰ کرنے میں زیادہ آسانی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطابق ترجمہ کیا ہے جو زیادہ تکلفات سے خالی ہے۔

وهما ملكان جاءا في صورة خصمين وقع لهما ما ذكر على سبيل الفرض لتنبيه داود عليه السلام على ما وقع منه وكان له تسع و تسعون امرأة شخص ليس له غيرها و تزوجها و دخل بها

حضرت داوٗد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر دو شخص آپ سے کلام کرنے والے فرشتے تھے جو انسانی شکل میں آئے تھے انہوں نے جو اپنا واقعہ بیان کیا وہ فرضی تھا جس کا ذکر آنے والی آیۃ میں آرہا ہے۔ کیونکہ فرشتے معصوم ہیں۔ ان کا جھگڑا کرنا اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنا ممکن نہیں۔

ان کا داوٗد علیہ السلام سے سوال کرنا درحقیقت ان کو تنبیہ کرنی مقصود تھی جو ان سے فعل واقع ہوا تھا۔ وہ یہ تھا کہ آپ کی ننانوے عورتیں (زوجات) تھیں اور ایک شخص جس کا نام ''اوریا'' تھا۔ اس کی صرف ایک زوجہ تھی اس کے علاوہ کوئی اور نہ تھی۔ آپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ تو اسے طلاق دے دے۔ اس نے شرم کے مارے طلاق دے دی۔ آپ نے اس سے نکاح کرلیا اور جماع کیا۔

ولا تشطط تجر و اهدنا ارشدنا الى سواء الصراط وسط الطريق الصواب

''ولا تشطط'' کا معنیٰ ''لا تجر'' بیان کیا ہے۔ یہ ''جار یجور جورا'' سے ''لا تجر'' مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے لیا۔ مطلب یہ ہے کہ فیصلہ میں زیادتی نہ کریں اور ہمیں ہدایت دیں۔ یعنی

ہماری راہنمائی کریں درمیانی راہ کی جو سیدھی راہ ہو۔

"ان ھذا اخی لہ تسع و تسعون نعجۃ" بیشک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دُنبیاں ہیں۔ یہاں استعارہ پایا گیا ہے عورت کو دُنبی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ولی نعجۃ واحدۃ فقال اکفلنیھا وعزنی فی الخطاب اور میری ایک دُنبی ہے تو اس نے کہا وہ میرے حوالے کردے اور یہ اپنے حکم میں مجھ پر غالب آ گیا۔

"اکفلنیھا" کا معنی یہ ہے مجھے اس کا کفیل (ذمہ دار) بنادے لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ اس نے کہا: وہ ایک دنبی تو اپنی میرے سپرد کردے۔"وعزنی" کا معنی ہے"غلبنی" اور مجھ پر یہ غالب آ گیا" فی الخطاب" اپنے خطاب میں یعنی اپنے حکم میں اور اپنے جھگڑے میں۔

مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے" فی الخطاب" کا معنیٰ" فی الجدال" کیا ہے۔اس کے بعد داوٗد علیہ السلام کا فیصلہ آ رہا ہے۔اس سے پہلے ضمناً سوال تھا کہ داوٗد علیہ السلام نے ایک شخص کی بغیر گواہوں کے بات سن کر کیسے فیصلہ دے دیا؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا" و اقرہ الآخر علی ذلك" کہ دوسرے نے اس کے قول کے مطابق اقرار کرلیا تھا۔اس کے بعد آپ نے فیصلہ فرمایا۔

قال لقد ظلمك بسؤال نعجتك الی نعاجه آپ نے فرمایا البتہ تحقیق اس نے ظلم کیا تم پر یہ سوال کر کے کہ تمہاری دُنبی اپنی دُنبیوں سے ملائے۔"الی نعاجه" کا تعلق فعل مقدر سے ہے"لیضمھا" تا کہ ملائے اسے اپنی دنبیوں سے۔

وان کثیرا من الخلطاء لیبغی بعضھم علی بعض الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات وقلیل ما ھم بیشک بہت سے شریکوں میں سے البتہ زیادتی کرتے ہیں ان کے بعض بعض پر مگر وہ جنہوں نے ایمان لایا اور اچھے عمل کئے اور تھوڑے ہیں وہ۔

"الخلطاء ای الشرکاء" یعنی جو اپنے مال دوسروں کے مالوں سے ملا کر

شرکت کرتے ہیں۔" وقلیل " کے بعد لفظ "ما" قلت کی تاکید کیلئے آیا ہوا ہے۔"

فقال الملکان صاعدین فی صورتیھما الی السماء قضی الرجل علی نفسه فتنبه داؤد "تو وہ دونوں فرشتے اپنی اصلی صورتوں سے آسمانوں کی طرف چڑھتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ اس مرد نے اپنے خلاف فیصلہ دے دیا۔ تو داؤد علیہ السلام کو پتہ چل گیا۔

وظن داؤد انما فتناہ اور یقین کرلیا داؤد نے کہ بیشک یہ ہم نے اس کی آزمائش ہی کی تھی۔" وظن ای الیقین "۔ یعنی "ظن" کا معنی یقین کیا (فتناہ) "او قضاہ فی فتنة ای بلیة بمحبة تلك المرأة "یعنی داؤد نے یقین کرلیا کہ بیشک واقع کیا ہم نے اسے اس عورت کی محبت کی آزمائش میں۔ فاستغفر ربه وخرّ راکعا واناب تو معافی طلب کی اپنے رب سے اور گر گیا سجدے میں اور رجوع کیا (رب کی طرف) یہاں (راکعا) کا معنی ہے "ساجدا" سجدے میں گر گئے۔

طلاق دلا کر شادی کرنے کا واقعہ تفسیر ابی السعود میں بھی ذکر ہے لیکن جو انہوں نے توجیہ بیان کی اور اس پر دلیل قائم کی وہ دلیل ان کی درست نہیں۔ توجیہ انہوں نے یہ پیش کی:

طلب امرأة شخص فاستحی الشخص وھو أوریا ان یردہ وطلقھا وکان ذلك جائزا فی الشریعة

داؤد علیہ السلام نے ایک شخص "اوریا" سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس نے شرم کے مارے آپ کی بات کو رد نہ کیا بلکہ طلاق دے دی۔ یہ آپ کی شریعت میں جائز تھا کہ اگر کسی شخص کو دوسرے کی زوجہ پسند آتی تو وہ اسے کہتا تو طلاق دے دے تاکہ میں اس سے شادی کرلوں۔

دلیل اس پر ابو السعود نے اپنی تفسیر میں یہ پیش کی:

وقد کان الانصار فی صدر الاسلام یواسون المهاجرین بمثل ذلك من غیر

کہ انصار صحابہ کرام نے ابتدائے اسلام یعنی ان کے اسلام لانے اور مہاجرین کے مدینہ

نکیر طیبہ میں آنے پر انہوں نے بھائی چارے اور ایثار کے طور پر اگر کسی کی دو زوجہ تھیں اور مہاجر کی زوجہ نہ تھی تو ایک زوجہ کو طلاق دے کر مہاجر بھائی سے نکاح کر دیا اس کا کوئی انکار نہیں کیا گیا۔

لیکن ان کی یہ دلیل درست نہیں کیونکہ انصار صحابہ سے نہ مہاجرین نے مطالبہ کیا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے مطالبہ کیا۔ مطالبہ کر کے طلاق دینا زیادتی ہے اپنی مرضی سے بھائی چارے کے طور پر طلاق دینا ایثار ہے۔

علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ''اوریا'' سے طلاق دلا کر خود اس کی عورت کو اپنے عقد میں لانے کا واقعہ اور توجیہ تفسیر ابی السعود کی طرح ہی بیان کی ہے۔ البتہ جو بعض لوگوں نے بہت ہی حد سے تجاوز کیا تھا ان کا رد کیا۔

و ما یحکی انه بعث مرة بعد مرة اوریّا الی غزوة البلقاء و احب ان یقتل لیتزوجها فلا یلیق من المتسمین بالصلاح من افناء المسلمین فضلا عن بعض اعلام الانبیاء

جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کو کئی مرتبہ بلقاء کی لڑائی میں بھیجا اس خواہش سے کہ یہ قتل ہو جائے اور میں اس کی زوجہ سے شادی کرلوں یہ باطل ہے یہ تو کوئی نیک مسلمان بھی ایسا کام نہیں کر سکتا۔ اللہ کا نبی اس طرح کا کام کیسے کر سکتا ہے۔

وقال علی رضی الله عنه من حدثکم بحدیث داود علیه السلام علی ما یرویه القصاص جلدته مائة وثمانین وهو حدا الفریة علی الانبیاء

(مدارک التنزیل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص تمہیں داؤد علیہ السلام کے متعلق اس طرح بتائے جس طرح قصے بیان کرنے والے بتاتے ہیں تو اسے تم ایک سو اسی کوڑے لگاؤ۔ انبیاءِ کرام پر بہتان لگانے والے کی یہی حد ہے۔

تفسیر مظہری میں بھی: مدارک کی طرح ہی بیان کیا گیا۔ البتہ بعد میں بغوی کی

تفسیر سے آدم علیہ السلام کا اس خطاء پر رونا، لمبا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

## داوٗد علیہ السلام کا واقعہ تین طرح بیان کیا گیا:

﴿۱﴾: ایک قول والوں نے آپ کو گناہ کبیرہ کا مرتکب ٹھہرایا۔

﴿۲﴾: اور دوسرے قول والوں نے آپ کو گناہ صغیرہ کا مرتکب ٹھہرایا۔

﴿۳﴾: اور تیسرا قول وہ ہی جس میں نہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ بلکہ نبی کی عظمتِ شان کے لائق ہے۔

پہلے قول والوں نے کہا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام ایک ''اوریا'' شخص کی عورت پر عاشق ہو گئے، اسے حیلہ و بہانہ سے قتل کرا دیا اور خود اس کی عورت سے شادی کر لی۔ یہ قول مردود و باطل ہے۔ ''ان ھذہ الحکایۃ لو نسبت الی افسق الناس و اشدھم فجورا لاستنکف منھا'' اگر اس طرح کا واقعہ بڑے فاسق و فاجر کی طرف منسوب کیا جائے تو اسے بھی اس سے عار (شرم) محسوس ہو گی اور بڑے سے بڑا خبیث شخص ہو تو اس کی طرف بھی اس قسم کی بات کو منسوب کیا جائے تو وہ بھی اپنی طرف سے مندفع کرے گا۔

## قتل عظیم جرم ہے:

اللہ تعالیٰ کے نبی کے متعلق یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنی خواہشات کیلئے ایک مسلمان کو قتل کرا دیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے:

من سعی فی دم مسلم ولو بشطر کلمۃ جاء یوم القیامۃ مکتوبا بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ

جس نے مسلمان کے خون بہانے میں کوشش کی خواہ ایک کلمہ سے بھی وہ قیامت کے دن آئے گا اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا اللہ کی رحمت سے ناامید۔

اور ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم:

| | |
|---|---|
| قال صلی اللہ علیہ و سلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ | کامل مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ |

یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی کسی مسلمان کو قتل کرانے کی کوشش کرے اور اس کے ہاتھ سے نہ مسلمان کی جان محفوظ ہو اور نہ اس کی زوجہ۔

دوسرا قول یہ تھا کہ ''اوریا'' نے پہلے منگنی کر لی تھی۔ اسے داؤد علیہ السلام نے توڑ کر خود شادی کر لی۔ یہ بھی نبی کی شان کے لائق نہیں کیونکہ ایک مومن بھائی کے خِطبہ پر دوسرے کو خِطبہ کرنے سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور بعض نے کہا کہ ''اوریا'' سے طلاق لے کر آپ نے خود اس سے شادی کر لی تھی اور یہ آپ کی شریعت میں جائز تھا۔ اس قول کے متعلق بھی علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| و ان کان جائزا فی ظاهر الشریعة الا انه لا یلیق به فان حسنات الابرار سیئات المقربین۔ | اگرچہ آپ کی شریعت میں جواز ثابت بھی ہو جائے تب بھی آپ کی شان کے لائق نہ تھا کیونکہ عام نیک لوگوں کی اچھائیاں بھی کبھی مقربین کیلئے بہتر نہیں ہوتیں۔ |
| لم یلزم فی داود علیه السلام الا ترک الا فضل واولی | جواز اور چیز ہے افضلیت اور چیز ہے۔ اگر جواز پر عمل کیا گیا پھر بھی حضرت داؤد علیہ السلام |

نے افضل واولیٰ کو چھوڑ دیا جو نبی کے حق میں گناہ صغیرہ بنتا ہے۔ لہٰذا یہ قول بھی مرجوح ہو گیا۔

## راجح اور صحیح قول یہ ہے:

کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دشمن قوم (کفار) نے طمع کیا کہ آپ کو شہید کر دیں۔ آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کی علیحدگی میں عبادت کرتے تھے۔ آپ علیحدہ عبادت کیلئے دروازے بند کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے۔ دشمن قوم نے موقع کو غنیمت سمجھا وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔ جب وہ داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے عبادت کے مقام کے باہر بہت اور آدمی بھی موجود ہیں تو یہ لوگ ڈر گئے اور جھوٹا واقعہ گھڑا کہ ہم

دونوں فریقوں میں جھگڑا ہے ہم آپ سے فیصلہ کرانے کیلئے آئے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سمجھا شائد مجھے آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔

یہ واقعہ عظمتِ نبی کے مطابق ہے۔ پہلے دونوں واقعات اللہ کے نبی کی شان کے لائق نہیں۔ اب جس کا جی چاہے وہ نبی کی عظمت کے مطابق تفاسیر کی تحقیق کو دل میں بسالے اور جس کا جی چاہے وہ دوسرے دونوں قولوں میں سے کوئی قول لے لے۔

جلالین کے قول کو لے یا کبیر کے قول کو، کسی کے ذہن وضمیر کو کوئی روک تو نہیں سکتا۔ جلالین کا ذکر بار بار آرہا ہے کیونکہ اسی پر "اتقی" کو "تقی" کے معنی میں لینے پر انحصار کیا گیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جن تین واقعات کو ذکر کیا جارہا ہے، ان میں بھی جلالین کو ترجیح دے کر اپنے ایمان کا جنازہ نکالا جائے گا یا دوسری راہ اختیار کی جائے گی۔

راقم نے قرآن پاک کی توضیح وتشریح میں جو طریقہ اختیار کیا ہے، اس میں اپنے ذہن کے مطابق راجح قول کو نقل کیا لیکن کسی تفسیر کے مرجوح قول کو رد کرنے میں کوشش نہیں کی۔

ہاروت و ماروت کا واقعہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر پہلے پارہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔ اب صرف دو واقعات "غرانیقِ علیٰ" کے شیطان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے القاء اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر شیطان جن کا قبضہ ان واقعات کو بیان کیا جارہا ہے، انصاف قارئین کرام پر چھوڑ دیا جائے گا۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام اور کرسی پر پڑے جسم کا واقعہ جو بعض مفسرین نے لکھا:

حالانکہ وہ قول باطل اور مردود ہے جسے ذکر کیا گیا ہے:

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ | اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رجوع لایا۔ عرض کی: اے میرے رب مجھے |

بَعۡدِیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ (سورۃ ص، پ 23)

بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطاء کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی ہے بڑی دین والا۔ (کنزالایمان)

## جلال الدین محلی رحمہ اللہ جلالین میں بیان کرتے ہیں:

ولقد فتنا سليمان ابتليناه بسلب ملكه و ذلك لتزوجه بامرأة هويها و كانت تعبد الصنم في داره من غيره علمه و كان ملكه في خاتمه فنزعه مرة عند ارادة الخلاء و وضعه عند امرأته المسماة بالأمينة على عادته فجاء ها جني في صورة سليمان فاخذه منها والقينا على كرسيه جسدا هو ذلك الجني و هو صخر أو غيره جلس على كرسي سليمان و عكفت عليه الطير و غيرها فخرج سليمان في غير هيئته فرآه على كرسيه و قال للناس انا سليمان فانكروه ثم أناب رجع سليمان الى ملكه بعد أيام بأن وصل الى الخاتم فلبسه وجلس على كرسيه قال رب اغفرلي وهب لي ملكا لا ينبغي لا يكون لأحد من بعدي اى سواى نحو فمن يهديه من بعد الله اى سوى الله انك انت الوهاب (جلالین)

اور تحقیق ہم نے سلیمان کو جانچا یعنی ان کی بادشاہی کو ان سے چھین کر آزمائش میں مبتلاء کر دیا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ آپ نے نکاح کیا ایک عورت سے جس سے آپ محبت کرتے تھے اور وہ آپ کے گھر بت کو پوجا کرتی تھی جس کا آپ کو علم نہیں تھا اور آپ کی بادشاہی آپ کی انگوٹھی میں تھی۔ آپ نے ایک مرتبہ بیت الخلاء میں جانے کیلئے انگوٹھی اتاری اور اسے اپنی عادت کے مطابق اپنی عورت کے پاس رکھا جس کا نام "امینہ" تھا۔ تو اس عورت کے پاس ایک جن سلیمان علیہ السلام کی شکل وصورت میں آیا تو وہ انگوٹھی اس جن نے آپ کی عورت سے لے لی اور جو رب نے کہا ہم نے ڈالا ان کی کرسی پر ایک جسم۔ اس سے مراد وہی جن تھا جس کا نام صخر تھا یا کہ کوئی اور نام وہ سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے اردگرد پرندے جمع ہو گئے۔ سلیمان علیہ السلام اپنی پہلی ہیئت (بادشاہت کی صورت کے غیر حالت) کے

خلاف نکلے تو آپ نے اپنی کرسی پر جن کو دیکھا، تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ میں سلیمان ہوں لیکن لوگوں نے آپ کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (پھر آپ نے رجوع کیا) یعنی کچھ دنوں کے بعد آپ اپنی بادشاہی کی طرف لوٹ آئے کیونکہ آپ کی اپنی انگوٹھی مل گئی تو آپ نے وہ انگوٹھی پہن لی اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے (آپ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور عطاء کر مجھے ایسی سلطنت کہ نہ لائق ہو کسی ایک کو میرے سوا)۔

یہاں "من بعدی" کا معنی ہے "سوای" میرے سوا۔ جیسا کہ فمن یھدیہ من بعد اللہ میں "بعد اللہ" کا معنی ہے "سوی اللہ" (بیشک تو ہی ہے بہت عطاء کرنے والا)

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر پڑا جسم، حدیث پاک کی رو سے دیکھیں:

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سلیمان لاطوفن اللیلۃ علی سبعین امرأۃ کل واحدۃ منھن تاتی بفارس یجاھد فی سبیل اللہ تعالی ولم یقل ان شاء اللہ فطاف علیھن فلم تحمل الا امرأۃ واحدۃ جاء بشق رجل فجیء بہ علی کرسیہ فوضع فی حجرہ فو الذی نفس محمد بیدہ لو قال ان شاء اللہ تعالی لجاھدوا فی سبیل اللہ فرسانا اجمعون و أما ما یروی من حدیث الخاتم و الشیطان وعبارۃ الوثن فی بیت سلیمان فمن اباطیل الیھود

(بخاری و مسلم بحوالہ تفسیر مدارک)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلیمان (علیہ السلام) نے کہا: میں آج رات ضرور بالضرور اپنی ستر (۷۰) عورتوں پر چکر لگاؤں گا (یعنی ان سے جماع کروں گا) ان میں سے ہر ایک شہسوار (بہادر) بچہ جنے گی وہ سب اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے لیکن آپ نے ان شاء اللہ نہ کہا (یعنی ان شاء اللہ کہنا بھول گئے) تو آپ نے سب عورتوں پر چکر لگایا (سب سے جماع کیا) کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک عورت کے۔ اس کا بچہ بھی ناتمام پیدا ہوا) آپ کرسی پر بیٹھے تھے کہ وہ بچہ آپ کے پاس لایا گیا اور آپ کی گود میں رکھ دیا گیا تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ

قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر آپ ان شاءاللہ کہتے تو سب بہادر پیدا ہوتے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ وہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی انگوٹھی شیطان نے لے لی اور آپ کی ایک عورت بت کی پوجا کرتی تھی۔ آپ کی بادشاہت انگوٹھی میں تھی وہ انگوٹھی شیطان لے کر بادشاہ بن گیا' یہ یہود کے من گھڑت قصے ہیں۔

مدارک میں اس سے پہلے ایک واقعہ بیان کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک بچہ پیدا ہوا تو جنوں اور شیطانوں نے مشورہ کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر یہ زندہ رہا تو ہم اس کے تابع ہو جائیں گے' وہ ہم سے بیگار لے گا' تو انہوں نے اسے قتل کر دیا سلیمان صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو انھوں نے ڈر کے مارے وہ مقتول بچہ آپ کی کرسی پر ڈال دیا۔ یہ واقعہ بھی موضوع (من گھڑت) اور باطل ہے۔

## ایک اور صحیح بات علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی:

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے' بیماری اتنی شدید اور اس کا عرصہ اتنا طویل تھا کہ آپ کا کڑیل جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔ وہ عظیم شاہی تخت جس پر آپ جب بیٹھتے تھے تو آپ کے رعب وجلال کی وجہ سے جن و انس پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اب ضعف اور نقاہت کے باعث جسم بہت لاغر ہو گیا تھا تخت پر جب تشریف رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بے روح اور بے جان جسم ہے جو کسی نے اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا ہے۔ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں بڑے عجز و نیاز سے اپنی صحت کے لئے دعاء کی جو قبول ہوئی۔ آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور جہان بانی کے فرائض پہلے کی طرح بڑی شان وشوکت سے انجام دینے لگے۔

## تنبیہ شدید:

ابن جریر طبری نے چند روایات اسی طرح کی ذکر کی ہیں جیسے جلالین میں جلال الدین محلّی نے ذکر کیا۔ ایک جگہ یوں بیان کیا: "ھو صخر الجنی تمثل علی

کرسیه جسدا'' صخر جنی آپ کا ہم شکل ہو کر آپ کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

دوسری جگہ یہ ذکر کیا کہ ''جسدا'' سے مراد شیطان ہے جسے سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی دی، اس نے وہ انگوٹھی دریا میں پھینک دی۔ اس شیطان کا نام صخر جنی تھا۔ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت خاتم (انگوٹھی) میں تھی۔

ایک اور قول یوں بیان کیا کہ ایک شیطان تھا جس کا نام ''آصف'' تھا۔ اس سے سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: تم لوگوں کو کیسے آزماتے اور فتنہ میں مبتلا کرتے ہو؟ اس نے کہا: پہلے آپ مجھے اپنی انگوٹھی دکھائیں' پھر میں آپ کو خبر دوں۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اسے دیکھنے کیلئے دی۔ اس نے دریا میں پھینک دی'' فصاح سلیمان و ذهب ملکه وقعد آصف علی کرسیه ''سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت جاتی رہی اور آصف شیطان آپ کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بعد میں ایک مچھلی لی گئی جس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکلی تو آپ کو بادشاہت پھر مل گئی۔

تفسیر ابی السعود میں بھی جلالین کی طرح ذکر کیا گیا اور رد بھی نہیں کیا گیا۔ البتہ جلالین سے کچھ زائد مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کا واقعہ بھی ذکر کیا۔

حاصلِ کلام یہ ہے:

علامہ جلال الدین محلی اور کچھ دوسرے مفسرین نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت انگوٹھی میں مانی۔ شیطان کے انگوٹھی لینے پر آپ کی بادشاہت کا زوال مانا۔ اگرچہ یہ ان کی بھول ہے اور محققین حضرات نے اسے رد کیا۔ صحیح قول وہی ہے جو مدارک اور کبیر میں بیان کیا گیا ہے۔

اب راستے دونوں سمجھ آ گئے ایک یہ کہ شیطان نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کی انگوٹھی لے کر دریا میں پھینک دی آپ کی بادشاہت زائل ہوگئی۔ دوسری راہ یہ ہے کہ انگوٹھی والا واقعہ یہود کی سازش کا نتیجہ ہے، درست نہیں۔ جھگڑا تو کسی سے نہیں'

البتہ علم و عقل سے جو راہنمائی ملے اس کو دیکھے یہ راہنمائی بہتر ہے تو اسے مان لے یا جس میں نبی کے اختیار کی کمی ہے اور شیطان کو نبی پر تسلط حاصل ہے، اسے مان لیا جائے معاملہ سارا قسمت کا ہے۔

## ''الغرانیق العلی'' کا واقعہ جو بعض مفسرین نے بیان کیا:

حالانکہ جو بیان کیا گیا ہے وہ باطل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾

(سورۃ الحج پ 17)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گذرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

## علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ جلالین میں بیان کرتے ہیں:

(وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی) قرأ (القی الشیطان فی امنیته) قراء ته ما لیس من القرآن مما یرضاه المرسل الیهم وقد قرأ النبی صلی الله علیه وسلم فی سورة النجم بمجلس من قریش بعد (افرأیتم اللات والعزی ومناة الثالثة الأخری) بالقاء الشیطان علی لسانه صلی الله علیه و سلم من غیر علمه صلی الله علیه وسلم

اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی مگر جب اس نے پڑھا تو ڈال دیا شیطان اس کی قراءت (اس کے پڑھنے) میں جو قرآن سے نہیں۔ وہ جسے وہ لوگ پسند کرتے تھے جن کی طرف اسے بھیجا گیا۔ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم قریش کی مجلس میں پڑھی تو آپ نے (ترجمہ) کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری مناۃ کو) یہ تینوں بتوں کے نام تھے جو کعبہ کے اندر

شعر به تلك الغرانيق العلى ۔ وان شفاعتهن لترتجیٰ۔ ففرحوا بذلك ثم اخبر جبريل بما القاه الشيطان على لسانه من ذلك فحزن فسلی بهذه الآية ليطمئن (فينسخ الله) يبطل (ما يلقى الشيطان ثم يحكم الله آياته) يثبتها (والله عليم حكيم) تمكينه منه يفعل ما يشاء۔

(جلالین)

رکھے گئے تھے (البحر المحیط) کے بعد پڑھا جو شیطان نے آپ کی لاعلمی کی وجہ سے آپ کے دل میں القاء کر دیا تھا۔" تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى "یہ بلند پرواز والے پرندے ہیں، ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے تو وہ کفار و مشرکین بڑے خوش ہوئے ۔ پھر آپ کو جبریل علیہ السلام نے آکر خبر دی اس کی جو شیطان نے آپ کی زبان پر القاء کر دیا تھا تو آپ بہت غمگین ہوئے تو آپ کو اس آیۃ کے ذریعے تسلی دی گئی تاکہ آپ کو اطمینان حاصل ہو جائے ۔" فينسخ الله ما يلقى الشيطان "تو مٹا دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان (ثم يحكم الله آياته) پھر ثابت کر دیتا ہے اللہ اپنی آیات کو (والله عليم) اور اللہ جاننے والا ہے جو شیطان نے القاء کیا جس کو ذکر کر دیا گیا۔ (حكيم) اور وہ حکمت والا ہے جو اس نے شیطان کو آپ پر طاقت دی وہ جو چاہے کرتا ہے۔

## تفسیر ابی السعود ج ۴ ص ۱۳۳ میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا:

جس طرح جلالین میں بیان کیا گیا ہے لیکن ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ان الفاظ میں اگرچہ رد بھی کیا ہے "وهو مردود عند المحققين" "یہ واقعہ محققین کے نزدیک مردود ہے لیکن دوسری توجیہ سے پھر اسے ناقص کر دیا:

ولئن صح فابتلاه يتميز به الثابت على الايمان عن المتزلزل فيه

اگر یہ صحیح ثابت ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی زبان پر شیطان کے القاء سے اگرچہ بظاہر آپ کی آزمائش تھی کہ آپ کو فتنہ میں مبتلا کیا گیا لیکن مقصد اصل میں لوگوں کا امتحان تھا کہ کون اس کے بعد ایمان پر ثابت رہتا ہے اور کون پھسل جاتا ہے۔

## معالم التنزیل میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا:

اسی طرح جس طرح جلالین میں ذکر کیا گیا لیکن اس سے زیادہ یہ ذکر ہے کہ جب آپ نے شیطان کے القاء کیئے ہوئے الفاظ پڑھ لئے تو اسی طرح سورۃ کو آپ نے مکمل کیا۔ سورۃ کے آخر میں جب آپ نے سجدہ کیا تو مومنین اور کفار سب نے سجدہ کیا۔ آپ کی زبان سے کفار نے اپنے بتوں کا اچھا ذکر سنا تو بہت خوش ہوئے۔

ویقولون قد ذکر محمد آلھتنا باحسن الذکر وقالوا قد عرفنا ان اللہ یحیی و یمیت و یخلق و یرزق ولکن الھتنا ھذہ تشفع لنا عندہ' فان جعل لھا محمد نصیب فنحن معه۔

وہ کہنے لگے تحقیق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے معبودوں کا اچھا ذکر کیا ہے کیونکہ ہمیں تو پہلے سے ہی یہ علم حاصل تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' وہی پیدا کرتا ہے اور وہی رزق دیتا ہے' ہمارا عقیدہ ہی یہی ہے کہ ہمارے معبود (بت) اللہ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے۔ اگر محمد نے بھی ہمارے معبودوں کا یہ حصہ بنادیا ہے تو ہم بھی اسکے ساتھ ہیں۔

شام کو جبریل علیہ السلام آئے انہوں نے کہا:

یا محمد ما ذا صنعت ؟ لقد تلوت علی الناس مالم آتك به عن اللہ عزوجل فحزن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حزنا شدیدا وخاف من اللہ خوفا کثیرا فانزل اللہ ھذہ الآیة یعزیه

اے محمد! آپ نے کیا کیا ہے؟ آپ نے لوگوں پر وہ کلام تلاوت کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں آپ کی طرف نہیں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمزدہ ہوئے شدید خوف لاحق ہوا۔ تو رب تعالیٰ نے اس آیۃ کو نازل کر کے آپ کو تسلی دی۔

## اعتراض:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب معصوم ہیں تو آپ کی زبان پر شیطان نے کیسے جاری کردیا؟

جواب نمبر ۱:

شیطان نے وہ الفاظ آپ کی قراءت میں اس طرح پڑھے کہ سمجھ یہ آرہا تھا کہ آپ کی قراءت ہے۔

جواب نمبر ۲:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غفلت کی وجہ سے شیطان کے الفاظ پڑھ لئے تھے، آپ کو خبر ہی نہ ہوئی۔

جواب نمبر ۳:

شیطان نے جو القاء کیا وہ آپ کی زبان پر سہواً جاری ہو گیا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ کیا تو آپ اس پر قائم نہ رہے۔

جواب نمبر ۴:

اللہ تعالیٰ کی طرف یہ آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح چاہے آزماتا ہے۔ (معالم التنزیل للبغوی)

تنبیہ:

پہلا جواب قدرے مناسب ہے باقی جواب ناقص ہیں۔ خازن نے بھی بغوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح ہی لکھا ہے۔ ابن جریر طبری نے بھی یہی بیان کیا جو جلالین نے بیان کیا لیکن مختصر۔

قارئین کرام! انصاف سے بتائیں:

کیا شیطان کے القاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "تلك الغرانيق العلى ۔ وان شفاعتهن الترتجى" پڑھنے والی بات پر اجماع ہو جائے گا؟ اور علامہ محلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی جائے گی یا کہ جس نے اچھا لکھا اس کی بات کو مانا جائے گا۔ آیئے،

دیکھئے!

**بیضاوی نے کچھ اچھا لکھا:**

(الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته) اذا زور فی نفسه ما یهواه فی تشبهیه ما یوجب اشتغاله بالدنیا کما قال صلی الله علیه وسلم وانه لیغان علی قلبی فاستغفر الله فی الیوم سبعین مرة ---

(تفسیر بیضاوی)

اس مقام میں نفس کو شیطان سے تشبیہ دی گئی ہے کہ نفس کی دنیا کی طرف توجہ کرنے سے دل پر پردہ سا چھا جاتا ہے یعنی جتنی دیر دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے، اتنی دیر رب تعالیٰ سے توجہ ہٹ جاتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میرے دل پر جب پردہ چھا جاتا ہے تو میں ایک دن میں اللہ تعالیٰ سے ستر (۷۰) مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

**علامہ رازی اور علامہ نسفی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بہت خوب ذکر فرمایا ان سے شیخ زادہ نے بھی نقل کیا:**

نبی کریم ﷺ کے متعلق جو بعض مفسرین نے بیان فرمایا کہ شیطان کے القاء سے آپ کی زبان پر جاری ہوا:

تلك الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترجی ان رؤساء اهل السنة والجماعة ردوا هذا القول وقالوا هذه روایة باطلة موضوعة

بیشک رئیس، محققین علماء اہلِ سنت وجماعت نے اس کو رد کر دیا۔ انہوں نے یہ فرمایا: یہ روایت باطل وموضوع (من گھڑت ہے)

**قرآن وسنت وعقل سے یہ قول باطل ہے:**

قرآن پاک میں رب تعالیٰ کے ارشادات دیکھئے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے،

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ (سورۃ الحاقۃ پ۲۹)

ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے، پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔ (کنزالایمان)

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ...... ﴿١٥﴾ (سورۃ یونس پ 11)

تم فرماؤ! مجھے (حق) نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے بدل دوں (مگر) میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔ (کنزالایمان)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٤﴾

اور وہ تو کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

فلو أنه علیه الصلوة والسلام قرأ عقیب هذه الآية قوله تلك الغرانيق العلى لكان قد ظهر كذب الله تعالى فى جميع ذلك لا يقول به مسلم۔

اگر نبی کریم ﷺ نے اس آیۃ "ومنات الثالثة الأخرى" کے بعد (شیطان کے القاء سے) "تلک الغرانیق العلی" پڑھا تو اللہ تعالیٰ کے تمام ارشادات جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا باطل ہونا لازم آئے گا اس کا تو کوئی مسلمان قائل نہیں۔

## مذکورہ بالا قصہ سنت کے بھی خلاف ہے:

روى عن محمد بن خزيمة انه سئل عن هذه القصة فقال هذا من وضع الزنادقة وصنف فيه كتابا۔

محمد بن خزیمہ سے مروی ہے کہ بیشک ان سے اس قصہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ زندیق (بے دین) لوگوں کا قول ہے۔ آپ نے اس میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔

وقال الامام ابو بكر احمد بن الحسين البيهقى القصة غير ثابته من جهة النقل وان رواة هذه القصة مطعونون۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی فرماتے ہیں: یہ قصہ نقلا ثابت نہیں۔ بیشک اس کے راوی مطعون (ضعیف) ہیں۔

و ایضا فقد روی البخاری فی صحیحه انه صلی الله علیه وسلم قرأ سورة النجم و سجد و سجد المسلمون والمشرکون والانس والجن ولم یذکر حدیث الغرانیق۔ (شیخ زادہ)

بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی۔ آپ نے سجدہ کیا اور سب مسلمانوں اور مشرکوں اور انسانوں اور جنوں نے سجدہ کیا لیکن بخاری نے غرانیق کا واقعہ نہیں ذکر کیا۔

## شیطان کا القاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عقلاً بھی منع ہے:

(۱) ان من جوّز علی الرسول صلی الله علیه وسلم تعظیم الأوثان فقد کفر لأن من المعلوم بالضرورة أن اعظم سعیه کان فی نفی الأوثان۔

جس شخص نے یہ جائز سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی تعظیم کی، تحقیق وہ کافر ہو گیا۔ بیشک واضح طور پر معلوم ہے کہ تحقیق آپ کی عظیم کوشش ہی بتوں کی تعظیم سے منع کرنے کی تھی۔

(۲) انه علیه السلام ما کان یمکنه فی أول الأمر ان یصلی و یقرأ القرآن عند الکعبة آمنا المشرکین له حتی کانو ا ربما مدوا ایدیهم أليه و انما کان یصلی اذا لم یحضروها لیلا أو فی أوقات خلوة وذلك یبطل قولهم

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں کعبہ شریف کے پاس نماز یا قرآن پاک پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اپنے آپ کو مشرکین کی شدت واذیت سے بچاتے تھے کیونکہ کفار کئی مرتبہ ظلم کا ہاتھ آپ کی طرف بڑھا چکے تھے۔ آپ رات کو نماز پڑھتے تھے جب کفار موجود نہیں ہوتے تھے۔ یا دن میں ایسے اوقات میں جن میں کفار نہیں ہوتے تھے۔ کفار کے سجدہ کرنے والا قول کس طرح صحیح ہے لیکن راقم کے نزدیک یہ عقلی دلیل اسی لئے کامل نہیں کہ بخاری سے کفار کے سجدہ کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے یہ واقع شروع شروع کا نہیں۔

(۳) شیطان کے القاء سے چند الفاظ غیر قرآن کے قرآن میں ملا کر پڑھنے سے کفار کے خوش ہونے والا قول عقل سے دور ہے۔ اسلئے کہ وہ حقیقت پر مطلع ہونے کے بغیر بہت

بڑی عداوت کو کیسے چھوڑ سکتے تھے؟

(۴) سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ:

لو جوزنا ذلك ارتفع الأمان عن شرعه و جوزنا فی کل واحد من الأحکام و الشرائع ان یکون کذلك و یبطل قوله تعالی یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس فانه لا فرق فی العقل بین النقصان عن الوحی وبین الزیادة فیه۔

(کبیر ج23 ص51-50)

اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ شیطان نبی کریم ﷺ کی زبان پر اپنی طرف سے کچھ الفاظ جاری کر سکتا ہے تو اس قول سے تو شریعت پر امن باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ سب احکام اور شرائع میں یہی احتمال ثابت ہوگا اور اس قول سے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد (ترجمہ) اے رسول! پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے) کیونکہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس طرح وحی میں کمی کرنا منع ہے اسی طرح زیادتی بھی منع ہے۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن بات:

ان هذه القصة موضوعة اکثر ما فی الباب ان جمعا من المفسرین ذکروها لکنهم ما بلغوا حد التواتر و خبر الواحد لا یعارض الدلائل النقلیة والعقلیة المتواترة۔

بیشک یہ واقعہ کئی مفسرین نے یہاں ذکر کیا ہے لیکن وہ حد تواتر تک نہیں پہنچے۔ خبر واحد دلائل نقلیہ اور عقلیہ متواتر کے معارض نہیں ہو سکتے۔

(کبیر حوالہ مذکورہ)

بات تو بڑی سیدھی یہ ہے کہ شیطان کو نبی کریم ﷺ پر اثر انداز اور آپ کی زبان پر القاء کی جو طاقت مانتے ہیں وہ تو یہ کہیں گے کہ جب اتنی تفسیروں میں یہ آچکا

ہے تو شیطان کو نبی پر زیادہ طاقت حاصل ہے۔اور جن کا ایمان کامل ہوا وہ کہیں گے شیطان کو نبی کریم ﷺ پر بھٹکانے کی کوئی طاقت نہیں' وہ تو آپ کا مطیع ہو چکا ہے کہ آپ کو سیدھی راہ تو دکھا سکتا ہے' غلط راہ دکھانے کی اسے طاقت ہی نہیں۔

اسلئے جن تفاسیر میں یہ واقعہ نقل ہے، ان کی بھول ہے۔ مفسرین کرام کی بھول کو حقیقت نہ سمجھئے! حقیقی مطلب وہی ہے جس سے عصمتِ انبیاء کرام سمجھ آئے۔ عصمت انبیاء کرام کے خلاف کوئی روایت ہو'اس کی اگر صحیح تاویل ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ راویوں کو جھوٹا کہنا آسان ہے لیکن انبیاء کرام کو غیر معصوم ماننا تو صرف مشکل ہی نہیں بلکہ واضح طور پر کفر ہے۔

یہ اپنی اپنی قسمت کی بات ہے اس میں کوئی جھگڑا کسی سے نہیں۔کوئی علامہ محلّی رحمۃ اللہ علیہ کی بھول کو ترجیح دے یا علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضر دماغی کو ہی تحقیق سمجھے۔بھول تو علامہ محلّی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے مفسرین سے ہوئی۔ ان کی بھول کو ضد کی وجہ سے حقیقت کہنے والے بھی بظاہر سچے تو ہیں' نہ ہی بھولنے والوں کو حقیقت کہا جائے گا اور نہ ہی ان کے پیروکاروں کو۔واللہ اعلم

بعض حضرات نے تو عطاء کی روایت ابنِ عباس کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ بھی بیان کر دیا:

ان شیطانا یقال له الأبیض أتاه علی صورة جبریل علیه السلام والقی علیه هذه الکلمة فقرأها فلما سمع المشرکون ذلك أعجبهم فجاء جبریل علیه السلام فاستعرضه فقرأها فلما بلغ الی تلك الکلمة قال جبریل علیه السلام انا ما جئتك بهذه قال رسول الله صلی الله

کہ وہ شیطان جسے ابیض (سفید) کہا جاتا ہے وہ جبریل کی صورت میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کی زبان پر وہ کلمہ جاری کر دیا تو آپ نے پڑھ لیا۔ جب مشرکوں نے سنا تو انہیں پسند آیا۔تو جبریل علیہ السلام آئے تو عرض کیا جو میں نے کلام لایا تھا وہ پڑھ کر سنائیں ۔آپ نے پڑھ کر سنایا تو جبریل

عليه وسلم انه اتاني آت على صورتك فالقاها على لساني۔

نے کہا: یہ کلمہ میں نے تو نہیں لایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو تیری شکل کا ہی ایک شخص آیا جس نے میری زبان پر یہ الفاظ ڈالے ہیں۔

قال بعض الجهال أنه عليه السلام شدة حرصه على ايمان القوم أدخل هذه الكلمة من عند نفسه ثم رجع عنها

بعض جاہلوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ نبی کریم ﷺ قوم کے ایمان لانے کی بہت حرص وتمنا رکھتے تھے۔ اس لئے یہ کلمہ آپ نے اپنی طرف سے بڑھا دیا تھا' بعد میں رجوع کرلیا۔

ان دونوں قولوں کو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ رد فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

وهذان القولان لا يرغب فيهما مسلم البتة لأن الأول يقتضي أنه عليه السلام ما كان يميز بين الملك المعصوم و الشيطان الخبيث والثاني يقتضي أنه كان خائنا في الوحي وكل واحد منها خروج عن الدين۔

(کبیر حوالہ مذکورہ)

ان دونوں میں کسی مسلمان کو تو کوئی رغبت نہیں ہو سکتی وہ موضوع روایت ہے اگر اسے صحیح مانا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی کریم ﷺ معصوم فرشتے اور خبیث شیطان میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ اور اگر دوسرے قول کو سچا تسلیم کیا جائے تو اس سے تو یہ پتہ چلے گا کہ نبی کریم ﷺ وحی میں خیانت فرماتے تھے (معاذ اللہ) کسی ایک قول کو بھی ماننا دین سے نکل جانا ہے۔

علامہ نسفی نے مدارک میں تمام احتمالات کو رد کرتے ہوئے ایک پر کچھ اعتبار کیا کہ ہو سکتا ہے وہ الفاظ شیطان نے پڑھے ہوں تو کفار نے سمجھا ہو کہ شاید یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے پڑھے ہوں۔ اور قاضی ثناء اللہ مظہری نے بھی کچھ اسناد کو ذکر کے "کلها ركيكة واهية" فرمایا: یہ سب ضعیف روایات ہیں۔ علامہ ابن حجر جیسی شخصیت نے بھی

واقعہ کو صحیح قرار دیا لیکن علامہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بحث پر منہیہ تحریر کر کے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے رد کر دیا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بہتر لکھا۔

ہاں! ہاں! بہتر لکھنے والے وہی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی عصمت کا لحاظ کیا۔ آپ پر شیطان کی اثر اندازی نہیں مانی' ان کی تفاسیر ہی اس آیۃ میں معتبر ہیں۔

## آیۃ کریمہ کا مطلب بہت واضح ہے:

رب تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے جب بھی کوئی نبی اور رسول بھیجا تو اسی کے پڑھنے یعنی بیان کرنے میں شیاطین نے کافروں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر انہیں بہکایا لیکن رب تعالیٰ نے شیطان کی کوششوں کا مٹا دیا۔ اور اپنی آیات اور اپنے نبی کے احکام کو ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔

"تفسیر ضیاء القرآن" میں کیا خوب بیان کیا گیا یہ مفہوم متعدد دوسری آیات میں بھی بیان فرمایا گیا۔

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ

کہ شیطان نے اپنے چیلوں کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ بحث مباحثہ شروع کر دیں۔

دوسری آیۃ میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط

یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے سرکش انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا اور وہ لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے ایسی باتیں سکھاتے ہیں جو بظاہر بڑی دل کش ہوتی ہیں۔

پہلے شیاطین جن و انس نے جو سلوک اپنے ہادیوں کے ساتھ کیا تھا بعینہٖ وہی رویہ مکہ کے مشرکین نے اختیار کیا۔ جب یہ آیۃ نازل ہوئی" حرم علیکم المیتة " (تم پر مردار حرام کئے گئے) تو مشرکین کہنے لگے: یہ دیکھو! جسے یہ خود ذبح کر کے مار

ڈالتے ہیں' اسے حلال کہتے ہیں اور جسے خدا مار دے' اسے حرام کہتے ہیں۔ اس قسم کے شکوک وشبہات شیطان کافروں کے دلوں میں ڈالتا۔ آیۃ کریمہ کا یہی مطلب ہے۔

## تیسرے مقدمے کی وضاحت:

مفسرین کرام کسی آیۃ کی تفسیر میں کوئی وجہ تاویل کی بیان کرتے ہیں اور دوسرے مفسرین تاویل کی دوسری وجہ بیان کر دیتے ہیں اور بعض مفسرین تاویل کی بہت سی وجوہ جمع کر دیتے ہیں۔ اب دیکھا جائے گا کہ اگر ان تاویلوں میں کوئی اختلاف اور تردد نہ ہو یعنی اس طرح نہ ہو کہ کسی ایک تاویل میں عمل کی وجہ سے دوسری کا اٹھ جانا لازم آ رہا ہو بلکہ بعض تاویلات زیادہ واضح ہیں' ان تمام وجوہ کو بیان کر دینا عبارت میں حسن پیدا کرتا ہے کیونکہ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن پاک مختلف وجوہ رکھتا ہے۔ اور قرآن پاک کے الفاظ مبارکہ متعدد معانی رکھتے ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور اس کے معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر رکتے نہیں۔

فجاز الاحتجاج به علی کل وجوه وهذا من اعظم نعم الله سبحانه و تعالی علینا ومن ابلغ وجوه اعجاز القرآن۔

مذکورہ بالا صورت جو بیان کی گئی کہ کئی وجوہ میں جب اختلاف نہ ہو تو تمام وجوہ کو دلائل بنانا جائز ہے اور یہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اور قرآن پاک کے اعجاز کے اسبابِ بلیغہ میں سے ایک ہے۔

اگر معاملہ اس کے خلاف ہوتا تو نعمت مصیبت ہو جاتی ہے اور اعجاز عجز ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

## احتمالات میں [illegible]د اور چیز ہے اور الفاظ میں ابہام اور چیز ہے:

وقد وصف الله سبحانه و تعالی القرآن بالمبین فلیس تنوع معانیه کتذبذب المحتملات فی کلام مبهم مختلط لا

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا وصف "مبین" ذکر فرمایا ہے اس لئے اس کے معانی مختلف قسم ہونے کی وجہ سے اگر ابہام ہو تو اسے

محتملات کے تردد پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

یستبین المراد

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

(سورۃ الکہف پ16)

اے محبوب! تم فرماؤ: اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على ما أخرج ابو نعيم وغيره عن ابنِ عباس رضى الله عنهما القرآن ذلول ذو وجوه فاحملوا على احسن وجوهه

(الاتقان النوع الثامن والسبعون)

رسولِ اللہ ﷺ نے فرمایا: جیسا کہ ابو نعیم وغیرہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن نرم اور آسان ہے مختلف وجوہ والا ہے تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔

وقال سيدنا ابنِ عباس رضى الله عنهما كما اخرج ابنِ ابى حاتم عنه ان القرآن ذو شبحون و فنون وظهور و بطون لا تنقضى عجائبه ولا تبلغ غاية الحديث

(الا تقان النوع الثامن والسبعون)

اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جیسا کہ ابنِ ابی حاتم نے ان سے روایت کی قرآن مختلف معانی و مطالب اور ظاہری و باطنی پہلو رکھتا ہے اس کے عجائب بے انتہاء ہیں اس کی بلندی تک رسائی نہیں۔

(الحدیث)

قال السيوطى قال ابنِ سبع فى شفاء الصدور ورد عن ابى الدرداء رضى الله عنه أنه قال لا يفقه الرجل كل الفقه حتى يجعل للقرآن وجوها

(الاتقان النوع الثامن والسبعون)

علامہ سیوطی نے بیان کیا ہے کہ ابنِ سبع نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک انہوں نے فرمایا: آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک قرآن پاک کی مختلف وجوہ نہ جان لے

وللہ درالامام البوصیری حیث یقول ما اورامام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کیلئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

لھا معان کموج البحر فی مدد
وفوق جوھرہ فی الحسن والقیم
فلا تعدد لا تحصی عجائبھا
ولا تسام علی الاکثار بالسام

(۱): قرآنی آیات کے معانی کثیر جیسے سمندر کی موج افزائش میں اور وہ حسن و قیمت میں سمندر سے گوہر سے بڑھ کر ہیں۔

(۲): تو ان آیتوں کے عجائب کی نہ گنتی ہو سکے نہ شمار میں آئیں اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

## مطالب ایک ہوں عبارات مختلف ہوں وہ اختلاف نہیں:

سلفؒ کے درمیان اختلاف اسی قسم کا تھا وہ اختلاف اندازِ بیان کا تھا جیسے ''الصراط المستقیم'' کا مطلب بعض نے بیان کیا: قرآن کی تابعداری کرنا صراط مستقیم ہے اور بعض حضرات نے بیان کیا: اسلام کے مطابق چلنا صراطِ مستقیم ہے۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ دینِ اسلام تو قرآن کی تابعداری میں ہے۔ بعض حضرات نے ''صراط'' کا معنی راستہ کا لحاظ کرتے ہوئے کہا: اہلِ سنت و جماعت کی راہ پر چلنا صراطِ مستقیم ہے۔ بعض نے کہا: بندگی کی راہ پر قائم رہنا صراطِ مستقیم ہے۔ بعض نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی راہ صراطِ مستقیم ہے۔ یہ اقوال ایک ذات کی راہنمائی کرتے ہیں ایک ایک وصف بیان کیا گیا۔ کوئی اختلاف نہیں پایا گیا۔

## لفظِ عام کی کئی مثالیں پیش کرنا بھی حقیقی اختلاف نہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۳۲﴾

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے۔

(کنز الایمان)

اس کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا وہ ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور حرمتوں کو توڑے یعنی حرام کاموں پر عمل کرے اور ''مقتصد'' واجبات کی تعمیل کرنے والے اور حرام کاموں کو چھوڑنے والے کو شامل ہے اور ''سابق'' وہ ہے جو واجبات کے ساتھ مستحبات پر بھی عمل کرے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے۔ یعنی ''مقتصد'' لوگ وہ ہیں جن کو نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ''سابق'' سابق ہیں جو اللہ کے مقرب ہیں۔ پھر اس کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ بعض نے کہا: سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھتے اور مقتصد وہ ہے جو درمیان وقت نماز ادا کرے۔ اور ظالم وہ جو عصر کو سورج کے زرد ہونے تک مؤخر کر دے۔ اور بعض نے کہا: سابق وہ ہے جو صدقہ، نفل، زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے اور مقتصد وہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض ادا کرے اور ظالم وہ ہے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اور حاصل یہ ہے کہ کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، مقصد درست ہے۔

(الاتقان النوع الثامن والسبعون)

## کم علم کبھی غیر اختلاف کو اختلاف بنا دیتا ہے:

وعن الزركشي ربما يحكي عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فيظن من لا فهم عنده ان ذلك اختلاف محقق

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ زرکشی سے نقل فرماتے ہیں: کئی مرتبہ علماء سے مختلف عبارات منقول ہوتی ہیں، جسے کامل سمجھ نہیں ہوتی وہ یہ گمان

فیحکیه اقوالا ولیس کذلك بل یکون کل واحد منهم ذکر معنی من الآیة لکونه اظهر أو الیق بحال السائل وقد یکون بعضهم یخبر عن الشیء بلازمه ونظیره والآخر بمقصوده و ثمرته والکل یؤل الی معنی واحد غالبا۔

(الاتقان النوع الثامن والسبعون)

کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے، حالانکہ بات یوں نہیں۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیۃ کا معنی بیان کرتا ہے اس کے نزدیک وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے یا پوچھنے والے کے حال کے مطابق زیادہ بہتر وہ ہوتا ہے کبھی کوئی عالم ایک چیز کا لازم یا اس کی نظیر بیان کرتا ہے اور دوسرا مقصود اور ثمرہ بناتا ہے حالانکہ اکثر کا سبب اور مسبب ایک ہی ہوتا ہے۔

## اگلی اور پچھلی آیۃ کے مطابق مقصد صحیح رہے، تاویلیں اہلِ علم مختلف کریں تو یہ صحیح ہے:

و عن البغوی والکواشی وغیرهما التاویل صرف الآیة الی معنی موافق لما قبلها و بعدها تحتمله الآیة غیر مخالف للکتاب والسنة من طریق الاستنباط غیر محظور علی العلماء بالتفسیر کقوله تعالی " انفروا خفافا وثقالا" قیل شبابا وشیوخا وقیل اغنیاء وفقراء وقیل عزابا ومتاهلین وقیل نشاطا و غیر نشاط وقیل اصحاء ومرضی وکل ذلك سائغ والآیة تحتمله۔

(الاتقان النوع الثامن والسبعون)

اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بغوی اور کواشی وغیرہ سے نقل کیا کہ تاویل یعنی آیۃ کا ایسا معنی لینا جو اگلی اور پچھلی آیۃ کے موافق ہو آیۃ کا بھی اس کا احتمال رکھتی ہو اور کتاب وسنت کے مخالف بھی نہ ہو تو وہ تاویل یعنی مسائل کو استنباط کرنا (نکالنا) منع نہیں لیکن ان علماء کیلئے جو تفسیر کا علم رکھتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''انفروا خفافا وثقالا'' (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) اس کا مطلب کسی نے بیان کیا: بوڑھے اور جوان اور کسی نے غنی وفقیر اور کسی کا قول ہے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ اور کسی نے ذکر

کیا: چست اور سست اور کسی نے بیان کیا: صحت منداور بیمار (یعنی یہ سارے فرض جہاد کیلئے نکلیں) اور یہ وجوہ صحیح ہیں کیونکہ آیۃ میں سب معانی کا احتمال پایا گیا ہے۔

(ماخوذ از فتاوی رضویہ ج28 ص549)

## چوتھے مقدمے کی تفصیل سے پہلے:

زیرِ بحث آیۃ کریمہ کے متعلق کچھ تفاسیر کی عبارات کو دیکھ لیا جائے تا کہ بعد میں آنے والی بحث کو سمجھنا آسان ہو شاید کہ اصحاب محبت وعلم ودانش اور اصحابِ ایمان کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سمجھ آجائے۔

## تفسیر ابنِ کثیر کا بیان بہت خوب:

(وسیجنبها الاتقی) ای و سیزحزح عن النار التقی النقی الاتقی، ثم فسره بقوله (الذی یؤتی ماله یتزکی) ای یصرف ماله فی طاعة ربه لیزکی نفسه و ماله وما وهبه الله من دین و دنیا۔

عنقریب دور رکھا جائے گا جہنم کی آگ سے گناہوں سے بچنے والے پاک وصاف اور بہت بڑے پرہیزگار کو۔ ابنِ کثیر نے "اتقی" کی تفسیر میں تین چیزوں کا ذکر کیا ہے "تقی، نقی، اتقی" پتہ چلا کہ تقی کہنے سے اسم تفضیل کی نفی نہیں کی گئی) پھر رب تعالیٰ نے اپنے ارشاد سے اور وضاحت کی (وہ جو خرچ کرتا ہے اپنا مال) اللہ کی اطاعت میں (تا کہ) اپنے نفس اور مال کا (تزکیہ کرے) اور جو اللہ نے اسے دین ودنیا عطاء کئے ان کا تزکیہ کرے۔

(وما لاحد عنده من نعمة تجزی) ای لیس بذله ماله فی مكافأة من أسدی الیه معرفا فهو یعطی فی مقابلة ذلك وانما دفعه ذلك (ابتغاء وجه ربه الأعلی) ای طمعا فی ان یحصل له رؤیته فی الدار الآخرة فی روضات

کسی ایک کا اس پر احسان نہیں کہ اسے اس کا بدلہ دینا ہو) یعنی وہ مال اس لئے خرچ نہیں کرتا کہ کسی ایک نے اس پر بھلائی کی ہو کہ وہ اس کے مقابلہ میں مال دیتا ہو وہ تو مال دیتا ہے اپنے ربِ اعلی کی رضاء طلب کرنے کیلئے یعنی اسے صرف یہ طمع ہوتا ہے کہ اللہ

الجنات قال الله تعالى (ولسوف يرضى) من اتصف بهذه الصفات۔

تعالیٰ کا دیدار آخرت میں حاصل ہوجائے جنات کے باغات میں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا جو ان صفات سے متصف ہوا عنقریب رب تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔

وقد ذكر غير واحد من المفسرين ان هذه الآيات نزلت في ابي بكر الصديق رضي الله عنه حتى ان بعضهم حكى الاجماع من المفسرين على ذلك ولا شك انه داخل فيها واولى الامة بعمومها فان لفظها لفظ العموم وهو قوله تعالى (وسيجنبها الاتقى الذي يؤتي ماله يتزكى ' وما لاحد عنده من نعمة تجزى) ولكنه مقدم الامة وسابقهم في جميع هذه الاوصاف و سائر الاوصاف الحميدة فانه كان صديقا تقيا كريما جوادا بذّالا لأمواله في طاعة مولاه و نصرة رسول الله ' فكم من درهم و دينار بذله ابتغاء وجه ربه الكريم ولم يكن لأحد من الناس عنده منة يحتاج الى ان يكافئه بها ولكن كان فضله واحسانه على السادات والرؤساء من سائر القبائل۔

(ابنِ کثیر ج 6 ص 477,478)

بہت مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ بیشک یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے لیکن آیات کے الفاظ عموم پر دلالت کرنے کی وجہ سے سب امت کو شامل ہیں۔ البتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب امت سے مقدم ہیں۔ آیات میں مذکورہ اوصاف بلکہ تمام اوصاف حمیدہ میں آپ تمام امت سے سابق ہیں۔ بیشک آپ صدیق ہیں' پرہیز گار ہیں' اپنے مولیٰ تعالیٰ کی طاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد میں اپنا مال خرچ کرنے والے تھے۔ کتنے ہی درہم و دینار آپ اپنے ربِ کریم کی رضاء طلب کرنے میں خرچ کیے۔ لوگوں کا آپ پر کسی قسم کا کوئی احسان نہ تھا کہ آپ اس کا بدلہ دینے کے محتاج ہوتے' البتہ آپ کا قبیلوں کے سرداروں اور رئیسوں پر فضل و احسان تھا۔

## ابنِ کثیر کے بیان سے ایک مشکل کا حل ہوگیا:

عام طور پر جو یہ کہا جاتا ہے کہ جب سب صحابہ کرام جہنم کی آگ سے محفوظ ہیں اور سب ہی متقی ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس میں تخصیص کیا ہے تو اس کا جواب واضح ہوگیا کہ تمام صحابہ کرام کو مذکورہ صفات حمیدہ حاصل ہیں لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سب سے فوقیت حاصل ہے۔ آپ سب سے افضل ہیں۔

یہی دعویٰ ہے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اسی پر آپ نے اپنے دلائل قائم کئے، یہی مذہب صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ کرام اور علماء محققین اور مشائخ عظام کا ہے۔

## قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ مفہوم مخالف کے تردد کا ازالہ فرماتے ہیں:

و المفھوم عندنا غیر معتبر فلا تدل تلك الآیة علی دخول تقی فی النار وکذا عند الشافعی رحمه الله اذا الکلام خارج مخرج الجواب فی حادثة لاتفاق المفسرین علی ان الآیة نزلت فی ابی بکر الصدیق فالغرض منه توصیف الصدیق بکونه اتقی الناس اجمعین غیر الانبیاء و انما خصصنا بغیر الانبیاء دلالة العقل والاجماع والنصوص ولیس الغرض منه الاحتراز والحکم بدخول التقی دون اتقی فی النار۔

(مظہری ج10 ص278 تا279)

مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر ہی نہیں، اس لئے یہ آیہ اس پر دلالت ہی نہیں کر رہی کہ صرف "تقی" بڑا پرہیزگار ہی جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور تقی (پرہیزگار) جہنم میں داخل ہوں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ جبکہ کلام بھی ایک خاص واقعہ کے بیان میں ہے اس لئے کہ مفسرین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ غرض اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصف بیان کرنا ہے کہ آپ سب لوگوں سے سوائے انبیاء کرام زیادہ پرہیزگار ہیں۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کو سوائے انبیاء کے

سب لوگوں پر زیادہ تقوی اور زیادہ فضیلت حاصل ہے اس تخصیص پر عقل' اجماع اور نصوص دلالت کر رہی ہیں کہ انبیاء کرام پر کسی کو مخلوق میں سے فضیلت حاصل نہیں۔ آیۃ کریمہ میں ''اتقی'' ذکر کرنے کی غرض احتراز نہیں کہ یہ حکم لگایا جائے کہ تقی جہنم کی آگ میں داخل ہوگا اور اتقی داخل نہیں ہوگا۔

## اگر مفہوم مخالف والوں کی ناکام کوشش کو مان لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے:

ولو سلّمنا المفهوم فالمراد بالتقی الذی جاز دخوله فی النار التقی عن الشرك فقط دون المعاصی والله تعالی اعلم

(مظہری ج10 ص279)

اگر ہم مفہوم مخالف کو دلیل مان لیں تو ''تقی'' جس کا جہنم میں داخل ہونا جائز ہے۔ اس سے مراد وہ تقی ہے جو صرف شرک سے تو بچا ہوا ہے لیکن باقی گناہوں سے بچا ہوا نہیں۔ واللہ اعلم

مطلب یہ کہ مؤمن جو گناہوں سے نہیں بچتا وہ بھی شرک سے بچ کر رہنے کی وجہ سے ''تقی'' تو کہلاتا ہے لیکن وہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا تو اس کا جہنم میں داخل ہونا جائز ہے' اگر چہ لازم تو نہیں۔ لیکن ''اتقی'' جو صاحب ایمان تمام گناہوں سے محفوظ ہے اس کا جہنم میں جانا جائز نہیں بشرطیکہ اسی پر خاتمہ ہو۔ حکم تمام مؤمنین کا مجموعی ہے، بات جواز اور عدم جواز کی ہے۔ علامہ مظہری رحمہ اللہ ''ولسوف یرضی'' کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

وكون ابی بكر اتقی الناس بعد الانبياء دليل علی كونه افضلهم لقوله تعالی ان اكرمكم عند الله اتقاكم وعليه انعقد الاجماع

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے انبیاء کے بعد زیادہ پرہیز گار ہیں تو یہ دلیل ہے اس پر کہ وہی سب سے زیادہ افضل ہیں' اس پر اجماع ہے۔

## مفہوم مخالف کو سمجھتے چلے جائیں:

نورالانوار وغیرہ اصولِ فقہ کی کتب میں چند دلائل فاسدہ کو ذکر کیا گیا'

جو ہمارے نزدیک وہ دلائل معتبر نہیں۔ ان میں ایک علامہ نسفی رحمہ اللہ نے ''منار'' میں ذکر فرمایا: '' التنصیص علی الشیء باسمہ العلم یدل علی الخصوص عند البعض '' کسی چیز کے اسم علم پر حکم لگائیں تو وہ اس کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے' یہ قول بعض حضرات کا ہے۔ شارح نورالانوار میں ذکر فرماتے ہیں:

هذا وجه اول من الوجوه الفاسدة ای الحكم علی العلم یدل علی نفیه عن غیره عند البعض — وجوہ فاسدہ میں سے یہ پہلی وجہ فاسد ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حکمِ علم پر خاص ہو جاتا ہے اور باقیوں سے نفی ہو جاتی ہے۔

علم سے مراد: یہاں یہ کہ وہ لفظ جو ذات پر دلالت کرے' صفت پر دلالت نہ کرے۔ خواہ وہ علم ہو یا اسم جنس ہو' جس طرح ''الماء''۔ بعض اشعریہ اور بعض حنابلہ کا یہ قول ہے لیکن ان کے متعلق محشی نقل فرماتے ہیں: (قوله عندالبعض) ای الذین لا اعتداد لهم یہ حنابلہ اور اشاعرہ کے محققین حضرات کا قول نہیں بلکہ غیر معتبر لوگوں کا قول ہے اور تو یقیناً ان کی دلیل بھی غیر معتبر ہے۔

التنصیص علی الشیء: کا نام ان حضرات کے نزدیک مفہوم اللقب ہے یعنی ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہی مراد ہوگا جو منطوق ہو۔ منطوق کی پھر دو قسمیں ہیں: صریح یا غیر صریح ہو۔ صریح سے مراد یہ ہے کہ لفظ کا معنی مطابقی یا تضمنی لیا گیا ہو اور غیر صریح سے مراد یہ ہے کہ لفظ کا معنی التزامی لیا گیا ہو' وہ حکمِ منطوق میں ہوتا ہے۔ لفظ سے جو معنی حاصل ہوا وہ مفہوم ہے۔

مفہوم کی دو قسمیں ہیں:

مفہوم موافقہ اور مفہوم مخالفہ۔ مفہومِ موافقہ یہ ہے کہ لفظ سے مسکوت عنہ کے وقت منطوق کے مطابق مطلب سمجھ آئے' اسی کا نام ہے دلالۃ النص۔ مفہوم مخالفہ: یہ ہے کہ منطوق کے خلاف مطلب سمجھ آئے۔

مفہوم اگر اسمِ علم سے سمجھ آئے تو اس کا نام مفہوم اللقب ہے۔ اگر شرط سے سمجھ آ جائے تو اس کا نام مفہوم الشرط ہے۔ اور اگر وصف سے سمجھ آئے تو مفہوم الوصف ہے۔ اور اگر عدد سے حاصل ہو تو مفہوم العدد ہے۔ اور اگر غایۃ سے حاصل ہو تو مفہوم الغایۃ ہے۔

## مفہوم مخالفہ والوں نے بھی شترِ بے مہار کی طرح مطلقاً ذکر نہیں کیا:

جو مفہوم مخالفہ کے قائل ہیں، وہ بھی یہ کہتے ہیں: منطوق کے سوا کی نفی تب ہوگی جب اس کے ساتھ چند شرائط پائی جائیں۔ مسکوت عنہ کی منطوق پر اولویت ثابت نہ ہو اور مساوات بھی ثابت نہ ہو اور منطوق عادت کے مطابق نہ ہو۔ اور منطوق کسی سوال کا جواب نہ ہو اور منطوق کسی خاص واقعہ میں نہ آیا ہوا۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو "اتقی" اس وجہ سے کہا گیا کہ آپ نے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا، لیکن کسی اور کا آپ پر کوئی مالی احسان نہ تھا جس کا آپ کو بدلہ دینا پڑتا) اس لئے مفہوم مخالف والے بھی یہاں تقی کا آگ میں جلنے کا قول نہیں کرتے) اور یہ کہ منطوق کشف یا مدح یا ذم کیلئے نہ آئے اور کسی فائدہ (تلذذ وغیرہ) کیلئے بھی نہ آئے۔ جب تمام شرائط پائی جائیں گی تو منطوق (مذکور ہو حقیقۃً یا حکماً) کے خلاف کی نفی ہوگی۔

## مفہوم مخالف والوں کی مثال:

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "الماء من الماء" (رواہ مسلم وابوداؤد عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ)

پہلے "الماء" سے مراد غسل ہے اور دوسرے "الماء" سے مراد منی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غسل منی سے واجب ہے۔ "الماء" الف لام جنس کا ہے، اس پر غسل کا حکم مرتب ہے تو اس سے پتہ چلا کہ بغیر انزال (خروج منی) کے غسل واجب نہیں۔ اس لئے یہاں منطوق کے مخالفت کی نفی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "فهم الانصار عدم وجوب الاغتسال بالاكسال لعدم الماء" انصار نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ "اکسال"

(بغیر انزال کے ذَکر کو نکالنے) پر غسل واجب نہیں کہ وہاں خروجِ ماء (منی) نہیں پایا گیا۔

وهم كانوا اهل اللسان فلو لم يدل على النفي عما عداه لما فهموا ذلك

وہ اہلِ لسان تھے اگر منطوق مفہوم مخالفت کی نفی نہ ہوتی تو وہ یہ نہ کہتے۔

ہم اس کا جواب یہ ذکر کرتے ہیں ایک تو اس میں یہ ہے کہ ''الماء'' پر الف لام عہد خارجی ہے۔ مراد اس سے ماء معہود ہے یعنی منی، کیونکہ مذی سے غسل لازم نہیں بلکہ منی سے غسل لازم آتا ہے۔ منی کہا جاتا ہے اس پانی کو جو شہوت سے ٹپک کر نکلے اور اس سے ذَکر ٹوٹ جائے یعنی شہوت ختم ہو جائے۔ دوسرا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ غسل کے اسباب میں سے یہ ایک سبب ہے۔ اسی وجہ سے غیبوبتِ حشفہ سے غسل لازم آجاتا ہے۔

**مفہوم مخالفت سے کئی مقامات میں کفر لازم آتا ہے:**

و عندنا لا يدل عليه اى على النفي عما عداه والا يلزم الكفر والكذب فى قوله محمد رسول الله لأنه يلزم ان لا يكون غير محمد رسولا وذلك كفر وكذب۔

منطوق اپنے مخالف کی نفی کا تقاضا نہیں کرتا ورنہ کوئی شخص یہ کہے ''محمد رسول اللہ ﷺ'' تو اس کا یہ کلام جھوٹا ہو اور کافر ہو جائے کیونکہ اس کا مفہوم مخالف تو یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بغیر کوئی رسول ہی نہیں، تو اس سے دوسرے رسولوں کی نفی لازم آئے گی، جو کفر ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ ''القرآن کتاب اللہ'' قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اگر مفہوم مخالف ثابت کریں تو اس سے بھی کفر لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دوسری کتابوں کی نفی لازم آئے گی۔

اصل بات یہ ہے کہ نص اپنے سواء کو شامل ہی نہیں تو اس سے نفی یا ثبوت بھی لازم نہیں آسکتا۔ کوئی شخص کہتا ہے: ''جاءنی حامد'' میرے پاس حامد آیا۔ تو اس قول سے

محمود کا کوئی ذکر ہی نہیں سمجھ آ رہا کہ وہ آیا یا نہیں آیا۔

## انصار کے قول کا جواب:

انصار نے بغیر انزال کے ذکر کو نکالنے پر جو عدمِ غسل کا قول کیا ہے وہ مفہومِ مخالف سے نہیں بلکہ جو حدیثِ پاک میں ''بالماء'' پر الف لام ہے' اس کو استغراقی بنانے کی وجہ سے کیا ہے کہ غسل صرف پانیوں کے ذکر سے نکلنے کی وجہ سے ہے' بغیر پانی کے نکلنے کے غسل لازم نہیں آتا۔ لیکن ان کے اس قول سے تو لازم آئے گا کہ غسل مذی اور ودی سے بھی لازم آئے' حالانکہ ایسا نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ الف لام عہدِ خارجی بنایا جائے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

(ماخوذ از نور الانوار بحث ذکر الوجوہ الفاسدۃ ص164,165)

## نور الانوار کی بحث سے ایک اور سر دردی ختم ہو گئی:

جب مفہوم مخالف کا قول ہی باطل ہے جس سے بعض اوقات کفر لازم آتا ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ ''نعرۂ تحقیق'' کا جواب ''حق چار یار'' دینے سے یا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا باطل ہونا لازم آئے گا یا دوسرے صحابہ کا ناحق ہونا لازم آئے گا۔ کاش! مفہوم مخالف کے قول کا مردود ہونا سمجھ آ جائے تو ''نعرۂ تحقیق'' کا جواب ''حق چار یار'' بھی صحیح سمجھ آ جائے۔

مسائل کی تحقیق سے ہٹ کر اقوال بھی سوائے فتنہ وفساد کے کچھ نہیں۔ زیادہ وضاحت راقم نے ''نجوم الفرقان'' اور ''نجوم التحقیق'' میں کر دی ہے۔

## شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتح العزیز (تفسیر عزیزی) میں فرماتے ہیں:

پہلے آپ نے تفضیلیہ کا اعتراض ذکر کیا کہ ''اتقی'' سے مراد صرف ''تقی'' ہے یعنی پرہیز گار نہ کہ وہ اپنے سب ماسوا سے زیادہ پرہیز گار ہو کہ آخر تقویٰ صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ سے یقینی طور پر کم تھا تو ان پر لفظ ''اتقی'' مطلقاً کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور

"اتقی" جب بمعنی "تقی" لے لیا تو اب آیہ کریمہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت سے کچھ تعلق نہ رہا۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اہلِ سنت و جماعت میگوند که اتقی را بمعنی تقی گرفتن خلاف لغت عربیت ست پس حمل کلام الهی که قرآن عربی ست بران درست نباشد و ضرورت کم درین حمل بیان کرده اند مندفع ست بآنکه کلام در سائر ناس ست نه در پیغمبران علیهم الصلوٰة والسلام زیرا که از شریعت معلوم ست که پیغمبران در کرامت و منزلت عندالله ممتازند' آنها را برسائر ناس وسائر ناس را بآنها قیاس نتوان کرد پس عرف شرع درمقام بیان تفاضل وافزونی مراتب این قسم الفاظ رامخصوص بامت میسازد و تخصیص عرفی ازتخصیص ذکری قوی ترست۔

(فتح العزیز المعروف تفسیر عزیزی)

اہلِ سنت جواب دیتے ہیں کہ "اتقی" کو بمعنی "تقی" کے لینا عربی لغت کے خلاف ہے۔ پس کلامِ الٰہی کو اس معنی پر محمول کرنا درست نہیں ۔ اس کو اسی معنی پر محمول کرنے کی ضرورت ہے جو مقصود بھی ہے اور اس سے اعتراض بھی مندفع ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ کلام باقی لوگوں میں نازل ہوا ہے، انبیاء کرام کے حق میں نازل ہی نہیں۔ انبیاء کرام عزت و مرتبہ میں باقی لوگوں سے ممتاز ہیں، انبیائے کرام کو باقی لوگوں پر اور دوسرے لوگوں کو انبیاء کرام پر قیاس کرنا جائز نہیں۔ پس عرفِ شرع میں فضیلت کو بیان کرنے اور مراتب کی زیادتی کو بیان کرنے کے مقام میں امت کیلئے اس قسم کو مخصوص کیا گیا ہے نیز تخصیص عرفی تخصیص ذکری سے زیادہ قوی ہے۔

(مطلع القمرین اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ص 202)

## علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا ارشادِ گرامی:

جسے آپ نے "تنبیہ" سے شروع فرمایا: آگے کسی کی قسمت کہ وہ متنبہ

ہو جائے یا پھر بھی خوابِ غفلت میں خراٹے لیتا رہے۔

تنبیہ:

قد علمت مما ذكر ان فرض المسئلة في لفظ له عموم أما آية نزلت في معين ولا عموم للفظها فانها تقصر عليه قطعا كقوله تعالى وسيجنبها الاتقى الذي يؤتى ماله يتزكى فانها نزلت في ابى بكر الصديق بالاجماع ' وقد استدل بها الأمام فخرالدين الرازي مع قوله ان اكرمكم عند الله اتقاكم على أنه افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ووهم من ظن ان الآية عامة في كل من عمله اجراء له على القاعدة وهذا غلط فان هذه الآية ليس فيها صيغة عموم اذ الالف و الام انما تفيد العموم اذا كانت موصولة أو معرفة في جمع زاد قوم أو مفرد بشرط ان لايكون هناك عهد واللام في الاتقى ليست موصولة لانها لا توصل بأفعل التفضيل اجماعاً والاتقى ليست جمعا بل هو مفرد والعهد موجود خصوصا مع ما يفيده صيغة أفعل من التميز وقطع المشاركة فبطل القول

خبردار!! آگاہ ہو جاؤ! جو ہم نے پہلے ذکر کیا اس سے تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ لفظ میں اگر عموم پایا جائے تو اس کا حکم کیا ہے لیکن اگر آیۃ کسی معین شخص کے بارے میں نازل ہوا اور اس کے لفظ میں بھی عموم نہ ہو تو وہ قطعی طور پر اسی شخص پر بند ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی (وسیجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى) بیشک یہ آیۃ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اس میں اجماع پایا گیا ہے۔ اسی آیۃ سے اور اس کے ساتھ دوسری آیۃ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) کو ملا کر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے دلیل پکڑی اس پر کہ بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (اور تمام انبیاءِ کرام کے بعد) سب لوگوں سے افضل ہیں۔ البتہ ان لوگوں کو وہم ہوا جنہوں نے گمان کیا کہ یہ آیۃ عام ہے ہر شخص نے جس نے یہ عمل (تقویٰ اور مال خرچ کرنے کا) کیا۔ انہوں نے لفظ کو عام رکھ کر اس کے قاعدہ پر جاری کیا حالانکہ ان کا یہ گمان غلط ہے، بیشک اس آیۃ کریمہ میں عموم

کا کوئی صیغہ نہیں پایا گیا۔ الف لام عموم کا فائدہ اس وقت دیتا ہے جبکہ موصولہ ہو۔ یا الف لام تعریف کا جمع پر داخل ہو۔ اور نحویوں نے یہ بھی ان دو صورتوں پر زائد صورت بیان کی کہ یا الف لام تعریف کا مفرد پر داخل ہو

بالعموم وتعين القطع بالخصوص والقصر على من نزلت فيه رضي الله عنه

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع التاسع معرفة سبب النزول ج1 ص30 سہیل اکیڈمی لاہور)

لیکن وہاں معہود نہ ہو۔ "الاتقی" پر الف لام موصول بھی نہیں کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ اسم تفضیل پر الف لام موصول داخل نہیں ہوتا اور "الاتقی" جمع بھی نہیں کہ اس پر الف لام عموم پر دلالت کرے بلکہ یہ مفرد ہے اور معہود موجود ہے۔ خصوصاً جب افعل (اسمِ تفضیل) کا صیغہ دوسروں سے ممتاز کرنے اور مشارکت کو ختم کرنے کے لئے آئے تو عموم کا قول باطل ہے قطعی طور پر اس کا خصوص اور انحصار متعین ہوگا اسی کے حق میں جس کے حق میں آیہ نازل ہوئی۔ انتہی۔

فائدہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع اور قطعیت صدیوں سے آرہی ہے۔ علماءِ متاخرینِ ہند (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین سے قائم و دائم ہے)۔ ابھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب جو تفضیلیوں کو دیا گیا ہے کہ "اتقی" اپنے معنیٰ تفضیلی میں استعمال ہے۔ اس کی تفصیل جاری ہے، تفاسیر کا ذکر آنے والے مقدمہ کی تفصیل کو سمجھنے کیلئے ہے۔ جواب کی تکمیل پر ان شاء اللہ تشنگی ختم ہو جائے گی۔

## اشقی کے متعلق مفسرین کرام کے ارشادات:

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ (سورة الليل)

نہیں جلے گا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور پھر گیا۔

(لا يصلها الا الأشقى) اى لا يدخلها دخولا تحيط به من جميع جوانبه الا الاشقى ثم فسره فقال (الذى كذب) اى بقلبه (وتولى) اى عن العمل

(نہیں جلے گا آگ میں مگر بڑا بد بخت) اس کا مطلب یہ ہے کہ آگ میں نہیں داخل ہوگا اس طرح کہ آگ اس کا تمام جانبوں سے احاطہ کر رہی ہو مگر وہی جو بڑا بد بخت ہوگا۔

بجوارحه وارکانه

پھر آگے بڑے بدبخت کی وضاحت کی۔
فرمایا: وہ جس نے جھٹلایا دل سے' اور پھر گیا
اعضاء وارکان کے ذریعے عمل کرنے سے۔

(ابنِ کثیر ج6 ص477)

تفسیر ابنِ کثیر کے بیان سے واضح ہوا کہ ''اشقیٰ'' اپنے ہی معنیٰ (یعنی اسمِ تفضیل کے معنیٰ میں) میں استعمال ہے۔ آیۃ کریمہ سے یہ ثابت نہیں ہورہا کہ شقی (بدبخت) مطلقاً آگ میں داخل نہیں ہوگا بلکہ اس آگ کے طبقہ میں داخل نہیں ہوگا جو جمیع جوانب سے گھیرے ہوئے ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری پریشانیاں مفہومِ مخالف والوں کیلئے ہیں۔ جب بنیاد ہی باطل ہے تو اس پر تعمیر ہونے والا محل ہی باطل ہے۔

قال الأمام احمد حدثنا ابن لهيعة حدثنا عبد ربه بن سعيد عن المقبرى عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يدخل النار الاشقى قيل ومن الشقى قال الذى لا يعمل بطاعة ولا يترك لله معصية (مسند احمد' ضعيف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ میں نہیں داخل ہوگا مگر بدبخت۔ آپ سے پوچھا گیا: بدبخت کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو طاعت کا عمل نہ کرے اور معصیت کو نہ چھوڑے۔

حدیث ضعیف ہونے کے باوجود مقصد کے منافی نہیں کیونکہ ''شقی'' نے آگ میں داخل ہونا ہی ہے' اس کی نفی ہی نہیں۔ البتہ جمیع جوانب سے احاطہ کرنے والی آگ میں صرف ''اشقیٰ'' لوگوں نے ہی داخل ہونا ہے۔

وقال الامام احمد حدثنا يونس و سريج قالا حدثنا فليح عن هلال بن على عن عطاء بن يسار عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ كل امتى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تمام امت قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگی مگر انکار کرنے والے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول

يدخل الجنة يوم القيامة الا من ابى' قالوا: ومن يأبى يا رسول الله ؟ قال من أطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقد أبى و رواه البخارى عن محمد بن سنان عن فليح به۔

(بخاری رقم الحدیث 7280 مسند احمد 261/2)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انکار کرنے والے کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی وہی انکار کرنے والا ہے۔

**بیضاوی نے بیان کیا:**

(لا یصلها) لا یلزمها مقاسیا شدتها (الا الاشقی) الا الکافر فان الفاسق وان دخلها لم یلزمها ولذلك سماه اشقی و وصفه

(نہیں جلے گا آگ میں) یعنی بہت زیادہ شدت سے کوئی آگ سے چمٹ کر یعنی آگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا مگر بڑا بدبخت۔ بڑے بدبخت سے مراد کافر ہے کیونکہ اس سے کم بدبخت فاسق ہے وہ اگرچہ آگ میں داخل تو ہوگا لیکن آگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اسی وجہ ''اشقی'' ذکر کیا گیا۔

''اشقی'' کی آگے تعریف بیان کر دی (الذی کذّب وتولی) ای کذب الحق واعرض عن الطاعة یعنی بڑا بدبخت وہ ہے جس نے حق کی تکذیب کی اور طاعت سے پھر گیا۔

سورۃ اعلیٰ میں بیضاوی نے ''اشقی'' کو تفضیل کے معنی میں برقرار رکھا۔

(ویتجنبها) ای و یتجنب الذکری (الاشقی) الکافر فانه اشقی من الفاسق او الاشقی من الکفرة لتوغله فی الکفر (الذی یصلی النار الکبری) نار جهنم فانه علیه السلام قال نارکم هذه جزء

وہ جو نصیحت حاصل کرنے سے دور رہا وہ بڑا بدبخت ہے کیونکہ وہ کافر ہے فاسق سے بڑا بدبخت ہے یا وہ جو کفر میں زیادہ ہی گھرا ہوا ہے وہ عام کافروں سے بڑا بدبخت ہے وہ بڑی آگ میں جلے گا بڑی آگ جہنم کی آگ

ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کا (۷۰) واں حصہ ہے یا بڑی آگ سے مراد وہ آگ ہے جو جہنم کے سب سے نیچے حصہ میں سخت عذاب والی ہوگی، جو منافقین کیلئے ہوگی جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ''ان المنافقین فی الدرک الأسفل من النار'' (بیضاوی)

من سبعین جزأ من نار جهنم أو ما فی الدرك الأسفل منها۔

## علامہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال ابنِ عباس نزلت فی أمیة بن خلف و امثاله الذین کذبوا محمدا والانبیاء قبله

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیۃ امیہ بن خلف اور اس کی مثل لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ''اشقی'' سے مراد بڑا بد بخت لیا ہے۔

## قاضی ابوبکر باقلانی کے اعتراضات کے جوابات:

### اعتراض نمبر ا:

قاضی کہتے ہیں: اگر ''اشقی'' کو اپنے ظاہری (تفضیل) کے معنی میں رکھا جائے تو اس سے لازم یہ آئے گا کہ جب کافر نے تکذیب نہ کی اور اعراض نہ کیا وہ جہنم کی آگ میں نہیں جلے گا' حالانکہ یہ باطل ہے۔

### جواب:

ہر کافر نبی کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کرتا اور نبی کے سچا ہونے پر دلائل میں نظر کرنے سے اعراض کرتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا ہی درست نہیں کہ بعض کافر ایسے ہوتے ہیں جو تکذیب نہیں کرتے اور اعراض نہیں کرتے۔

### اعتراض نمبر ۲:

اگر ''اشقی'' کو تفضیل کے معنی میں رکھا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ لوگوں کو گناہ کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی کیونکہ وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی، تکذیب نہ کی اور اعراض نہ کیا تو جب اسے پتہ چل گیا کہ میں نے جہنم میں داخل نہیں ہونا تو وہ تو گناہوں پر دلیر ہوگا۔

**جواب:**

معصیت پر ابھارنے والا قول ضعیف ہے کیونکہ معصیت پر دنیا میں مذمت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا اس معنی میں ذکر ہے کہ وہ اس کو تعظیم و تکریم عطاء نہیں کرے گا اور ثواب نہیں عطاء کرے گا اور شائد عذاب کسی اور وجہ سے دے کیونکہ عذاب صرف آگ میں داخل کرنے میں منحصر نہیں۔

**اعتراض نمبر ۳:**

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا: ''وسیجنبھا الاتقی'' اس سے واضح ہے کہ فاسق ''اتقی'' نہیں۔ اس لئے کہ ''اتقی'' وہ ہے جس میں تقویٰ میں مبالغہ پایا جائے جو کبائر کا مرتکب ہو وہ ''اتقی'' نہیں۔ اشقی سے پتہ چلا تا کہ فاسق آگ میں داخل نہیں۔ ''اتقی'' سے پتہ چلا کہ فاسق آگ سے بچے گا نہیں، تو پتہ چلا کہ تفضیل والا معنی ''اشقی'' میں درست نہیں۔

**جواب:**

''وسیجنبھا الاتقی'' دلالت ہی غیر اتقی پر نہیں کر رہا مگر مفہوم مخالف کے طور پر وہ دلیل ہی درست نہیں۔ (ماخوذ از کبیر ج ۳۱ ص ۲۰۳ تا ۲۰۴)

**راقم کا مؤقف:**

تقریباً تفسیر ابنِ کثیر سے ہی ملتا ہے کہ ''وسیجنبھا الاتقی'' اور آنے والی

صفات کا تعلق تمام مؤمنین پرہیز گاریوں سے بالعموم کیا جائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بالخصوص کیا جائے یعنی سب ایمان والے پرہیز گاروں کو "تقی" کہا جائے اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اس صفت میں اسبق اور اقدم مانا جائے۔ "اتقی" آپ کو ہی کہا جائے۔ "افضل" آپ کو ہی کہا جائے تو درست ہے کیونکہ مفہومِ مخالف کی باطل دلیل کی رٹ لگانا چھوڑ دیا جائے تو مسئلہ روزِ روشن کی طرح نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

## چوتھے اور پانچویں مقدمہ کی تفصیل:

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المقدمة الرابعة هذا التاويل الذى فتحنا ابواب الكلام على ايهانه اعنى تفسير الاتقى بالتقى انما هو مروى عن عبيدة كما صرح به العلامة النسفى رحمه الله فى مدارك التنزيل وحقائق التاويل۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۵۶)

چوتھا مقدمہ یہ تاویل جس کا ضعف بتانے کیلئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابو عبیدہ سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ ابو البرکات نسفی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں کی ہے۔

قال ابو عبيدة الاشقى بمعنى الشقى وهو الكافر والاتقى بمعنى التقى وهو المؤمن لأنه لا يختص بالصلى اشقى الاشقياء ولا بالنجاة اتقى الاتقياء وان زعمت انه تعالى ذكر النار فاراد نارا مخصوصة بالاشقى فما تصنع لقوله وسيجنبها الأتقى الذى لأن التقى تلك النار المخصوصة لا الاتقى منهم خاصة

ابو عبیدہ نے کہا: "اشقی" بمعنی شقی کے ہے اور وہ کافر ہے اور "اتقی" بمعنی تقی ہے، اس سے مراد مؤمن ہے۔ اسلئے کہ آگ میں سب اشقیاء بدبخت (کفار) جلیں گے، سب سے بڑے شقی یعنی اشقی کی خصوصیت نہیں۔ اسی طرح نجات بھی تمام تقی پرہیز گاروں یعنی تمام مومنوں کو حاصل ہونی ہے۔ سب پرہیز گاروں سے افضل کیلئے خاص نہیں۔ اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کی مراد مخصوص

نار (آگ) مراد ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم "وسیجنبھا الاتقی" (یعنی اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے متعلق کیا کہو گے؟ اور کیسے بڑا پرہیزگار ثابت کرو گے جب کہ اس مخصوص آگ سے پرہیزگار نے بچنا ہے۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص560)

## ضمناً مدارک کی بات کو مکمل کرتا چلا جاؤں:

وقیل الآیة واردة فی الموازنة بین حالتی عظیم من المشرکین وعظیم من المؤمنین فارید ان یبالغ فی صفتها فقیل الاشقی وجعل مختصا بالصلی کان النار لم تخلق الا له وقیل الاتقی وجعل مختصا بالنجاة کان الجنة لم تخلق الا له وقیل هما ابوجهل و ابو بکر وفیه بطلان زعم المرجئة لأنهم یقولون لا یدخل النار الا الکافر۔

(مدارک زیر آیۃ ۹۲/ ۱۷)

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آیت وارد ہے دو حالتوں کے تقابل کے بیان کیلئے۔ مشرکوں کا بھی بڑا شخص مراد ہے اور مومنوں کا بھی بڑا شخص مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آگ میں مشرکوں کا بڑا شخص ابو جہل جلے گا گویا کہ آگ اس کیلئے پیدا کی گئی باقیوں کے آگ میں جلنے کی نفی نہیں بلکہ آگ ان کیلئے پیدا ہونے کی نفی ہے اور نجات مومنوں کے بڑے شخص سے خاص ہے۔ گویا کہ جنت اسی کیلئے پیدا کی گئی وہ ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی مومنین کے جنت میں داخل ہونے کی نفی نہیں۔ اسی سے مرجۂ فرقہ کا رد بھی ہو گیا جو کہتے ہیں: آگ میں صرف کافر ہی داخل ہوں گے۔

یہ اس وقت ثابت ہوگا جبکہ "اشقی" بمعنی شقی (کافر) لیا جائے لیکن جب "اشقی" بڑا کافر جس کیلئے آگ پیدا کی گئی لے کر ضمناً دوسرے کفار کو داخل کیا جائے اور شقی بمعنی فاسق لیا جائے تو مسئلہ بھی واضح ہو جائے گا اور مرجۂ کا رد بھی ہو جائے گا۔

راقم نے مدارک کے دوسرے قول کو بھی ذکر کر دیا تا کہ تفضیلیہ صرف پہلے قول پر ہی نہ اتراتے رہیں۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ اشقی بمعنی شقی لینے والوں کی وضاحت فرماتے ہیں:

کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: فانذرتکم نارا تلظی لا یصلھا الا الاشقی الذی کذب وتولی (تو میں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جلے گا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا)۔ اس کو اپنے ظاہری معنی پر رکھنا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں سب بدنصیبوں سے بڑا بدنصیب ہو تو لازم آئے گا کہ وہ فجار' کفار جو بدنصیبی اور گھمنڈ میں اس سے کم رتبے کے بدنصیب ہوں دوزخ میں نہ جائیں اور یہ قطعاً باطل ہے۔ لہٰذا واحدی ورازی وقاضی ومحلی وابوالسعو داور دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا' جن میں یہ لحاظ کیا گیا۔

لیس المراد بالأشقی رجل مخصوص یکون اشقی الا شقیاء بل المعنی من کان بالغا فی الشقاء متناھیا فیہ وھم الکفار عن آخرھم لا نسلا خصم عن السعادۃ بالمرۃ۔

''اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا شقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں حد کو پہنچا ہوا ہو کیونکہ اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ سعادت سے بالکل محروم ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص560,561)

## مؤمنین کے متعلق ان حضرات کا مؤقف:

اما المؤمن الفاجر فان کان لہ وجہ الی الشقاء الزائل فوجھہ الآخر الی السعادۃ الأبدیۃ وھي الایمان۔

لیکن مؤمن فاجر اگر اس میں شقاوت کا بھی ایک پہلو پایا جاتا ہے لیکن وہ زائل ہونے والا ہے اور دوسرا پہلو اس کا سعادت ہے وہ ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والی ہے اس کی وہ سعادت اسے ایمان سے حاصل ہے۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص563)

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا جواب:

فاسق وفاجر مؤمن کیلئے بدبختی کا بھی ایک حصہ پایا گیا اور اسے سعادت کا بھی ایک عظیم حصہ حاصل ہے۔ بدبختی فاسق و فاجر کو بھی حاصل ہے صرف کافروں سے خاص نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے:

ان النبی ﷺ سمی الخبیث الشقی عبد الرحمن بن ملجم الذی قتل السید الکریم المرتضی رضی اللہ عنہ و خضب لحیتہ بدمہ اشقی الآخرین۔

بیشک نبی کریم ﷺ نے خبیث بدبخت عبدالرحمٰن بن ملجم جس نے سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور آپ کے سر کے خون سے آپ کی داڑھی مبارک کو رنگین کیا۔ (اسے آپ نے) پچھلوں کا بڑا بدبخت فرمایا۔

متعدد سندوں سے یہ روایت ثابت ہے۔ حالانکہ وہ خبیث بدبخت خارجی تھا یعنی گمراہ تھا کافر نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ معنی لینے میں منفرد نہیں۔ ذرا پیچھے اوراق میں تفاسیر کے اقوال کو دیکھ لیں بات سمجھ آجائے گی۔

## اشقی کو شقی کے معنی میں لینے اور مومنین کو شقاوت سے نکالنے والوں پر اعتراض:

اعتراض سے پہلے تمہیدی طور پر یہ مسئلہ سمجھیں کہ تین چیزیں ہیں جن کو ذہن میں رکھا جائے:

۱: الاولی الاتصاف بالمبدأ وھو مفاد اسم الفاعل: پہلی چیز ان میں سے یہ ہے کہ فقط مصدری معنی سے متصف ہونا، یہ اسم فاعل کا مفاد ہے۔

۲: والثانی الکثرۃ فیہ وھو مدلول صیغۃ المبالغۃ: اور دوسری چیز ان میں سے یہ ہے کہ مصدری معنی سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں زیادتی پائی جائے لیکن وہ زیادتی معنی اس کی ذات میں بغیر کسی اور کی طرف منسوب کرنے کے ہو۔

۳: والثالث الزیادۃ فیہ عن غیرہ: تیسری چیز ان میں سے یہ ہے کہ مصدری

معنی سے متصف بھی ہو اور اس کے معنی میں زیادتی بنسبت غیر کے پائی جائے۔ ''هو الموضوع له اسم التفضيل'' اس کیلئے اسم تفضیل کو وضع کیا گیا ہے۔

جب کہا جائے: ''اللعين كاذب'' تو اس کا معنی ہے یعنی جھوٹا ہے اور جب کہا جائے: ''اللعين كذّاب'' تو اس کا معنی ہے: یعنی بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔ اور جب کہا جائے: ''اللعين اكذب من الملعونين'' تو اس کا معنی ہے ''لعین اپنے دوسرے لعینوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔

اس لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: ''فالثاني كالوسط بين الأول والثالث'' دوسرا اول اور تیسرے کے درمیان ہے یعنی مبالغہ وسط ہے فاعل اور تفضیل کے۔

## تمہید کے بعد اعتراض سمجھیں:

فاسق و فاجر مسلمانوں کا جہنم میں جانا یقینی امر ہے ان کو ''شقی'' سے نکالنا اور ''اشقی'' کو تفضیل سے خالی کرنا کیسے درست ہے؟

## ان کی طرف سے جواب:

فارادوا به البالغ في الشقاء المتناهي فيه ابقاء لمعنى الزيادة المدلول عليها بصيغة التفضيل۔ کہ ہم نے ''اشقی'' کو مکمل طور پر تفضیل سے خالی نہیں کیا: ''بل المعنى من كان بالغا في الشقاء متناهيا فيه وهم الكفار'' بلکہ ہمارے نزدیک مراد یہ ہے کہ جو بدبختی میں ایک حد تک پہنچا ہوا ہو (یعنی حد سے تجاوز کرنے والا ہو) وہ کافر ہے، یہ معنی لینے میں تفضیل برقرار ہے۔

ابھی تک اعتراض کی ایک شق باقی ہے: کہ فاسق و فاجر مسلمان کا جہنم میں جانا یقینی ہے تو اسے ''شقی'' سے نکالنا کس طرح صحیح ہے؟ تو اس کا جواب واحدی وغیرہ

نے یہ دیا:

لا یصلاھا لایلزمھا فی حقیقۃ اللغۃ یقال صلی الکافر النار اذا الزمھا مقایسا شدتھا وحرھا وعندنا ان ھذہ الملازمۃ لا تثبت الا الکافر۔ اما الفاسق فاما ان لا یدخلھا او ان دخلھا تخلص عنھا۔ اھ

واحدی نے کہا: لزوم اس کا حقیقی معنی ہے۔ جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے" لا یصلاھا" کا معنی حقیقتِ لغت میں "لا یلزمھا" کہا جاتا ہے: "صَلِیَ الکافرُ النارَ" جب وہ آگ کو لازم پکڑے اور اس کی شدت وحرارت کو برداشت کرے وہ کہتے ہیں: ہمارے نزدیک آگ کو لازم پکڑنا صرف کافر کیلئے ہے۔ مسلمان فاسق وفاجر یا تو جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا۔ اگر داخل ہوا تو وہ آگ کو لازم نہیں پکڑے گا بلکہ اسے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص561 تا563)

## شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آگ میں فاسق وفاجر مسلمانوں نے بھی جب جانا ہے تو آگ کو کفار سے خاص کرنے کی دو وجہ ہوسکتی ہیں:

﴿۱﴾: یہ کہ اس آیت میں نار سے مراد وہ نار ہو جو کفار کیلئے خاص ہے اور فاسق وفاجر مسلمانوں کیلئے عام آگ ہو۔

﴿۲﴾: دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں یعنی فاسق وفاجر لوگوں کو آگ میں پاک کرنے اور مہذب بنانے کیلئے داخل کیا جائے گا۔ اس لئے ان کا آگ میں جانا نہ جانے کی طرح ہوگا اور آگ میں مکمل جانا وہ ہوگا جس کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہوگا اس آیۃ کا تعلق کفار سے خاص ہو جائے گا۔

## علامہ رازی رحمہ اللہ نے ایک اور توجیہ کی:

ھو ان یخص عموم ھذا الظاھر بالآیات الدالۃ علی وعید الفساق

آپ فرماتے ہیں: آیۃ کو کفار سے اس طرح خاص کر لیا جائے اور فساق کو اس سے خارج

کیا جائے کہ یہ کہا جائے جو آیات فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہیں وہ وجہ تخصیص ہیں۔

مطلب یہ کہ کفار کیلئے جلنا ہو اور فساق کیلئے صرف وعید ہو۔ (کبیر)

لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں ایک تو تاویل اور تخصیص جمع ہو رہی ہیں جس کی ضرورت نہیں۔ پھر وعید صرف دھمکانے کا نام تو نہیں آگ میں جلنے کی خبر بھی وعید ہے۔ فرق صرف اتنا کیا جاسکتا ہے کفار کیلئے وعید زیادہ سخت ہو بنسبت فاسق و فاجر مسلمانوں کیلئے۔

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 565، فتح العزیز المعروف ب تفسیر عزیزی)

تنبیہ:

تفسیر کبیر کے ترجمہ کو راقم نے جو پہلے ذکر کیا کہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو وجہ ذکر کیں، ان کو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے رد کیا لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام میں قاضی کی دو وجہ کو ترجیح دی۔ بہت طویل بحث کی علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی کے قول کے جو جواب دیئے تھے۔ ان کے ضعف کو بیان کیا لیکن راقم یہاں صرف قاضی کی دو توجیہات کو ذکر کر رہا ہے۔ بہت طویل بحث سے پہلو تہی کرنا بہتر سمجھا کہ مقصود کو سمجھنے سے ملال نہ آئے۔

## پہلی وجہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی:

الأول ان یکون المراد بقوله " نارا تلظی " نارا مخصوصة من النیران لأنها درکات بقوله تعالی ان المنافقین فی الدرك الأسفل من النار فالآیة تدل علی ان تلك النار المخصوصة لا یصلاها سوی هذا الاشقی ولا تدل علی

پہلی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "نارا تلظی" سے مراد دوزخیوں کی آتش سے مراد ایک مخصوص آتش مراد ہے اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔ اب آیۃ اس معنی پر دلالت کرتی

ان الفاسق وغیر من هذا صفتہ من الکفار لا یدخل سائر النیران۔

(مفاتیح الغیب المعروف زیرِ آیۃ ۹۲/ ۱۴، ۱۵)

ہے کہ مخصوص آگ میں یہی ''اشقی'' جائے گا اور اس کا یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں۔ انتہی

(فتاوی رضویہ ج28 ص566)

## دوسری وجہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمائی:

الثانی من وجھی القاضی ان المراد بقولہ تعالی " نارا تلظی " اجمع و یکون المراد بقولہ تعالی "لا یصلاھا الا الاشقی ای ھذا الاشقی بہ أحق وثبوت ھذہ الزیادۃ فی الاستحقاق غیر حاصل الا لھذا الأشقی انتھی۔

(مفاتیح الغیب (کبیر) زیرِ آیۃ ۹۲/ ۱۵، ۱۶

دوسری وجہ قاضی نے یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''نارا تلظی '' میں جس نار کا ذکر ہے اس سے مراد جہنم کی تمام آتشیں (آگیں) ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد'' لایصلاھا الا الأشقی ''اس میں نہیں جلے گا مگر سب سے بڑا بد بخت ) سے مراد یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا بد بخت جہنم کی سب آگوں کا مستحق ہوگا اگر چہ جلے گا ایک ہی سخت آگ میں، یعنی سب سے زیادتی سب آگوں میں سے ہر ایک کے مستحق ہونے کی سب سے بڑے بد بخت کو حاصل ہوگی۔

## زمخشری نے یہ وجہ بیان کی:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: قاضی ابوبکر کی توجیہ کے قریب ہی زمخشری کی توجیہ ہے جس پر زمخشری نے کشاف میں اس پر اکتفاء کرتے ہوئے جزم کیا۔ زمخشری کی وہ توجیہ امام نسفی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ آیۃ مشرکین کے ایک عظیم اور مؤمنین کے ایک کے دو متقابل صفتوں میں فرمایا جائے۔ اس لئے ''اشقی'' فرمایا گیا اور اسے جہنم کی آگ میں جانے کیلئے اس معنی میں مخصوص ٹھہرایا گیا ہے گویا کہ جہنم کی آگ اسی کیلئے پیدا کی گئی۔ اور ''اتقی'' فرمایا گیا کہ نجات اور

جنت کا وہی مستحق ہے گویا کہ جنت اسی کیلئے پیدا کی گئی۔(مدارک)

راقم نے مدارک کا یہ قول پہلے اس عنوان (ضمناً مدارک کی بات مکمل کرتا چلا جاؤں) سے نقل کردیا جو دو صفحات پیچھے جانے سے آپ کو مل جائے گا۔

**یہ مسئلہ گرائمر کا ہے:**

کہ "اشقی" اسم تفضیل ہے اسے اپنے حقیقی معنی سے بلاوجہ پھیرنا درست نہیں۔اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان الزمخشری له ید طولی و کعب علیا فی فنون الأدب وصنائع الادباء فقول الرازی أنه ترك الظاهر من غیر دلیل اه غیر مستحسن۔

بیشک زمخشری کو فنون ادب اور ادیبوں کی صنعت میں بڑی دسترس حاصل ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے اس لئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا (تفسیر کبیر زیر آیۃ ۹۲۔۱۷) یہ کہنا کہ زمخشری کی توجیہ سے تو ظاہر کو بغیر دلیل کے چھوڑنا لازم آئے گا لیکن امام رازی کا زمخشری پر یہ اعتراض مستحسن نہیں۔(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۷۳ تا ۵۷۴)

**سب سے پہلے ابو عبیدہ نے ہی اشقی بمعنی شقی اور اتقی بمعنی تقی لیا:**

هذا ما یتعلق بحكم الأشقی ولا شك ان الكلام ههنا محتاج بظاهر الی تاویل أو توجیه لكن ابا عبیدة زاد فی الشطرنج بغلة ثم تتابع فی قوم من المتاخرین ینقلون كلامه من دون تنقیح۔

ابھی تک جو ہم نے بیان کیا اس کا تعلق "اشقی" سے تھا اور کوئی شک نہیں کہ اس مقام میں کلام اپنے ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابو عبیدہ نے شطرنج کے لہروں میں اپنا خچر بڑھا دیا (یعنی سلف کے خلاف درمیان میں ٹانگ اڑا دی) پھر متاخرین میں سے کچھ لوگ لگاتار اس کے کلام کو نقل کرتے رہے لیکن انہوں نے اس میں چھانٹ بینٹ کر کے کوئی تحقیق نہ کی۔

جیسا کہ "الاتقان" میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کردیا گیا کہ بعض

اوقات بغیر تحقیق کے مفسرین کسی کلام کو نقل کرتے چلے جاتے ہیں حالانکہ وہ تحقیق کے خلاف ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۷۵)

## حق اور راجح بات کو ماننا ہی کمال ہے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے ''اشقی'' کی توجیہات سے اختلاف کیا اور ''اتقی'' میں ان کی تفسیر پر جزم کیا۔ پتہ چلا کہ کوئی اختلاف ذاتی نہ تھا بلکہ تحقیق کا اختلاف تھا۔ یہی اختلاف رحمت ہے، جس کے متعلق مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان اختلاف امتی رحمۃ'' بیشک میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علامہ رازی رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

رحم اللہ الرازی حیث تفطن لھذا فذکر فی الاشقی قولا أنہ بمعنی الشقی ولم یذکرہ فی الأتقی رأسا بل صرح بخالفہ حیث قال " ھذا لا یدل علی غیر الاتقی الا علی سبیل المفھوم والتمسک بدلیل الخطاب الخ۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بہت خوب سمجھا کہ (اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کا وصف بیان فرمایا ہے جو سب سے بڑا پرہیز گار ہو۔ یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دور رکھا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچایا جائے گا) ''اشقی'' میں ایک قول آپ نے ذکر فرمایا جس میں ''اشقی'' کو شقی کے معنی میں لیا لیکن ''اتقی'' میں اسے بالکل ذکر نہیں کیا۔ بالکل اس کے واضح طور پر بیان کرتے ہوئے (مفاتیح الغیب (کبیر) زیرِ آیۃ ۹۲۔۱۷) یہ فرمایا: یہ آیۃ کریمہ جس میں ''اتقی'' کیلئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر مفہوم مخالف کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمسک کے طور پر مراد لی جائے۔ لیکن مفہوم مخالف کا قول ہی باطل ہے۔

## مفہوم مخالف کے قائلین بھی یہاں دلیل نہیں بنا سکتے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اقول بل ولا یتمشی علی مذھب القائلین

میں کہتا ہوں: بلکہ یہ بات ان کے مذہب پر

بمفهوم الصفة ایضا فان الکلام مسوق لمدح الاتقی کما یدل علیه سبب النزول ومقام المدح والذم مستثنی عندهم ایضا کما هو مذکور فی کتب الأصول۔

بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں' اس لئے یہ کلام "اتقی" کی مدح کیلئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس کے شانِ نزول سے سمجھ آرہا ہے۔ان لوگوں کے نزدیک بھی مقامِ مدح یا مقامِ مذمت مفہوم مخالف کا قانون جاری نہیں ہوتا جیسا کہ اصولِ فقہ کی کتب میں مذکور ہے۔

## بعض مفسرین پر تعجب ہے !!!

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فیا للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی کیف تمسك ههنا بالمفهوم مع أنه لیس محله بالاتفاق وأشد العجب مِن القاضی الأمام ابی بکر الشافعی اذ زل قدمه فمال الی أفادة الحصر مع أنه یخالف ائمته فی القول بالمفهوم رأسا۔

تعجب ہے قاضی بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر کہ انہوں نے اس مقام میں مفہوم مخالف کو کیسے دلیل بنایا جبکہ یہ مقامِ مدح ہے۔اور مقام مدح میں مفہوم مخالف کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو پتہ چلا کہ یہ مقام مفہوم مخالف کا بالاتفاق نہیں۔اور بہت زیادہ تعجب ہے قاضی امام ابو بکر شافعی پر جب ان کا قلم بھی پھسل گیا کہ وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیۃ کریمہ حصر کا فائدہ دے رہی ہے۔حالانکہ مفہوم مخالف کے قول میں اپنے ائمہ کے مخالف ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص576,577)

## مقام توجہ !!

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے ابو عبیدہ کا قول مکمل رد کر دیا کہ اس نے "اشقی" کو شقی کے معنی میں اور "اتقی" کو تقی کے معنی میں جو لیا ہے' وہ باطل ہے۔اور علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو بھی اس میں ضعیف کہا جو انہوں نے "اشقی" کو شقی کے معنی میں لیا اور

ان کے قول کو صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ بہت خوب کہا جو انہوں "اتقی" بمعنی تقی نہیں لیا بلکہ "اتقی" کو اپنے معنیٰ تفضیل پر ہی رکھا۔ اور قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو ترجیح دی کہ "اشقی" اپنے تفضیل معنی پر ہی ہے بمعنی شقی نہیں۔ اور افضلیت کی قطعیت پر ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو لیا اور قاضی ابوبکر باقلانی کے قول کو قبول نہ کیا۔ اسی طرح قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب کرتے ہوئے ان کے قول کو بھی چھوڑا۔

وجہ صرف یہ کہ راجح اقوال کو لیا اور مرجوح کو چھوڑا یہی طریقہ مستحسن اور درست ہے۔ لیکن خیال کیا کہ کوئی سر پھرا یہ نہ کہہ دے کہ کیا وجہ ہے کبھی ابوبکر باقلانی وغیرہ کے قول کو رد کیا جارہا اور کبھی ترجیح دی جارہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اسی کا جواب دینے کیلئے شاید آپ نے یہ بیان فرمایا:

و هكذا يرينا الله آياته في الأفاق وفي انفسنا كيلا يغتر مغتر بدقة انظاره ولا يسخر ساخر من عاثر في افكاره اذ نرى كل صارم ينبو و كل جواد يكبو فعلام يزهو من يزهو وسقى الله عهد من قالوا سادة كرام قادة الأمة ابراهيم النخعي ومالك بن انس وغيرهما من الائمة اذا قالوا ولنعم ما قالوا كل أحد ماخوذ من كلامه ومردود عليه الا صاحب هذا القبر صلى الله عليه وسلم نسأل الله الوقاية في البداية والنهاية والحمد لله رب العالمين۔

اور اسی طرح دیکھتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفسوں میں تاکہ کوئی دھوکا نہ کھائے اپنی باریک بینی پر اور کوئی مزاح اترانے والا اپنے افکار میں پھسلنے والے پر مزاح نہ اڑائے۔ جب ہم دیکھ رہے ہیں ہر تلوار اچٹتی ہے اور ہر گھوڑا گرتا ہے۔ تو کسی وجہ سے گھمنڈ کرنے والا گھمنڈ کرے۔ کیا خوب کہا ابراہیم نخعی اور مالک بن انس وغیرہ ائمہ نے سقی اللہ عہدھم جوامت کے سردار اور قائد ہیں (جنہوں نے یہ فرمایا) کہ ہر شخص کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کی ہر بات

(الیواقت والجواهر المبحث التاسع والاربعون ج 2' الانصاف لولی اللہ دہلوی ص 13)

قبول ہے۔ (ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگتے ہیں ابتدا و انتہا میں اور سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا)۔

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 577)

## ابو عبیدہ کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا ارشاد:

''اتقی'' کی تفسیر تقی سے کرنا یہ صرف ابو عبیدہ سے منقول ہے چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارک التنزیل میں کی ہے (بعد میں کئی مفسرین نے اسے بلا تحقیق نقل کیا) اور یہ ابو عبیدہ ایک آدمی ہے نحو و لغت کا عالم' جو ساتویں طبقہ پر ایک فرد ہے۔ اس کا نام معمر بن المثنی ہے۔ ''کان یری رأی الخوارج و کان سلیط اللسان وقاعا فی العلماء '' یہ خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا اور یہ بدزبان تھا اور علماء کے خلاف بری زبان رکھتا تھا۔

## بعض نے کہا: ابو عبیدہ خارجی ہونے سے متہم تھا:

وقال ابن حجر العسقلانی فی التقریب معمر بن المثنی ابو عبیدۃ التیمی مولاھم البصری النحوی اللغوی صدوق اخباری وقد رمی برأی الخوارج من السابعۃ مات سنۃ ثمان وما ئتین وقیل بعد ذلک وقد قارب المائۃ اھ۔

(تقریب التہذیب ترجمہ معمر المثنی)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں بیان کیا ہے کہ معمر بن مثنی ابو عبیدہ تیمی بنو تیم کا غلام تھا جسے آزاد کر دیا گیا تھا۔ بصری' نحوی' لغوی اور سچا تھا۔ تاریخ کا راوی تھا اور اس پر خارجیوں کے مذہب ہونے کی تہمت تھی۔ طبقہ ہفتم کے علماء سے تھا۔ ۲۰۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بعض نے کہا ۲۰۸ھ کے بعد انتقال ہوا۔ اس کی عمر سو سال کے قریب تھی۔

## ابوعبیدہ (تاء سے) اورابوعبید (بغیر تاء) کے دو شخص علیحدہ علیحدہ ہیں:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ابو عبید القاسم بن سلام احسن منه حالا والبصر منه بالحديث"

ابوعبیدہ کے شاگرد ابوعبید کا حال اس سے اچھا تھا اور انھیں حدیث میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔

○ وقد قال ابن خلكان كما نقل الفاضل عبد الحي في مقدمة الهداية ابو عبيد بغير تاء مذكور في باب الجنايات من كتاب الحج اسمه القاسم بن سلام ذا باع طويل في فنون الأدب والفقه

ابن خلکان نے بیان کیا ہے جیسا کہ فاضل عبدالحی لکھنوی نے مقدمہ ہدایہ میں نقل کیا ہے کہ ابوعبید (بغیر تاء) کے کتاب الحج کے باب الجنایات میں جو مذکور ہے ان کا نام قاسم بن سلام ہے۔ادب کے فنون وفقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔

قال القاضي احمد بن كامل كان ابو عبيد فاضلا في دينه متفننا في اصناف العلوم من القراء ات والفقه والعربية والأخبار حسن الرواية صحيح النقل۔

قاضی احمد بن کامل نے فرمایا: ابوعبید اپنے دین میں فاضل تھے اور مختلف علوم قراءت و فقہ وعربیت و تاریخ کے ماہر تھے۔ ان کی روایت حسن ہے اور نقل صحیح ہے۔

انہوں نے ابوزید واصمعی وابوعبیدہ وابن العربی وکسائی وفراء غیرہم سے روایت کی۔ اور اہلِ علم لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے حدیث وقرأت وامثال' معانی شعرواحادیثِ عربیہ وغیرہا میں جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان کی تعداد تئیس سے انتیس تک ہے۔''ويقال انه أول من صنف في غريبِ الحديث ''اور بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی غریب احادیث کو علیحدہ کتابی شکل میں جمع کیا۔

## ہلال کہتے ہیں: چار شخصوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے:

وقال الهلال من الله تعالى على هذه

ہلال فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان چار

الأمة باربعة فی زمانهم بالشافعی فی فقه الحدیث و بأحمد بن حنبل فی المحنة ولولاہ لکفر الناس و بیحی بن معین فی ذبّ الکذب عن الاحادیث وبأبی عبید القاسم بن سلام فی غریب الحدیث

شخصوں پر ان کے اپنے اپنے زمانہ میں بڑا احسان فرمایا۔ امام شافعی پر کہ انھیں فقہِ حدیث عطاء کر کے احسان فرمایا۔ اور احمد بن حنبل کو آزمائش میں مبتلا کر کے احسان فرمایا (یعنی وہ آزمائش جس میں حضرت امام احمد بن حنبل زمانہ مامون میں مخالفت عقیدۂ خلق قرآن کے سبب مبتلاء ہوئے) اور اگر امام احمد (اس زمانے میں) نہ ہوتے تو لوگ کافر ہو جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یحیٰ بن معین پر احسان فرمایا کہ انہوں نے احادیث سے جھوٹی روایات کو الگ کر دیا۔ اور ابو عبید بن قاسم بن سلام پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ انہوں نے غریبِ احادیث کو علیحدہ جمع کر دیا۔

ابو عبید کی وفات: مکہ میں ہوئی یا مدینہ ۲۲۲ھ یا ۲۲۳ھ میں اور بخاری نے سن وفات ۲۲۴ھ بیان کیا ہے۔

## ہدایہ کے بعض نسخوں میں غلطی واقع ہوئی:

مذیلة الدرایہ لمقدمة الهدایة لعبد الحی مع الهدایہ' میں ہے: باب الجنایات میں ابو عبید کی جگہ ابو عبیدہ لکھ دیا گیا ہے حالانکہ ابو عبیدہ کا نام معمر بن المثنی ہے۔ اس کے حالات پہلے بیان کر دیئے گئے۔ اور ابو عبید بن قاسم بن سلام ہیں جن کا ابھی قریب ذکر ہو گیا۔ ہدایہ باب الجنایات میں صحیح یہی ہے کہ ابو عبید (بغیر تاء) سے مذکور ہے جیسا کہ ابن خلکان کی معتبر تاریخ سے ثابت ہے۔

اسی طرح عینی شرح ہدایہ میں بھی سہوِ کتابت کی وجہ سے بعض نسخوں میں ابو عبید (بغیر تاء کے) معمر بن المثنی درج ہو گیا اور بعض نسخوں میں ابو عبیدہ (تاء کے ساتھ) قاسم بن سلام بغدادی ذکر ہو گیا۔ صحیح وہی ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا۔

اصل میں ان تمام غلطیوں کی وجہ تاء کا ہونا اور نہ ہونا ہے۔ ایسے الفاظ میں یقیناً لکھنے میں غلطی آجاتی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۵۶ تا ۵۵۸)

اسی طرح کی غلطی ابنِ حزم اور ابنِ ابی حزم میں آرہی ہے۔ ابنِ حزم فتنہ باز تھا اور ابنِ ابی حزم ثقہ راوی ہیں، جن سے حدیث میں امام احمد بن حنبل نے روایات لی ہیں۔ ابنِ ابی حزم کا ثقہ ہونا بعض لوگ ابنِ حزم کیلئے بیان کر دیتے ہیں۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واما قدماء العلماء ککنیف ملئ علما حامل تاج المسلمین نعال رسول الله ﷺ سیدنا عبد الله بن مسعود وحبر الأمة سلطان المفسرین عبد الله بن عباس وعروة بن زبیر و شقیقه عبد الله و افضل التابعین سعید بن المسیب رضی الله عنهم اجمعین فقد رویت لك ذلك ما قالوا فی الآیة۔

علماء متقدمین جیسے علم سے بھرے ہوئے ظرف، حاملِ تاج مسلمانان نقش پائے رسول اللہ ﷺ سیدنا عبداللہ بن مسعود عالم امت، سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر اور ان کے سگے بھائی عبداللہ اور افضل التابعین سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم نے جو آیۃ کریمہ کی تفسیر میں ارشادات فرمائے وہ ہم نے آیۃ کریمہ کی تفسیر میں بیان کر دیئے ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص559, 558)

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے تفصیلی بیان کا خلاصہ:

''اتقی'' اور ''اشقی'' دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں ان کو بلا ضرورت اپنے حقیقی معنی تفضیل سے پھیر کر مجازی معنی تقی اور شقی لینا درست نہیں۔ ''اتقی'' کو اپنے معنی میں رکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی، لیکن دوسرے صحابہ کا معاذ اللہ جہنمی ہونا لازم نہیں آئے گا۔ مفہومِ مخالف کا قول ہی باطل ہے، اس کو دلیل بنانا ہی درست نہیں۔

''اتقی'' مقامِ مدح میں استعمال ہے اور ''اشقی'' مقامِ ذم (مذمت کے مقام ) میں استعمال کیا گیا ہے۔ مفہوم مخالف کے قائلین بھی مقام مدح و ذم میں مفہوم مخالف کو تسلیم نہیں کرتے۔

''اتقی'' کو سب سے پہلے بمعنی تقی ابو عبیدہ معمر بن المثنی نے لیا۔ وہ خارجی تھا یا خارجی ہونے کی صفت سے متہم تھا یعنی حقیقی طور پر خارجی تھا یا خارجی ہونے کی اس پر تہمت تھی، اس لئے وہ غیر معتبر شخص تھا، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تو وضاحت کر دی کہ ''اتقی'' بمعنی تقی ہے جیسا کہ ابو عبیدہ نے بیان کیا لیکن دوسرے مفسرین نے بھی ابو عبیدہ کا ہی قول نقل کیا جنہوں نے بغیر تحقیق کے اس کے قول کو نقل کر دیا۔

مفسرین کی ہر بات کو ماننا ضروری نہیں۔ بعض مفسرین کرام نے اس طرح کے واقعات بیان کئے جو انبیاء کرام اور ملائکہ کی عصمت کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان مقامات میں ایسی تفاسیر کو چھوڑ دیا جائے گا جن میں فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی عصمت کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ صرف ان تفاسیر کا اعتبار کیا جائے گا جن میں تحقیقی بیان ہے۔ انبیاء کرام اور فرشتوں کی عصمت کا لحاظ کیا گیا ہے۔

اسی طرح ''اتقی'' کو ''تقی'' کے معنی میں حقیقت کو بلا وجہ مجاز کی طرف پھیرنا لازم آئے گا، جو درست نہیں اور ابو عبیدہ کی پہلی تفسیر ''اتقی'' کی بمعنی ''تقی'' پر اعتبار کرنا لازم آئے گا۔

غیر مقلدین جس طرح احادیث کو بیان کرتے ہیں، ناسخ و منسوخ کو نہیں ذکر کرتے۔ اسی طرح صرف تعداد کو بیان کرتے چلے جانا، صحیح اور ضعیف کا فرق نہ کرنا کہ صحیح روایت کثیر ضعیف روایات پر بھاری ہوتی ہے۔

یہی بات تفاسیر کے متعلق بھی ہے۔ تعداد کو دیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ

ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ دیکھا جائے کس نے تحقیق سے حقیقت کو بیان کیا ہے۔ اور کس نے بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی وجہ سے حقیقت سے پھیرا ہے۔ جب نظریوں کی جائے گی تو یقیناً انصاف کی نظر کرنے والا بھولنے والے مفسرین کے ان اقوال کو چھوڑ دے گا جن میں ضعف پایا گیا ہے۔

جو تین واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں انبیاء کرام کی عصمت کا لحاظ غالباً بھول کر نہیں کیا گیا' ان میں علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔

''اتقی'' کو ''تقی'' کے معنی میں لینے میں جن مفسرین نے ابوعبیدہ کے قول کا سہارا لیا اور بلا تحقیق اسے نقل کیا ان کو رد کر دیا جائے گا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کو رد کرنا' جس میں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی قطعیت کو اجماع امت سے ثابت کیا ہے اور علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو بیان کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا اور الف لام کی بحث سے اوراق کو بھرنا جن اقسام سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے شرح مائۃ عامل اور فصول اکبری پڑھنے والے طلباء کرام بھی یاد کئے ہوتے ہیں' وہ ساری بحثیں بے اثر ہو گئیں۔

علامہ محلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو جب ''اتقی'' کی بحث میں ماننا ہی درست نہیں تو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی رد نہیں ہوگا بلکہ اپنے اصلی حال میں آب وتاب سے قائم و دائم رہے گا۔ ان شاءاللہ۔

## ہاروت و ماروت کا واقعہ:

بھی مختصر انداز میں راقم اردو میں ہی پیش کر دیتا ہے کہ اس میں بھی مفسرین سے بھول ہوئی جو فرشتوں کی عصمت کا خیال نہیں کیا گیا۔ آیئے! ذرا غور سے دیکھئے!!

''ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے۔ یہ دنیا میں لوگوں کی آزمائش کیلئے ان کے جادو سکھانے کیلئے آئے۔ یہ ایک ''زہرہ'' نامی

عورت پر عاشق ہو گئے کیونکہ ان میں خواہشاتِ نفسانیہ رکھ دی گئی تھیں۔ انہوں نے اس عورت سے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: یا تم میرے بت کو سجدہ کرو۔ یا مجھے اسمِ اعظم سکھا دو جس سے میں آسمانوں پر چلی جاؤں یا تم میرے شوہر کو قتل کرو یا شراب پیو تو میں تمہاری خواہش کو پورا کروں گی۔ انہوں نے اس کے کہنے پر شراب پی لیا لیکن شراب پینے کی وجہ سے سارے جرائم ان سے سرزد ہو گئے۔ نشے کی حالت میں بت کو بھی سجدہ کر لیا۔ اسے اسمِ اعظم بھی سکھا دیا اور اس کے شوہر کو بھی قتل کر دیا۔ اور انہیں بطورِ سزا بابل کے ایک کنویں میں لٹکا دیا۔ قیامت تک لٹکے رہیں گے۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو رد کیا کہ یہ اسرائیلی روایت ہے یعنی یہود کی سازش ہے اس میں فرشتوں کی عصمت کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ اب یہاں بھی دو راہ ہیں: کوئی چاہے تو ہاروت اور ماروت کے واقعہ کو اس انداز پر بیان کرے اور چاہے تو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر عمل کرے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا قصہ کو نقل فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: "ان هذه الرواية فاسدة مردودة غير مقبولة" بیشک یہ روایت فاسد ہے، مردود، مقبول نہیں۔

مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اتنی وجہ بیان کی ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو زمین پر اس لئے بھیجا گیا تھا کہ یہ لوگوں کو جادو کے متعلق بتائیں تاکہ ان لوگوں کو جادو اور معجزہ میں فرق معلوم ہو جائے اور ان کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش میں اس کے حکم کے خلاف کام کرنا باعثِ کفر ہے اور اس کی منشاء کے مطابق کام ذریعہ

نجات ہے (مظہری)۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی اپنی زبان سے مفصل بحث کا نتیجہ سنئے !!

اذ وعیت هذا و دریت ما فیه وألقیت السمع وانت نبیه هان علیك الجواب عن هذه الشبهة الاولی بوجه

جب یہ بات ثابت ہوگئی اور تم نے اس کے مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو (خبردار ہو چکے) تو تمہیں اس پہلے شبہ (کہ اتقی بمعنی تقی ہے' اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی تخصیص نہیں) کا جواب چند وجوہ سے آسان ہے۔

### پہلی وجہ:

الأول ظاهر اللفظ واجب الحفظ الا بضرورة و این الضرورة ؟

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں مگر بضرورت اور (اتقی کو تقی کے معنی میں پھیرنے کی) ضرورت کہاں؟

### دوسری وجہ:

الثانی ما مالوا الیه لم یزدد الا قدحا فوجب ان نضرب عنه صفحا و ابو عبیدة فیما عانی لا اصاب ولا اغنی فکیف نترك ظاهر قول الله سبحانه وتعالی بقول رجل لم یکن معصوما ولا صحابیا ولا تابعیا ولا سنیا ولا مصیبا فی ما طلب ولا مجدیا فیما الیه هرب۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تاویل کی طرف لوگ مائل ہوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ ہوئی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس سے منہ پھیرلیں اور ابوعبیدہ نے جو پاپڑ بیلے اس کوشش میں نہ وہ صحیح مقصد کو پاسکا اور نہ ہی اس نے کوئی مفید بات کہی۔ تو ہم اللہ تعالیٰ کے قول کے ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا' نہ صحابی تھا نہ تابعی اور نہ ہی سنی تھا اور نہ ہی اپنا مطلب درست پانے والا تھا۔ اور جس نئی راہ کی طرف وہ

بھاگا اس نے اسے نفع نہ دیا۔

## افسوس! انصاف بہت کم ہی رہ گیا:

ایها الناس انی سائلکم عن شیء فهل انتم مخبرون ارأیتم لو ان الآیة وردت بلفظ التقی وفسره بالأتقی ابو عبیدة اللغوی فتعلقناه بقوله و ندبناکم الی قبوله ماذا کنتم فاعلین لکن الانصاف شیء عزیز لا یؤتی الا ذا حظ عظیم۔

اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں گا تو کیا جواب دو گے؟ مجھے بتاؤ! اگر آیۃ لفظ ''تقی'' کے ساتھ وارد ہوتی اور ابو عبیدہ لغوی اسے ''اتقی'' سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور تمہیں اس کے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے۔ لیکن کم ہی پائی جانے والی چیز اور بڑے نصیب والے کو ہی انصاف حاصل ہوتا ہے۔

## تیسری وجہ:

الثالث سمعنا کونه فی الآیة وجها وجیها لکن هو الوجه فیها بل وجهت هو الاوضح والأجلی ولا تنافی بین نجاة التقی ونجاة الأتقی و القرآن محتج به علی کل تأویل وأحد الوجهین یوجب التفضیل والوجه الاخر لاینافیه فوجب القبول والقول بما فیه۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیۃ میں اس کا وجہ وجیہ مان لیا (یعنی اگر ہم ابو عبیدہ کے قول ہی کو بہتر وجہ مان لیں) لیکن آیۃ میں کیا یہی وجہ ہے؟ نہیں! نہیں!! بلکہ ہماری وجہ ہی زیادہ واضح اور زیادہ روشن ہے۔ تقی اور اتقی (پرہیزگار اور بڑے پرہیزگار) کی نجات میں کوئی منافات نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے۔ اور دو وجہوں میں سے ایک یعنی ''اتقی'' تفضیل کو چاہتی ہے اور دوسری یعنی ''تقی'' اس کے منافی نہیں تو ضروری ہے کہ اسے ہی قبول کیا جائے اور اسی کا قائل ہونا ضروری ہے۔

## پہلے علمائے کرام ابو عبیدہ کے کلام کو زیادہ جانتے تھے:

ولذلك ترى علمائنا رحمهم الله لم يزالوا محتجين بالآية الكريمه على تفضيل العتيق الصديق رضى الله عنه وهم ادرى منا و منكم بما قاله ابو عبيدة وغيره ثم هذا لم يعقد هم عن سلوك تلك المسالك ولم ينكر عليهم احد ذلك فثبت ان مقصودنا بحمد الله حاصل ومزعومكم بحول الله باطل والحمد الله رب العالمين اياه نرجوا وبه نستعين۔

اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو ہمارے علماء اہلِ سنت ﷺ کو کہ وہ اس آیۃ (وسیجنبھا الاتقی) سے سیدنا ابوبکر عتیق وصدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابو عبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے تھے۔ جب علماء اہلِ سنت نے ابو عبیدہ کے کلام کو بہت اچھی طرح سمجھنے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل ماننے کی راہ پر چلنا پسند فرمایا' اس مسلک حق کا انہوں نے انکار نہ کیا۔ تو ثابت ہو گیا کہ ہمارا مقصد بحمد اللہ صحیح ہے اور تمہارا گمان باطل ہے۔ اور سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا' ہم اس سے امید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 600 تا 602)

## اعتراض:

زبدۃ التحقیق ص ۳۷۶ پر ہے کہ اسم تفضیل کے استعمال تین ہیں:

(۱) اضافت کے ساتھ

(۲) مِن کے ساتھ

(۳) الف لام تعریف کے ساتھ۔

جب اسم تفضیل اضافت اور "مِن" کے بغیر ہو اور معرف باللام ہو اس وقت غیر تفضیل کیلئے استعمال ہو سکتا ہے۔ (تو کس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ "الاتقی" اسم تفضیل ہے اس کو تقی کے معنی میں لینا صحیح نہیں)

جواب:

یہ اعتراض نیا نہیں، پرانے تفضیلیوں کا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کو بھی نقل کیا اور جواب بھی دیا۔

آیئے! پہلے تفضیلیوں کا اعتراض اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی زبان سے سنئے:

الشبهة الثانية ما نقله المولى الفاضل استاذ استاذى عبد العزيز بن ولى الله الدهلوى سامحنا الله وايهما بلطفه الخفى و فضله الوفى فى تفسير فتح العزيز بعد ما ذكر استدلال اهل السنة و الجماعة بالآية الكريمه على الطريق المشهور بين علماء الدهور قال:

دوسرا اعتراض وہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ مولائے فاضل عبد العزیز بن ولی اللہ دہلوی (اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں اپنے لطف خفی اور فضل کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیۃ کریمہ سے اہلِ سنت و جماعت کے استدلال کو علماء زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

تفضیلیہ نے یہ اعتراض کیا:

وقال اهل التفضيل ان الاتقى محمول على التقى منسلخ عن معنى التفضيل اذ لولاه لشمل باطلاقه النبى صلى الله عليه وسلم فيلزم ان يكون الصديق اتقى منه صلى الله عليه وسلم وهو باطل قطعنا بالاجماع۔

تفضیلیہ (فرقہ شیعہ) نے کہا: "اتقی" بمعنی تقی ہے اور وہ یعنی اسم تفضیل معنی تفضیل سے خالی کرلیا گیا ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق کے سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتقی ہوں اور یہ قطعاً اجماعی طور پر باطل ہے۔

اہلِ سنت و جماعت کی طرف سے جواب:

قال واجاب اهل السنة والجماعة ان حمل الأتقى على التقى يخالف اللسان

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ سنت و جماعت نے جواب یہ دیا ہے کہ "اتقی" کو تقی

العربی و القرآن انما نزل بها فحمله علی ما لیس منها غیر سدید وما ذکروا من الضرورة مندفع بأن الکلام فی سائر الناس دون الانبیاء علیهم الصلوة والسلام لما علم من الشریعة ان الانبیاء اعلی کرامة واشرف مکانة عند الله تبارك و تعالی فلا یقاسون بسائر الناس ولا یقاس سائر الناس بهم فعرف الشرع حین جریان فی مقام التفاضل وتفاوت الدرجة یخصص امثال هذا اللفظ بالامة والتخصیص اقوی من التخصیص الذکری کقول القائل خبز القمح احسن خبز لنا یفهم منه تفضیل علی خبز اللوز لأن استعمال غیر متعارف وهو خارج عن البحث اذ الکلام انما انتظم الحبوب دون الفواکه۔

کے معنی میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے۔ حالانکہ قرآن تو عربی زبان میں ہی اترا ہے۔تو ''اتقی'' بلکہ کسی لفظ کو بھی ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو عربی زبان کے قانون کے مطابق نہ ہو، صحیح نہیں اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندفع ہے۔ اس لئے کہ اس مقام پر کلام انبیاءِ علیہم السلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کرام کی عظمت سب سے زیادہ ہے۔ اور ان کا مرتبہ سب پر بلند ہے تو انھیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا نہ باقی لوگوں کو ان پر قیاس کیا جائے گا۔تو شریعت کا عرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو امت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور تخصیص عرفی تخصیص ذکری سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے کہ گیہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے۔ اس سے گیہوں کی روٹی کی فضیلت بادام کی روٹی پر نہ سمجھی جائے گی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں اور وہ بحث سے خارج ہے۔اس لئے کہ کلام اناج کو شامل نہ کہ میووں کو۔ انتھی۔

## فارسی زبان کا ترجمہ عربی میں کیا گیا:

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: هذا كلامه فی التفسير الفارسی اوردناه نقلا بالمعنی شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جو کلام پیش کیا گیا ہے، یہ حقیقت میں فارسی ہے۔ہم نے اس کا ترجمہ عربی میں پیش کیا ہے۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا تبصرہ:

میں کہتا ہوں: اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔رہی وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر فرمائی کہ (اتقی بمعنی تقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "هو الذی يبدؤ الخلق ثم يعيده وهو أهون عليه (پ۲۱)" اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے) وليس شیء اهون علی الله تعالی من شیء والمعنی فی نظركم حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز آسان نہیں دوسری چیز سے۔( کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب چیزوں پر ایک جیسی قدرت حاصل ہے۔یہ بات نہیں کہ کوئی آسان ہو اور کوئی آسان نہ ہو)۔

اس لئے آیۃ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہیے۔یعنی "اهون" میں اسم تفضیل کا معنی موجود ہے لیکن بندوں کے لحاظ پر نہ کہ رب تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے۔

## یہ تأویل "عسیٰ" اور "لعل" میں ایک تاویل کے مطابق ہے:

یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام میں جب "عسیٰ" اور "لعل" واقع ہوں تو ان میں اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ ان میں تو شک والا معنی پایا جاتا ہے۔تو رب تعالیٰ نے ان کو اپنے کلام میں کیسے ذکر فرمایا؟ حالانکہ رب تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت نہیں ہونی چاہیے۔تو اس کے کئی جواب دیئے گئے: ان میں سے ایک جواب یہ دیا گیا ہے اگر شک والا معنی لیا جائے تو اس کی نسبت بندوں کی طرف ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں

ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے ان کا معنی یقین کا ہو گا۔ شک والا نہیں ہو گا۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۰۴)

## اعتراض:

زبدۃ التحقیق ص ۳۷۶ میں تو یہ بیان کیا گیا کہ ''اھون'' آیۃ کریمہ میں تفضیل کے معنی میں استعمال ہی نہیں کیونکہ شرح ابن عقیل مصنفہ بہاؤ الدین عبداللہ بن عقیل العقیل المصری الہمدانی متوفی ۷۶۹ھ ۳/۱۸۲ پر حوالہ ملاحظہ ہو۔

ومن استعمال صیغة افعل لغیر التفضیل قوله تعالی وهو الذی یبدؤ الخلق ثم یعیده وهو اهون علیه (۳۰/۲۷) وقوله تعالی " ربکم اعلم (۱۷/۵۴) ای وهو هین علیه و ربکم عالم بکم

پہلی آیۃ میں ''اھون'' بمعنی ھین اور دوسری میں ''اعلم'' بمعنی عالم ہے۔ قرآن مجید کی ان دو آیات میں صیغۂ اسم تفضیل کو اسم فاعل یا صفت مشبہ کے معنی میں استعمال ہونے کے دو نمونے مل گئے پھر کیا شک باقی رہ گیا۔

(زبدۃ التحقیق، ص376)

## جواب:

زبدۃ التحقیق کی تمام عبارات منقولہ کو دیکھنے سے یہی بات سمجھ آ رہی ہے کہ مرجوح عبارات، اقوالِ باطلہ کو یا تو جمع کر لیا گیا ہے۔ یا ادھوری بات سے مطلب نکالنے کی کوشش کی۔ کتابوں سے کون سے غلط اقوال نہیں مل سکتے، بہت کچھ مل سکتا ہے اگر ان اقوالِ باطلہ کو جمع کرنا شروع کیا جائے تو اصلاح کے بجائے فساد پھیلانا ہی لازم آئے گا۔ پھر تعجب یہ کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقی عبارت ''جس میں آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو بالاجماع ثابت کیا اور ''الاتقی'' میں الف لام عہد خارجی بنایا'' کو رد کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور جلالین کے آخری حصہ کے مفسر علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ پر ہی سہارا لگایا۔

یہاں "اَھْوَنُ" کی بحث میں مصر سے ایک تفضیلی کوڈھونڈ کر لایا گیا۔ یہاں علامہ محلّی رحمۃ اللہ علیہ کیوں پسند نہیں آئے۔ آیئے! علامہ محلّی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کو دیکھئے:

(وھو الذی یبدؤ الخلق) للناس (ثم یعیدہ) بعد ھلاکھم (وھوأ ھون علیہ) من البدء بالنظر الی ما عند المخاطبین من ان أعادۃ الشیء سھل من ابتدائہ و الا فھما عندہ تعالی سواء فی السھولۃ

(جلالین ص 372)

وہی اول بناتا ہے (یعنی لوگوں کو) پھر اسے دوبارہ بنائے گا (یعنی لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد پھر پہلی حالت پر لوٹائے گا) یہ تمہاری سمجھ میں اس سے زیادہ آسان ہونا چاہئے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد (وھو أھون علیہ) جس کا معنی ہے ابتداء کی بنسبت اس پر لوٹانا زیادہ آسان ہے یہ مخاطبین کے لحاظ سے تفضیل والا معنی ہے یعنی تم سمجھتے ہو کہ ایک چیز کا لوٹانا بنسبت ابتداء کے زیادہ آسان ہے ورنہ رب تعالیٰ پر ابتداء اور لوٹانا دونوں ہی آسان ہونے میں برابر ہیں۔

علامہ نسفی مدارک میں بیان کرتے ہیں:

(وھو الذی یبدؤ الخلق) ای ینشئھم (ثم یعیدہ) للبعث (وھو) ای البعث (أھون) أیسر (علیہ) عندکم لأن الاعادۃ عندکم اسھل من الانشاء فلم انکرتم الاعادۃ۔

وہی ہے جو اول بناتا ہے (یعنی ان کو پیدا کرتا ہے) پھر لوٹائے گا اسے (یعنی قیامت کے دن ان کو اٹھانے کیلئے پھر لوٹائے گا۔ وہ اٹھانا زیادہ آسان ہے اس پر (تمہارے نزدیک کیونکہ تمہارے نزدیک زیادہ آسان ہے پیدا کرنے سے پھر تم لوٹانے کا کیوں انکار کرتے ہو؟

اعتراض:

مدارک میں تو "اھون" کو "ھین" کے معنی میں بھی لیا گیا ہے تو پھر تفضیل کے معنی پر برقرار رکھنے پر اصرار کیوں؟

جواب:

مدارک کی پہلی عبارت کو دیکھئے:

" وقال ابو عبیدہ والزجاج وغیرھما الأھون بمعنی الھین فیوصف بہ اللہ عزوجل وکان ذلك علی اللہ یسیرا کما قالوا اللہ اکبر ای کبیر "

(مدارک)

ابو عبیدہ اور زجاج وغیرہما نے کہا ہے: "اھون" ھین کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کی صفت "ھین" سے ہی کی جائے گی کہ ان پر یہ آسان ہے۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں: اللہ اکبر تو اس میں بھی "اکبر" کے معنی ہیں بڑا۔

پہلی بات تو یہ کہ ابو عبیدہ وغیرہ کا یہ قول دو وجہ سے ضعیف ہے: ایک وجہ تو یہ کہ "ابو عبیدہ" غیر معتبر شخص ہے اس کا قول بھی غیر معتبر ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ انہوں نے مثال سے اپنے قول کے ضعیف ہونے پر مہر ثبت کردی ہے۔ کیونکہ مثال یہ دی کہ جیسے "اللہ اکبر" میں اکبر کا معنی کبیر ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ "اللہ اکبر" اللہ بڑا ہے یہ صحیح ہے۔ لیکن تفضیل کے معنی میں رکھ کر یہ معنی صحیح نہیں۔ "اللہ سب سے بڑا ہے"۔

اگر یہ بات درست مانی جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ سوائے ابو عبیدہ وغیرہ کے سب اہلِ علم نے غلط کہا ہے کہ یہاں مفضل علیہ مخدوف ہے جس پر واضح قرینہ موجود ہے یعنی اصل میں ہے "اللہ اکبر من کل شیء" اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

راقم اگر جھگڑالو اور فسادی ہوتا:

تو بات یہاں ختم ہو جاتی، لیکن جب واضح طور پر دو مطلب اور دو راہیں موجود ہیں تو جنگ وجدال کا کیا مطلب؟ جب علامہ نسفی نے اس قول کو ذکر ہی اس طرح کیا ہے " فیوصف بہ اللہ عزوجل وکان ذلك علی اللہ یسیرا " جب أھون کو اللہ تعالیٰ کی صفت معنوی مانا جائے تو پھر معنی "ھین" کا ہوگا کیونکہ اس صورت میں اسم تفضیل والا معنی لینا جائز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر ہر چیز آسان ہے۔ زیادہ

آسان کم آسان کی بات ہی نہیں۔ لیکن مدارک کی ہی تفسیر کو دیکھیں کہ اسم تفضیل کو اپنے معنی میں رکھنا کہ اس تفضیل کا معنی تفضیل ہی رہے، وہ بہتر ہے اس کی تاویل موجود ہے کوئی مشکل نہیں۔ کہ اعادہ بنسبت ابتداء کے تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر زیادہ آسان (ہونا چاہئے) ایک تیسری وجہ میں بیان کی گئی ہے:

" أو هو على الخلق من الانشاء لأن قيامهم بصيحة واحدة اسهل من كونهم نطفا ثم علقا ثم مضغا الى تكميل خلقهم "

یعنی اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ "علیہ" کی ضمیر خلق کی طرف لوٹے (جیسے تفسیر جمل میں صراحت کی گئی ہے) اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اعادہ مخلوق پر ابتداء سے زیادہ آسان ہوگا۔ کیونکہ ابتدائی تخلیق میں کئی مراحل سے گزرنا پہلے نطفہ، پھر منجمد خون، پھر گوشت کا ٹکڑا بننا تکمیلِ تخلیق تک مخلوق کیلئے مشکل تھا لیکن ایک ہی صور کی پھونک سے دوبارہ زندہ ہونا مخلوق کیلئے آسان ہوگا۔ اس صورت میں بھی اسم تفضیل اپنے معنی پر برقرار ہے۔

## ذرا انصاف کیجئے!!

کیا یہ بھی کوئی ضابطہ ہے کہ اسم تفضیل کو اپنے معنی میں رکھیں تو مفضل علیہ اس وصف سے خالی ہو جاتا ہے۔ جب یہ کہا جائے "زاھد افضل القوم" زاہد قوم سے زیادہ افضل ہے۔ کیا اس سے قوم کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے؟ کیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد سمجھنے کیلئے کافی نہیں۔ "بل وجهنا هو الاوضح والأجلى ولا تنافي بين نجاة التقى ونجاة الأتقى" بلکہ ہماری وجہ زیادہ واضح اور روشن ہے اور تقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات نہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸، ص ۶۰۲)

## عبداللہ بن عقیل نے دوسری مثال سے اپنے قول کو ضعیف کر دیا:

ربكم اعلم بكم ان يشأ يرحمكم أو ان يشأ يعذبكم

تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ چاہے تو تم پر رحم کرے، چاہے تو تمہیں عذاب کرے۔ (کنزالایمان)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''اعلم'' کا معنی اسم تفضیل والا کیا ہے۔ ''خوب جانتا ہے''۔ اہلِ علم یہ تو بتائیں کہ یہاں کون سی ضرورت درپیش آئی کہ ابنِ عقیل نے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار کیا۔ آیئے! تفسیر بیضاوی کو دیکھئے: ''ان یشأ یرحمکم'' قاضی بیضاوی نے یوں بیان کیا:

ان یشأ یرحمکم الخ" تفسیر للتی هی احسن" وما بینهما اعتراض ای قولوا لهم هذه الکلمة ونحوها ولا تصرحوا بأنهم من اهل النار فان ذلك یهیجهم علی الشر مع ان ختام امرهم غیب لا یعلمهم الا الله

(بیضاوی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ''ان یشاء یرحمکم'' الخ۔ یہ ''التی ھی احسن'' کی تفسیر ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان سے یہ کلمہ کہو یا اس قسم کا کوئی اور کلمہ لیکن واضح طور پر ان کو جہنمی نہ کہو کیونکہ اگر تم نے انہیں جہنمی کہا تو فتنہ وفساد پر بھڑک اٹھیں گے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے تمہیں ان کے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ ہوسکتا ہے وہ ایمان لے آئیں ان کے خاتمہ کا علم غیب ہے، اسے سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا۔

''مع ان اختتام أمرهم لا یعلمهم الا الله'' اسی جملہ کو بار بار طلباء کرام کو پڑھنا چاہئے۔ ایک مرتبہ نہیں سمجھ آئے گا تو ان شاء اللہ دوسری اور تیسری مرتبہ ضرور سمجھ آئے گا کہ یہاں معنی تفضیل والا ہے ''رب سب سے زیادہ جانتا ہے'' اس طرح ابنِ عقیل کی یہ عبارت تمہیں صحیح سمجھ آجائے گی یا دھوکے سے بچ جاؤ گے۔

عبارت کے صحیح سمجھ آنے کا مطلب یہ ہے کہ کئی جگہ اہلِ علم اسم تفضیل کی تفسیر فاعل سے کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ اسم تفضیل زیادتی کے معنی سے خالی ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عام پڑھنے والا شخص سمجھ جائے کہ مثال کے طور پر ''اعلم'' اسم تفضیل کا صیغہ ہے' مضارع متکلم نہیں۔ ''اعلم'' جس طرح ''مفتوح العین'' ہے اس قسم کے صیغے تو بالکل ایک وزن پر ہوتے ہیں اور مکسور العین یا مضموم العین

میں وزن تو ایک نہیں ہوتا لیکن اعراب نہ ہونے کی وجہ سے ایک شکل پر ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہوسکتا ہے۔

اس اشتباہ کو دور کرنے کیلئے اسمِ تفضیل کے بعد اسم فاعل سے وضاحت کردی جاتی ہے۔ ہاں! کبھی ضرورت وحاجت کی وجہ سے اسم تفضیل فی الواقع اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہ اسباق تو ہم بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ اہلِ علم میں سے مسئلہ کی کوئی ٹانگ پکڑ رہا ہے اور کوئی دُم۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے دوسری مثال دی:

الا ترى الى قوله تعالى اصحاب الجنة يومئذ خير مستقر و احسن مقيلا ولا خير للغير ولا حسن لأهل الضير أو الآية جارية على سبيل التهكم بهم كما قال المفسرون لكن الأمر ان الأفعل حقيقته فى التفضيل ولا يصار الى الانسلاخ عنه الا لضرورة دعت بقرينة قامت فى الآيتين اللتين تلونا وحيث لا ضرورة ولا قرينة كما نحن فيه لا نقول به و المصير اليه أشبه بالتحريف منه بالتفسير كما قد حققنا وهذا القدر يكفى للرد عليهم۔

اور کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانا اور حساب کی دوپہر کے بعد اچھی آرام کی جگہ“ حالانکہ (جنت والوں کے) غیر کیلئے خیر نہیں اور خسارہ والوں کیلئے کوئی اچھائی نہیں اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا کہ آیت کفار کے استہزاء کے طور پر جاری ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے۔ اصل قانون یہی ہے کہ اسم تفضیل کا معنی حقیقی تفضیل ہے۔ جب تک کوئی ضرورت اور حاجت نہ پائی جائے اور قرینہ نہ پایا جائے۔ جیسا کہ دو آیتوں میں جو ہم نے تلاوت کیں۔ اور جہاں نہ ضرورت اور نہ قرینہ ہو وہاں ہم تفضیل سے خالی ہونے کا قول نہیں کریں گے اور اس کی طرف پھیرنا تفسیر کی بہ نسبت تحریف سے زیادہ مشابہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے تحقیق کی اور اس قدر ان کے رد کیلئے کافی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۶۰۴ تا ۶۰۵)

## دعوی کے مطابق نتیجہ نکالا گیا:

دعوی ہی شروع میں یہ کیا گیا کہ اسم تفضیل کا حقیقی معنی لینا صحیح ہو تو حقیقی معنی ہی لیا جائے گا' مجازی معنی لینا درست نہیں ہوگا۔ اسی کو آخر میں دو آیتیں بیان کر کے بتایا گیا کہ جب ''اھون'' سے مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ابتداء سے اعادہ آسان ہے تو ''اھون'' کا مجازی معنی ''ھین'' ہوگا اور بندوں کی طرف نسبت ہو تو حقیقی معنی لینا درست ہے کہ تم ابتدائی تخلیق سے اعادہ کو آسانی سمجھتے ہو۔

اسی طرح دوسری آیۃ کریمہ ''خیر اور احسن'' کا تعلق فقط اصحابِ جنت سے ہو کسی اور کی طرف منسوب کر کے نکالنا مقصود نہ ہو تو تفضیل والا معنی نہیں پایا جائے گا۔ کیونکہ اصحابِ جنت کے بغیر کسی اور کو خیر اور اچھائی حاصل ہی نہیں ہوتی اور اگر کفار سے تہکم مقصود ہو تو تفضیل والا معنی پایا جائے گا کہ اے کفار! تم بھلائی اور اچھائی سے محروم ہو گے وہ تو زیادہ سے زیادہ جنت والوں کو ہی حاصل ہوتی ہیں لیکن غیر جنتیوں کو اصل خیر اور اصل بھلائی بھی حاصل نہیں ہوتی۔ تقریباً تفضیل مبالغہ کے معنی کو مستلزم ہے۔ یہی مطلب ہے بیضاوی کی عبارت کا جو قریب ہی دو صفحات پہلے بیان کی ''مع ان اختتام امرھم غیب لا یعلمھم الا اللہ''۔

## اسم تفضیل کے متعلق نحو کا قانون:

اصل میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے متعلق بیان فرمایا کہ آپ کا جواب معترضین کو ان کے ذہن کے مطابق دیا گیا ہے ورنہ تحقیقی جواب اور ہے۔ اس تحقیقی جواب کیلئے آپ نے اسم تفضیل کا مسئلہ بیان فرمایا اور علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا۔ آیئے! آپ کے کلام کو دیکھئے!!

و اما ما ذکر من حدیث التخصیص عرفا فجری منه علی تسلیم ما ادعی — جو تخصیص عرفی کی بات شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی کہ تخصیص ذکر سے

الخصم من ان اللفظ بصيغته يشمل الانبياء عليهم السلام وان بغيت الحق المرصوص فلا شمول ولا خصوص لأن الأتقى ان عم عم افراده و هو المفضلون المرجحون دون المرجوحين المفضل عليهم

زیادہ قوی ہے۔ یہ اس وقت ہے جب مدعی کے دعوی کو تسلیم کرلیا جائے کہ بیشک لفظ (الاتقی) اپنے صیغہ کے سبب تمام انبیاء علیہم السلام کو شامل ہے۔(یعنی آپ کا جواب تفضیلیوں کے قول کو تسلیم کرنے کے بعد ہے تاکہ معمولی علم والوں کو تحقیقی جواب میں نہ الجھایا جائے)۔

## تحقیقی جواب:

ورنہ تحقیقی جواب یہ ہے کہ "الاتقی" میں نہ عموم وشمول ہے نہ خصوص ہے (یعنی اسے خاص کرنے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اس سے نکالنے کی ضرورت ہی نہیں) اور اس کے لئے کہ "اتقی" اسم تفضیل اگر عام ہے تو اپنے افراد کو عام وشامل ہے اور اس کے افراد وہ ہیں جنہیں فضیلت وترجیح دی گئی نہ کہ وہ مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی۔

## جواب پر دلیل:

وسر المقام بتوفيق الملك العلام ان الأفضل لا بد له من مفضل و مفضل عليه و المفضل عليه يذكر صريحا اذا استعمل مضافا أو بمن أما اذا استعمل باللام فلا يورد في الكلام

اس مقام میں علم والے بادشاہ کی توفیق سے راز یہ ہے کہ "افضل" (صیغہ اسم تفضیل) کیلئے ایک مفضل اور دوسرا مفضل علیہ کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور جب اسم تفضیل اضافت کے ساتھ یا "مِن" کے ساتھ مستعمل ہو تو مفضل علیہ صراحۃً مذکور ہوتا ہے۔ لیکن جب "الف لام" سے استعمال ہو تو اس میں مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا۔

## معرف باللام کا مفضل علیہ مذکور نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

لان اللام تشير أليه على سبيل العهد

اس کی وجہ یہ ہے کہ لام تعریف مفضل پر داخل

فی ضمن الأشارة الی المفضل لأن ذاتا ما له الفضل کما ھو مفاد لفظ افعل بلا لام لا تتعین الا وقد تعین المفضل علیه فعھدھا یستلزم عھده واذ لم یکن ھناك عھد فی اللفظ فالمصیر الی العھد الحکمی وقد عھد فی الشرع المطھر تفضیل بعض الأمة علی بعض لا تفضیلھم علی الانبیاء الکرام فلا یقصده المتکلم ولا یفھمه السامع فلم یدخلوا حتی یخرجوا تأمل

ہوتا ہے۔ وہ لام عہد خارجی ہونے کی وجہ سے مفضل علیہ کی تعیین پر دلالت کرتا ہے اسلئے کہ افعل اسم تفضیل کا تقاضاہی یہ ہے کہ مفضل جب ہوگا تو مفضل علیہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جب اسم تفضیل معرف باللام نہیں ہوگا تو مفضل علیہ پر کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا اس لئے مفضل علیہ کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن جب لام تعریف اس پر داخل ہوگا وہ عہد پر دلالت کرے گا اس کا مفضل علیہ اسم تفضیل کے استعمال کی طرح تو ذکر نہیں ہوگا یعنی یہ تو نہیں کہا جائے گا'' زید الافضل من عمر'' البتہ وہ معہود کلام میں کہیں ما قبل یا مابعد مذکور ہوگا' وہ عہد ذکری کہلائے گا اور کبھی متکلم یا مخاطب کے نزدیک معین ہوگا وہ عہد حکمی کہلائے گا۔ شریعت مطہرہ میں امت کے بعض افراد پر فضیلت کا حاصل ہونا تو مشہور ومعروف ہے، لیکن کسی امتی کو انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت حاصل ہو یہ نہ متکلم (باری تعالیٰ) کی مراد ہے نہ مخاطب کی۔

واضح ہوا کہ انبیاء کرام'' وسیجنبھا الاتقی '' آیۃ کریمہ میں داخل نہیں کہ ان کو مستثنیٰ کرنے کی ضرورت ہو۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اپنے مؤقف پر جامی کی عبارت بطورِ دلیل پیش کی:

وقال المولی السامی نور الملة والدین الجامی قدس الله تعالی سره وضعه لتفضیل الشیء علی غیره فلا بد فیه

حضرت بلند مرتبت نور الملۃ والدین جامی قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' اسم تفضیل کی وضع شے کی غیر پر فضیلت بتانے کیلئے ہے لہٰذا

من ذكر الغير الذى هو المفضل عليه و ذكره مع مِن و الاضافة ظاهر و أما مع اللام فهو فى حكم المذكور ظاهرا لأنه يشار باللام الى معين بتعيين المفضل عليه مذكور قبل لفظا أو حكما كما اذا طلب شخص افضل من زيد قلت عمرو الأفضل اى الشخص الذى قلنا أنه افضل من زيد فعلى هذا لا تكون اللام فى افعل التفضيل الا للعهد۔۔ انتهى۔

اس میں غیر جو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ضروری ہے۔ وہ ''مِن'' اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام تعریف کے ساتھ مفضل علیہ ظاہراً مذکور کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعین سے متعین ہوتا ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو عمرو افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا (وہ) عمرو ہے۔ تو اس بناء پر صیغہ افعل التفضیل میں لام عہد تعیین کیلئے ہی ہوگا۔۔ انتھی

(فتاوی رضویہ ج 28 ص 605 تا 607)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علامہ رضی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے لیکن اس کا کلام ہم نے نقل نہیں کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے۔ (یعنی وہ رافضی ہے۔ البتہ صرف ونحو میں کامل دسترس رکھتا ہے)۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی اس تحقیق سے واضح ہوا:

کہ ''الاتقی'' اسم تفضیل معرف باللام ہے۔ اس کا مفضل علیہ لفظوں میں ذکر نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس کا مشہور معین ہے وہ ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس پر احادیث دلالت کر رہی ہیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے لیکن افسوس

کہ اقوال صحابہ و تابعین، اقوال ائمہ کرام تو پسند نہ آئے۔ اگر پسند آئے تو علامہ محلّی جو کہیں کہیں بھولے تو بہت ہی زیادہ۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ علامہ محلّی کے قول سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قول (جس کا ذکر پہلے الاتقان کے حوالہ سے کیا جا چکا ہے) کو رد کرنا مقصود تھا تا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت نہ ہو سکے۔ لیکن اقوال و صحابہ کو علامہ محلّی سے رد کرنا ممکن ہی نہیں۔

اگر علامہ محلّی کا قول صحیفۂ آسمانی ہے تو ماننا پڑے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر شیطان حاوی تھا کیونکہ یہ اقوال بھی تو علامہ محلّی کے ہیں۔ کسی مفسر کی بھول پر توجہ دینے کے بجائے محققین کی تفاسیر کو دیکھئے۔ انوکھی ضد پر اڑے رہنے سے مفسرین کرام کی دیگر بھول بھلیوں کو اجاگر کرنے سے ان کی شان برقرار نہیں رہتی۔ الأمان والحفیظ۔

**مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ کا ارشادِ گرامی:**

افضلیتِ شیخین بر باقی امت قطعی است' انکار نہ کنند مگر جاہل یا متعصب۔ شیخین (یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے۔ اس کا انکار صرف جاہل کرتا ہے یا تعصب رکھنے والا۔ (مکتوبات ج ۲' مکتوب ۳۶)

**حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمہ اللہ کا ارشادِ گرامی:**

ان صفا صفة الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق

بیشک صفا صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے' اگر تو صوفی بننا چاہتا ہے تحقیق یہی ہے۔

از انچہ صفا را اصلی و فرعی است اصلش انقطاع دل است از اغیار و فرعش خلو ویست از دنیا

اس کی وجہ یہ ہے کہ صفا کا ایک اصل ہے اور ایک فرع۔ اصل اس کا یہ کہ اس کا دل غیروں سے دور رہے۔ اور فرع اس کی یہ

غدار وایں ہر دو صفت صدیق اکبر است ابوبکر صدیق عبد الله بن أبی قحافہ رضی الله عنھما ازانچہ امام اہلِ ایں طریقت او بود وانقطاع دل وے از اغیار آں بود
(کشف المحجوب باب التصوف ص23)

ہے کہ وہ دھوکا باز دنیا سے کنارہ کش رہے۔ یہ دونوں صفتیں حضرت صدیقِ اکبر ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما کو حاصل ہیں۔ اس لئے کہ طریقت یعنی اہلِ صفا کے امام بھی آپ ہی تھے اور آپ کا دل اس کے غیروں سے دور تھا۔

○ شیخ الاسلام وبعد از انبیاء خیر الأنام خلیفہ وامام وسید اہلِ تجرید وشاہنشاہ ارباب تفرید واز آفات انسانی بعد امیر المومنین ابو بکر عبدالله بن عثمان الصدیق کہ ویرا کرامات مشہور اند وآیات ودلائل ظاہر اندر معاملات وحقائق
(کشف المحجوب باب ذکر ائمتھم من الصحابۃ ص 50,51)

شیخ الاسلام، انبیاء کرام کے بعد سب لوگوں سے بہتر خلیفہ وامام اور اہلِ تجرید کے سردار اور ارباب تفرید کے شہنشاہ، انسانی آفات سے دور (وہ ہیں) امیر المومنین ابو بکر عبداللہ بن عثمان صدیق کہ آپ کی کرامات مشہور ہیں آپ کے معاملات و حقائق (یعنی خلافت ظاہرہ اور باطنہ) پر قوی دلائل پائے گئے ہیں۔

○ صدیقِ اکبر مقدم بر ہمہ خلائق است از پس انبیاء صلوات الله علیہم اجمعین و روا نباشد کہ کسے قدم اندر پیش وے نہد۔

حضرت صدیقِ اکبر انبیاء علیہم السلام کے بعد سب لوگوں سے مقدم (افضل) ہیں، کسی کیلئے جائز نہیں کہ آپ سے آگے قدم رکھے۔
(کشف المحجوب باب ذکر ائمتھم من الصحابۃ ص 52)

## حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کا ارشاد:

و أولی ما یستدل بہ علی افضلیۃ الصدیق فی مقام التحقیق نصبہ علیہ

سب سے پہلی تحقیقی دلیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر یہ ہے کہ نبی

الصلوة والسلام لأمامة الأنام مدة مرضه فی اللیالی والأیام ولذا قال أکابر الصحابة رضیه لدیننا أفلا نرضاه لدنیانا۔

(شرح فقہ اکبر ص63)

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض کے دنوں اور راتوں میں آپ کو لوگوں کا امام مقرر فرمایا۔ اسی وجہ سے اکابر صحابہ کرام نے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کیلئے آپ کو پسند فرمایا تو کیا وجہ ہے کہ ہم آپ کو اپنے دنیاوی معاملات کا راہنما (خلیفہ) نہ بنائیں۔

○ فهو افضل الأولیا من الأوالین و الآخرین وقد حکی الاجماع علی ذلك ولا عبرة بمخالفة الروافض هنالك وقد استخلفه علیه الصلوة والسلام فی الصلوة فکان هو الخلیفة حقا وصدقا

(شرح فقہ اکبر ص63)

حضرت صدیق اکبر (انبیاء کرام کے بعد) سب اگلے اور پچھلے لوگوں سے افضل ہیں۔ اسی پر اجماعِ امت ہے۔ اس مسئلہ میں رافضیوں کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آپ کو نماز میں اپنا خلیفہ بنایا (یعنی اپنے ایام مرض میں آپ کو لوگوں کا امام مقرر فرمایا) تو یقیناً حضرت ابوبکر برحق اور سچے خلیفہ ہیں۔

## حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا ارشاد:

اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ثم سائر العشرة ثم اهل البدر ثم باقی اهل أحد ثم باقی اهل البیعة ثم باقی الصحابة

اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ سب لوگوں سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر پھر، حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی پھر العشرۃ المبشرین سے جو باقی ہیں۔ پھر بدر والے صحابہ کرام، پھر باقی احد

| | |
|---|---|
| هكذا حكى الاجماع عليه ابو منصور البغدادی۔ | والے، پھر باقی بیعت رضوان والے، پھر باقی صحابہ کرام ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی پر اجماع بیان فرمایا ہے۔ |
| (تاریخ الخلفاء ص 37) | |

چند بزرگ ہستیوں کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے آج تک سوائے رافضیوں کے اہلِ سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

رافضیوں نے جب سے جنم لیا ہے اس وقت سے ہی وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضیلت ثابت ہو جائے لیکن اجماعِ امت کے خلاف ان کا کوئی چارہ نہیں چلتا۔

علماء اہلِ سنت کو چاہیے کہ بروقت سوچ لیں کہ رافضی سے تعلقات اور سلسلۂ محبت سوائے نقصان حاصل ہونے کے اور کچھ نہیں۔ راقم کی تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علماءِ اہلِ سنت کو اتحاد و اتفاق کی توفیق عطاء فرمائے۔

## منطقی دلیل ونتیجہ پر اعتراض:

اعتراض سے پہلے تمہیدی طور پر یہ کہا گیا ہے۔ ''اتقی'' میں عموم ہے تخصیص نہیں۔ اس پر ابنِ کثیر کی عبارت کو ''زبدۃ التحقیق ص ۳۸۳'' پر توڑ موڑ کر پیش کیا گیا۔ حالانکہ راقم نے تفسیر ابنِ کثیر کی مکمل عبارت پیش کر دی۔ جس میں آپ نے بہت خوبصورت انداز میں ''الاتقی'' سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لئے ہیں کیونکہ وہ سب سے اقدم واسبق ہیں۔ البتہ بالتبع دوسرے متقی حضرات بھی اس میں آتے ہیں۔ اسم تفضیل کا قانون ہی یہی ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ابنِ کثیر کی عبارت میں اگر چہ بالتبع کے الفاظ نہیں۔ البتہ مطلب وہی جو راقم نے بیان کر دیا ہے۔

بالتبعیۃ کے الفاظ تفسیر غرائب القرآن (نیشاپوری) میں صراحتاً موجود ہیں۔

اگرچہ ص ۳۸۴ پر تو بالتبعیة کا ترجمہ شامل نہیں کیا گیا لیکن ص ۳۶۹ پر ترجمہ میں شامل کیا۔ آسان مطلب کو ادھر ادھر پھیر کر اپنی بات منوانا تو مشکل کام ہے۔ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں:

" تتناول الآیة غیرھما من الاشقیاء والاتقیاء بالتبعیه اذ لا عبرة بخصوص السببیة وان کان المراد اعم فان ارید بھم الشقی والتقی فلا أشکال ایضا "

الفاظ کو بھی دیکھتے چلے جائیں آسان مطلب بھی سمجھیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ کوئی ہیر پھیر نظر نہیں آئے گا۔

آیۃ کریمہ ان دونوں (یعنی "اشقی" سے مراد امیہ بن خلف یا بعض اقوال میں ابوجہل اور "اتقی" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے سوا تمام اشقیاء اور تمام اتقیاء کو بالتبع شامل ہے، جبکہ خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں۔

اتنی عبارت کا بہت واضح مفہوم ہے کہ درحقیقت دراصل تو "اشقی" سے مراد بڑا بدبخت ہے اور "اتقی" سے مراد بڑا پرہیزگار ہے لیکن بالتبع ہر شقی اور ہر تقی کو حکم شامل ہے خصوصی سبب یعنی خصوصی نزول کی وجہ سے حکم اپنے مورد میں بند نہیں ہوگا۔

کیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے یہی بات ثابت نہیں۔ یہ تو مفہوم مخالف والوں کے نزدیک ہے کہ اگر "اتقی" سے مراد بڑا پرہیزگار ہو تو ہر تقی کا آگ میں جلنا لازم آئے گا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو صراحۃً ذکر کر دیا ہے کہ "اتقی" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں وہ سب سے افضل ہیں کسی تقی کا آگ میں جانا اس سے ثابت نہیں۔

## نیشاپوری کی عبارت کا دوسرا حصہ دیکھئے:

| | |
|---|---|
| "و ان کان المراد اعم فان أرید بھم الشقی والتقی فلا أشکال أیضا" | اگر اس عبارت کا تعلق فرض احتمال پر ہو تو بات درست ہے کہ اگر بالفرض "الاشقی" اور |

''الاتقی'' سے مراد عام ہو یعنی ہر شقی اور ہر تقی تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جہنم میں تو ہر شقی نے جانا ہے اور آگ سے ہر تقی بالخصوص ہر صحابی نے بچنا ہے۔

لیکن اس مفہوم پر وہی اعتراض ہو گا جو علامہ محلّی پر ہو چکا ہے کہ اسم تفضیل کو بلا ضرورت اپنے معنی سے پھیرنا منع ہے۔ مفہوم مخالف جب باطل دلیل ہے تو اسم تفضیل سے اپنے حقیقی معنی میں رکھنے کے باوجود یہ لازم نہیں آئے گا کہ اور کوئی شقی جہنم کی آگ میں نہیں جائے گا۔ اور کوئی تقی جہنم کی آگ سے نہیں بچے گا۔

اس لئے راقم کے نزدیک پہلا مطلب فرضی احتمال والا لیں تو نیشا پوری کی دونوں عبارتیں درست ہوں گی۔ کوئی اختلاف نہیں ہو گا یہ اسی وقت ہوتا ہے جب اختلاف کو مٹانے کی کوشش کی جائے ''میں نہ مانوں'' کا تو کوئی علاج نہیں سوائے موت کے۔

**اعتراض کا دارومدار صغریٰ اور کبریٰ دونوں کے صحیح نہ ہونے پر رکھی گئی ہے:**

صغریٰ : حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ الاتقی ہیں۔

کبریٰ : اور ہر اتقی اکرم ہوتا ہے

نتیجہ : ابو بکر صدیق اکرم (افضل) ہیں۔

صغریٰ اس میں اس لئے باطل ہے کہ ''الاتقی'' میں عموم پایا گیا ہے وہ جزئی شخص نہیں۔ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ہر متقی مراد ہے۔

اور کبری اس لئے درست نہیں کہ ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' میں کلیت نہیں پائی گئی۔

**صغریٰ کے باطل ہونے پر یہ دلیل قائم کی گئی:**

علمائے تفسیر نے مع جلال الدین سیوطی و جلال الدین محلّی کے ''الاتقی'' صیغہ عموم قرار دیا تو پھر جزئی حقیقی مشخص کس طرح بنے گی۔

میرے ممدوح سابق شاید اپنی بات ہی بھول گئے جو بہت قریب ہی لکھ کر آئے ہیں۔ ''زبدۃ التحقیق'' کے ص ۳۶۴ پر آپ خود ''الاتقان'' کی عبارت نقل کر چکے ہو۔ راقم نے چونکہ پہلے وہ عبارت مکمل ذکر کی ہوئی ہے۔ اب صرف ایک دو جملے دوبارہ ذکر کرتا ہوں:

| | |
|---|---|
| (وسیجنبها الاتقى الخ) فانها نزلت فی ابوبکر الصدیق بالأجماع فان هذه الآیة لیس فیها صیغة عموم۔ | ''و سیجنبها الأتقى'' آیۃ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اس پر اجماع ہے۔ اس لئے اس آیۃ میں عموم نہیں۔ |

تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں: ''فبطل القول بالعموم القطع و القصر علی من نزلت فیه رضی اللہ عنہ'' عموم کا قول باطل ہے۔ اسی لئے جس کے حق میں یہ آیۃ نازل ہوئی اس کے ساتھ خاص ہونا اس کا قطعی ہے۔ پتہ چلا علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تو عموم کے قائل ہی نہیں۔

جہاں تک علامہ محلّی رحمۃ اللہ علیہ کی بھول کی بات ہے۔ اسے پہلے دو تین مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ بار بار ذکر کرنا مفسر کی شان کے خلاف ہے۔ راقم کی عادت ہی نہیں کسی عظیم ہستی کو نشانہ بنانا۔ راقم کا طریقہ ''نجوم الفرقان'' کی آٹھ (مطبوعہ) جلدوں اور باقی تصنیفات میں دیکھا جا سکتا ہے کہ راجح قول کو لینا اور مرجوح کو چھوڑ دینا ہے۔ جب بزرگوں کو اہلِ علم ہی نشانہ بنانا لگے جو قوانین صدیوں سے اتفاق حاصل کر چکے ہیں ان کو مرجوح اقوال سے توڑنے والے خود بھی نشانہ بن گئے۔ ان کی وجہ سے کئی بزرگ ہستیاں بھی نشانہ بن گئیں۔ کاش! ایسا نہ کیا جاتا۔ راقم جیسے اعتدال پسند کو بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کی وجہ سے اعتدال کا دامن نہ چھوڑنا پڑتا۔

## بنائے فاسد بر فاسد:

''الاتقی'' کو تم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے
بالاجماع' اور جس بزرگ نے بھی آیۃ کریمہ کا سبب نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو
مانا اس نے ''الاتقی'' کا معنی تقی کیا تو ''الاتقی'' کا بمعنی تقی ہونے پر بھی اجماع ہو گیا۔

یہ قول ہی فاسد ہے کہ اس کی بناء ہی فاسد پر ہے۔ جن غیر محققین نے ابوعبیدہ کا قول نقل کیا کہ ''الاتقی'' بمعنی تقی ہے' ان کے قول کا اعتبار ہی نہیں۔ جن محققین نے الاتقی کو اسم تفضیل کے معنی پر برقرار رکھا ہے اسی پر اجماع ہے۔ اجماع قول صحیح پر ہوتا ہے' قول فاسد پر نہیں ہوتا۔ جب اسم تفضیل کو اپنے معنی پر برقرار رکھا تو بمعنی تقی کے ہونا کیسے صحیح ہے؟ ہاں! البتہ اسم تفضیل اپنے قانون کے مطابق بالتبع تقی کو شامل ہے۔

## کبریٰ کے باطل ہونے پر دلیل یہ قائم کی گئی:

شکلِ اول میں کلیتِ کبریٰ شرط ہے ''ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم'' میں کلیت کبریٰ کہاں؟ جس وقت سوُر قضیہ کا لفظ ''کل'' یا ''کل'' کا مترادف مذکور نہ ہو یا مطلقاً سوُر قضیہ مذکور نہ ہو تو مناطقہ کے نزدیک قضیہ مہملہ ہوتا ہے اور قضیہ مہملہ مناطقہ کے نزدیک بعضیہ ہوتا ہے تو اس جگہ قضیہ بعضیہ ہو کر مفید نتیجہ نہیں ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ اس سے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت ثابت نہیں کی جا سکے گی۔

(ماخوذ از زبدۃ التحقیق 385 تا 387)

راقم کے نزدیک تو آسان بات یہ ہے جو پہلے احادیث سے بیان کر دی گئی کہ منطقی طور پر مقدمات کو ترتیب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک چیز کو دوسری پر دلیل بنایا گیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیز کو دوسری پر دلیل بنایا۔ اگر منطقی مقدمات بنا کر نتیجہ نکالا جائے تب بھی جواب واضح ہے۔

## جواب:

صغریٰ کے فاسد ہونے والا اعتراض تو ان حضرات کے قول پر ہے جنہوں

نے ''الاتقی'' کو معنی سے پھیر کر تقی کے معنی پر لیا۔ جب ان کا قول ہی فاسد ہے تو اس پر صغریٰ کے فساد کو مرتب کرنا ہی فاسد ہے۔ یہ تو مشہور بات ثابت ہوگئی کہ یہاں تو بنائے فاسد بر فاسد لازم آ رہی ہے۔

راقم کو وجہ سمجھ نہیں آئی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی تقی کیلئے منفی کوشش کا کیا فائدہ حاصل کیا جا رہا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر کو بھی نہ مانا' شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیر فتح العزیز (عزیزی) کو بھی چھوڑا۔ بخاری کی حدیث بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مجتہد صحابی کو غیر مجتہد کہہ کر تسلیم نہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی یہ کہہ کر ترک کر دیا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں یارانہ تھا۔ تقریباً مطلب یہی نکلتا ہے کہ یار کی بات یار کے حق میں معتبر نہیں۔ ائمہ کرام کے نظریات کو بھی چھوڑا۔ مشائخ عظام کے اقوال کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور غیر معتبر اقوال کا سہارا لے لیا' اس میں مقاصد کیا ہیں؟ راقم کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ اہلِ سنت کے افتراق و اختلاف پر پریشانی تو لاحق ہے لیکن اس کا میرے پاس کوئی علاج بھی تو نہیں ہے۔

## کبریٰ کے فاسد ہونے والا اعتراض نیا نہیں' پرانے تفضیلیوں کے اعتراض کے قریب ہی ہے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو دیکھئے! بات سمجھ آ جائے گی۔ پرانے یاروں نے تقریباً یہی کہا تھا:

> تیسرا شبہ اس کا تعلق اہلِ سنت و جماعت کے کبریٰ کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول '' ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ''میں محمول ''الاتقی'' ہے'' فکان حاصل المقدمتین: ان الصدیق

اتقی و کل اکرم اتقی: دونوں مقدموں سے یہ حاصل ہوا کہ بیشک صدیق اتقی ہیں اور ہر اکرم (افضل) اتقی ہے۔ یہ نہ شکل اول ہے اور نہ شکل ثانی۔ کیونکہ شکل ثانی کیف یعنی ایجاب وسلب میں اختلاف کو چاہتی ہے۔ یہاں اختلاف المقدمین فی الکیف نہیں پایا گیا۔ اور اگر کبریٰ کا عکس کر دو تو وہ جزئیہ بن جائے گا۔ اور جزئیہ شکل اول کا کبریٰ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دونوں آیتوں کا مفاد نہ ہی ہمیں نقصان دے گا اور نہ ہی تمہیں نفع پہنچائے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ وہی اعتراض ہے جس کے متعلق مجھے پتہ چلا کہ یہ کسی تفضیلی نے ہمارے کسی عالم پر کیا۔

## یہ اعتراض بہت ضعیف ہے، جواب کے قابل ہی نہیں:

و انا أقول و بالله التوفيق مااستخفه تشكيكا و اضعفه دخلا ركيكا غلط ساقط باطل عاطل لا يستحق ولكن اذا قيل وسئل فلا بد من أبانة الصواب۔

اور میں کہتا ہوں: اور توفیق اللہ سے ہی ہے۔ یہ کتنی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض یہ ہے، جو غلط ہے، ساقط ہے، باطل و عاطل ہے جواب کا مستحق نہیں لیکن یہ جب کہا گیا اور پوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔

فتاوی رضویہ ج28 ص616 تا617

### تنبیہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے تفضیلیوں کے اعتراض کا دارومدار اس بات پر کہ جب صغریٰ "ان الصدیق اتقی" ہے اور کبریٰ یہ بنایا جاتا ہے "کل اکرم اتقی" تو دونوں مقدمات میں حدِ اوسط محمول ہے۔ بظاہر یہ شکلِ ثانی ہے اور شکلِ ثانی

کا نتیجہ دینے والی شرط ''اختلاف المقدمتین'' نہیں پائی گئی۔اور کبریٰ کا عکس کرو تو قضیہ یوں ہو جائے گا''بعض الاتقی اکرم '' یہ قضیہ جزئیہ ہے۔شکل تو بن گئی کہ حد اوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہے۔لیکن شکلِ اول کے نتیجہ دینے والی شرط نہیں پائی گئی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب جو مبسوط ہے کئی وجوہ اس میں بیان کی گئیں ان میں اصل اس بات کو مدِ نظر رکھا گیا ہے کہ''کل اکرم اتقی ''میں حد اوسط کس طرح موضوع ہے کہ شکل اول رہے نہ کہ شکل ثانی۔

لیکن ہمارے زمانے میں جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا دارومدار اس پر ہے کہ کبریٰ کلیہ نہیں۔ ان موجودہ حضرات نے دونوں مقدمات کی ترتیب یوں دی'' الصدیق الاتقی والاتقی اکرم ''اس ترتیب پر انہوں نے صغریٰ پر بھی اعتراض کیا کہ صغری میں''الاتقی'' پر الف لام استغراقی ہے جو عموم پر دلالت کر رہا ہے۔اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تخصیص نہیں۔ اس کا جواب تو راقم نے ذکر کر دیا۔ اعتراض کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ اگر''اتقی''میں عموم نہیں تو کلیہ نہیں۔ جب قضیہ کلیہ نہیں تو شکل اول نتیجہ کیسے صحیح ؟

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جواب: اپنے زمانے کے تفضیلیوں کو دیا اس کے ضمن میں آج کے دور کے اعتراض کا جواب بھی آ گیا ہے۔

اس جواب سے پہلے یہ تمہید سمجھی جائے کہ اگر کسی کو افضل کہا جائے تو دیکھا جائے کہ اگر وہ ایک سے افضل ہے تو اسکی افضلیت کم درجہ کی ہے۔ اگر دو سے افضل ہے تو افضلیت پہلے سے زیادہ ہے۔اگر تین سے افضل ہے تو اور زیادہ افضلیت حاصل ہوگی۔ جب سب سے زیادہ افضل ہوگا تو انتہائی درجہ کی افضلیت حاصل ہوگی۔

اس تمہید کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات سے جو کبریٰ کی کلیت کے نہ

ہونے کا جواب سمجھ آرہا ہے، اسے دیکھئے:

○ اخرج البخاری فی التاریخ والترمذی و ابن حبان بسند صحیح عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوۃ

امام بخاری نے تاریخ میں اور ترمذی اور ابن حبان بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔

(جامع الترمذی ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ والجامع الصغیر حدیث 2249)

## شارح حدیث کی وضاحت کرتے ہیں:

قال الفاضل الشارح ای أقربھم منی فی القیامۃ واحقھم بشفاعتی اکثرھم علی صلوۃ فی الدنیا لأن کثرۃ الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم تدل علی صلوۃ المحبۃ وکمال الوصلۃ فتکون منازلھم فی الآخرۃ منہ صلی اللہ علیہ وسلم بحسب تفاوتھم فی ذلک۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان أولی الناس بی 316/1)

فاضل شارح نے فرمایا: یعنی قیامت میں سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ میری شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا اس لئے کہ حضور ﷺ پر درود کی کثرت سچی محبت پر اور کمال ربط پر دلالت کرتی ہے تو لوگوں کے مدارج حضور ﷺ کے قرب میں اس امر میں لوگوں کے تفاوت کے حساب سے ہوں گے۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص646)

## شارح الجامع الصغیر کے آخری الفاظ کو دیکھئے!!

کیا خوبصورت جواب کی طرف اشارہ کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے میں جو فرق آئے گا وہی ان لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے قرب میں فرق ہوگا۔

خدارا! انصاف کریں !!! تمام ضوابط کو پس پشت نہ ڈالیں۔ مطلب بہت واضح ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والا نبی کریم ﷺ کے قریب ہوگا اور دو مرتبہ والا اقرب ہوگا۔ اور دو مرتبہ درود پڑھنے والا بنسبت تین مرتبہ پڑھنے والے کے قریب ہوگا اور وہ اقرب ہوگا۔ اور تین مرتبہ درود پڑھنے والا بنسبت چار مرتبہ پڑھنے والے کے قریب ہوگا اور وہ اقرب ہوگا۔ اور سب سے زیادہ درود پڑھنے والا سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگا۔

اب کبریٰ کو کلیہ بنانے میں کوئی مشکل درپیش نہیں۔ مطلب یہ ہوا "بیشک زیادہ میرے قریب ہوگا ہر وہ جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا یعنی کوئی کم والے سے اقرب ہوگا اور کوئی اس سے اوپر درجے والا اقرب ہوگا کوئی سب سے زیادہ اقرب ہوگا جو سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔

اب اسی کو دیکھ کر موجودہ حضرات اپنا جواب سمجھ لیں کہ کبریٰ یہ ہے "کل اتقی اکرم" ہر اتقی افضل ہے۔ نیچے والے کے لحاظ پر ایک شخص اتقی ہوگا اور اوپر والے کے لحاظ سے تقی ہوگا سب سے بڑا اتقی (پرہیزگار) سب سے زیادہ افضل ہے وہ ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

## مذکورہ بالا حدیث سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ اپنے زمانے والے تفضیلیوں کو جواب دیتے ہیں:

آپ نے جوابات کا سلسلہ جہاں سے شروع کیا وہاں "کل اکرم اتقی" کے متعلق فرمایا کہ اگر اکرم کو ہی محمول بنانا مقصود ہو تو کلام میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔ یعنی "اتقی" مقدم ہوگا اکرم سے۔ (اسی سے یہ بھی اشارہ کردیا کہ "اتقی" اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی موضوع بن سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تاخیر موضوع لازم آئے گا) تقدیم و تاخیر والے قول کو ذہن میں رکھنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب دیکھئے جو

آپ نے اپنے زمانے کے تفضیلیوں کو دیا:

اقول انظر شرحًا اولا لفظ الحدیث ثم علل بما لا یستقیم الا علی جعل الأولی محکوما به وأبین من هذا ان العلماء المحدثین افاض الله علینا من برکاتهم استدلوا بهذا الحدیث علی فضل اهل الحدیث وأنهم أولی الناس برسول الله صلی الله علیه وسلم لأنهم اکثر الناس صلوة علیه وسلم لا یذکرون حدیثا الا ویصلون فیه علی النبی صلی الله علیه وسلم عشرا أو خمسا أو مرتین أو مرة لا أقل کما هو معلوم مشاهد و الحمد لله

میں کہتا ہوں: پہلے حدیث کی شرح (ایک مرتبہ پھر) دیکھو۔ پھر وجہ جو ہم نے بیان کی کہ یہاں تقدیم وتاخیر ہے اسے دیکھو۔ یقیناً تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حدیث پاک میں جو لفظ اولیٰ استعمال ہے اسے محکوم بہ بنانے کے بغیر مطلب درست ہی نہیں۔ کیا خوب علماء محدثین (اللہ تعالی ہمارے اوپر ان کی برکتیں نازل فرمائے) نے فرمایا۔ اس حدیث سے علماء حدیث کی انہوں نے فضلیت پر استدلال کیا کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہیں اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ جب کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ پر دس مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا دو مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ الحمد للہ

## ذرا بتاؤ تو سہی!!

ارأیتك هذا الاستدلال لیس علی طبق احتجاجنا بالآیتین حذوا بحذو سواء بسواء۔

تم (مجھے) خبر دو! (بتاؤ) کیا یہ حدیث پاک سے جو دلیل ہم نے پیش کی ہے ہمارے دعویٰ پر پیش کی ہوئی دو آیتوں (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) اور (وسیجنبها الاتقی) کے مطابق نہیں۔ یقیناً یہ دلیل اصل مسئلہ کی دلیل کے مطابق ہے۔

جو حدیث پیش کی گئی، اسے بیہقی کی ایک اور حدیث سے بھی تائید حاصل ہے:

ثم ان من تمام نعمة الله ان جاء حديث عند البيهقي برجال ثقات عن أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي ﷺ اكثروا من الصلوة علي في كل يوم جمعة فان صلوة امتي تعرض عليّ في كل يوم جمعة فمن كان اكثرهم علي صلوة اقربهم مني منزلة (السنن الكبرى للبيهقي كتاب الجمعة باب ما يؤمر به في ليلة الجمعة)

پھر اللہ تعالیٰ کی تمامی نعمت سے یہ ہے کہ ایک حدیث بیہقی میں ثقہ راویوں کی روایت سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے آئی انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن بکثرت درود بھیجو۔ اس لئے کہ تمہارا درود ہر جمعہ کے دن میرے اوپر پیش ہوتا ہے تو سب سے زیادہ جو میرے اوپر درود بھیجے گا وہ درجے میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگا۔

احادیث سے نتیجہ واضح ہے:

اصل بات یہ ہے کہ جہاں اشتباہ نہ ہو وہاں تقدیم وتاخیر کی پرواہ نہیں کی جاتی ۔احکامِ شرعیہ بغیر شارع کے بتانے کے حاصل نہیں ہوتے۔ جن کو شرع میں محمول بنانا مقصود ہوگا جو اہلِ علم کے ذہنوں میں رب تعالیٰ کے فضل سے آجاتے ہیں وہ محمول ہی رہیں گے۔ تقدیم وتاخیر کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

نحو کا ضابطہ مطلق نہیں:

مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہوں تو مبتداء کا مقدم کرنا واجب ہوتا ہے۔ بعض اوقات متن میں صرف اتنا ہی بیان کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض لوگ الجھن کا شکار ہوتے ہیں کہ شاید ہر جگہ یہ قانون وجوبی طور پر جاری ہوتا ہے۔ حالانکہ شارحین وضاحت کر دیتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب التباس کا خطرہ ہو۔ اگر التباس نہ پایا جائے بلکہ قرائن پائے جائیں جن سے پتہ چل جائے کہ یہ مبتداء اور یہ خبر ہے تو

مبتداء کا مقدم کرنا واجب نہیں ہوتا۔

یہی صورت فقہی مسائل میں ہوتی ہے۔ متن میں ایک مسئلہ مختصر ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ قیود کو ذکر نہیں کیا جاتا حالانکہ شارحین ان قیود کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ جب تک ان قیود کا اعتبار نہ کیا جائے تو انسان ان مسائل کے بیان میں غلطی کر دیتا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۴۷ تا ۶۴۸)

## آیئے! اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے جوابات کی ابتداء کی طرف چلئے:

موجودہ زمانے میں کبریٰ کے کلیہ نہ ہونے پر جو اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف وجوہ سے دیا۔ راقم نے اپنے زمانے کے معترضین کو جلدی جواب دینے کیلئے تاکہ انھیں انتظار نہ رہے۔ درمیان سے بات شروع کی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت طویل بحث کی اور تمام عربی میں ہے۔ بحث کو مختصر کرنے کیلئے زیادہ اردو ترجمہ ذکر کیا جائے گا۔ کہیں کہیں کوئی عربی جملہ استعمال ہوگا اور ساتھ ساتھ اختصار بھی کیا جائے گا۔

تقدیم وتاخیر پائی گئی یعنی ''اکرم مقدم ہے اور اتقی مؤخر ہے۔ اس کے متعلق آپ تفصیلی طور پر ارشاد فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: پہلی بات یہ ہے کہ اہلِ جاہلیت نسب پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ جاہلیت کے بول کو رد کرتے ہوئے آیا۔۔۔ (یعنی ارشادِ باری تعالیٰ نے ان کا یوں رد فرمایا) ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے)۔

## سمجھنا یہ چاہیے:

کہ نزاع تو اس میں ہے کہ وصف اولی کا موصوف کون ہے نہ صفت افضل میں۔ یہ ایسے ہی جیسے کوئی پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو

کوئی کہے ’’الذھا احلاھا‘‘ (کھٹا سب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رد کرنے کیلئے تم یہ کہو: الذھا احلاھا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے) تو اصل میں اس کی مراد یہ ہے: ان الاحلی ھو الألذ (سب سے میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے)

اس مثال سے یہ واضح ہو گیا کہ جس طرح ’’احلی‘‘ اور ’’الذ‘‘ میں معنوی طور پر تقدیم و تاخیر ہے اسی طرح ’’الاتقی ھو الأکرم ‘‘ معنوی طور ’’الا کرم ھو الاتقی ‘‘ ہے۔

## زمخشری نے کشاف میں بیان کیا:

المعنی ان الحکمة التی من اجلها رتبکم علی شعوب وقبائل هی ان یعرف بعضکم نسب بعض فلا یعتزی الی غیر آبائه لا ان تتفاخروا بالآباء والاجداد وتدعوا التفاوت والتفاضل فی الانساب ثم بین الخصلة التی بها یفضل الانسان غیرہ ویکتسب الشرف والکرم عند الله اتقاکم۔

(کشاف زیر آیۃ 13/29)

بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمہاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے تو اپنے آباؤ اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباؤ اجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کو دعویٰ کرو۔ پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے ہاں عزت و بزرگی کو حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’ان اکرمکم عند الله اتقاکم ‘‘ (بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے)۔

## علامہ رازی رحمہ اللہ سوال و جواب کی صورت میں یوں بیان فرماتے ہیں:

فان قیل الآیة دلت علی ان کل من کان اکرم کان اتقی و ذلك لا

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ آیۃ کریمہ تو اس پر دلالت کر رہی ہے کہ بیشک ہر وہ جو اکرم

يقتضي ان كل من كان اتقى كان اكرم' قلنا وصف كون الانسان اتقى معلوم مشاهد و وصف كونه افضل غير معلوم ولا مشاهد و الاخبار عن المعلوم بغير المعلوم هو الطريق الحسن اما عكسه فغير مفيد فتقدير الآية وقعت الشبهة في ان الأكرم عند الله من هو؟ فقيل هو الاتقى' واذا كان كذلك كان التقدير اتقاكم اكرمكم عند الله۔ انتهى۔

(مفاتیح الغیب (کبیر) للرازی تحت الآیۃ 92/17)

(افضل) ہے وہ "اتقی" (بڑا پرہیزگار) ہے' یہ اس بات کا تقاضا تو نہیں کرتی کہ جو بڑا پرہیزگار ہے وہ سب سے زیادہ افضل ہے۔ جواب: ہم نے اس کے جواب میں کہا: انسان کا وصف بڑا پرہیزگار ہونا تو معلوم ہے اور ظاہر ہے لیکن وصف افضلیت ظاہر نہیں اور نہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے اچھا طریقہ یہی ہے کہ معلوم و مشاہد سے خبر دی جائے غیر معلوم و مشاہد کی لیکن اس کے عکس (الٹ) میں فائدہ نہیں۔ گویا کہ آیۃ میں ایک شبہ کا جواب دیا گیا کہ اللہ کے ہاں سب سے افضل کون ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا "هو الاتقى" وہ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جب یہ بات واضح ہوگئی تو پتہ چل گیا کہ معنوی طور پر عبارت یہ ہے "اتقكم اكرمكم عندالله" (جو تم میں سے بڑا پرہیزگار ہے وہ اللہ کے ہاں سب سے افضل ہے)۔

## اعتراض:

تقویٰ تو دل میں پایا جاتا ہے۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کس طرح درست ہے کہ تقویٰ معلوم و مشاہد ہے؟ معترض نے اپنے اعتراض کو پختہ کرنے پر دلائل یہ ہیں:

- رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى " (۴۹۔۳) (یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے) اور ارشادِ باری تعالیٰ" ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب " (۲۲۔۳۲) (اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "التقوى ههنا' التقوى ههنا' التقوى ههنا يشير

الی صدره ﷺ (صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم خذله)
یعنی حضور ﷺ اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: تقویٰ یہاں ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

○ طبرانی نے حضرت ابن عمر اور بیہقی نے فاروق اعظم (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لکل شیء معدن و معدن التقوی قلوب العارفین" ہر چیز کیلئے معدن (کان) ہے اور تقویٰ کا معدن اولیاء کے دل ہیں۔ (معجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵)

## جواب:

یہ بات قابلِ تسلیم ہے کہ تقویٰ کا مقام دل ہے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہیں لیکن دل تمام اعضاء کا امیر ہے۔ تو جب دل پر کسی چیز کا غلبہ ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اسلئے تمام اعضاء پر دل کے اثرات صاف جھلکتے ہیں اور حیا و غم اور خوشی و غضب وغیرہ صفاتِ قلب کا اعضاء میں مشاہدہ ہوتا ہے۔

○ بخاری و مسلم نعمان بن بشیر سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔

خبردار! بیشک جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو پورا جسم درست ہوتا۔ اور جب وہ بگڑتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار! وہ دل ہے۔

(صحیح بخاری جلد 1 کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ، صحیح مسلم ج 2 کتاب المساقاة باب أخذ الحلال وترك الشبهات)

○ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول

| | |
|---|---|
| اذا رأیتم الرجل یعتاد المسجد فاشهدوا له بالایمان۔(رواہ ابو سعید الخدری رضی الله عنه) | اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤ تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو۔ |

(جامع الترمذی کتاب التفسیر زیرِ آیۃ ۱۸/۹' سنن ابنِ ماجہ کتاب المساجد والجماعات باب لزوم المساجد' مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری' المستدرک الحاکم کتاب الصلوٰۃ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد' السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب فضل المساجد' موارد الظمان الی زوائد الظمان باب الجلوس فی المسجد بالخیر)

○ اور ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ آیۃ کریمہ کے شانِ نزول میں آیا ہوا ہے وہ تو اسی وقت صحیح ہوگا اور نزول کے مطابق ہوگا جب آیۃ کریمہ میں ''اتقی'' ہی موضوع ہو لیکن اگر اس کا الٹ کر دیں تو بات نہیں بنے گی اور نہ ہی ہر تیر نشانے پر بیٹھے گا۔

رہی یزید ابنِ شجرہ کی روایت تو اس میں استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم نے غلام کو حقیر جانا اس لئے کہ وہ سیاہ فام غلام ہے تو تم نے اعتراض کیا کہ (آپ نے) ذلیل کی عیادت کی اور ذلیل کے جنازہ میں حاضر ہوئے لیکن وہ غلام ہمارے نزدیک باعزت جلیل القدر ہے' اس لئے کہ وہ متقی تھا۔

| | |
|---|---|
| والفضل عندنا بالتقوی فمن کان تقیا کان کریما عندنا وان کان عبدا اسود اجدع | اور ہمارے ہاں بزرگی تقویٰ سے ہے۔تو جو متقی ہوگا ہماری بارگاہ میں عزت والا ہوگا اگرچہ کالا ناک کٹا غلام ہو۔ |

ہر ذوقِ سلیم والا شخص آیۃ کریمہ کا یہی مطلب سمجھے گا اور یہی درست ہے۔اور تمہارے گمان کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کے استدلال کا حاصل یوں گا کہ وہ بے شک عزت والا تھا اور ہر عزت والا متقی ہے۔اس لئے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عیادت کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے۔

تمہارا یہ استدلال کا طریقہ درست نہیں۔حالانکہ دلیل اسی چیز کو لانا چاہیے جو

کفار بھی تسلیم کریں اور جو اس کو مستلزم ہو۔ جس کو وہ تسلیم نہیں کرتے جیسے تقویٰ جو ہم نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ عزت اس سیاہ فام غلام کی کافروں کے نزدیک ثابت ہی نہ تھی ورنہ یہ کافر وہ کچھ نہ کہتے جو انہوں نے کہا۔

علاوہ ازیں وہ مقدمہ جو اس آیۃ میں ذکر ہوا اس تقدیر پر بے فائدہ ٹھہرے گا "والعیاذ باللہ" اس لئے کہ کفار پر رد تو اس قضیہ مطویہ (پوشیدہ) سے مکمل ہو گیا جس میں یہ دعویٰ ہے کہ وہ غلام اللہ کے نزدیک باعزت ہے۔

وبعد ذلك اى حاجة الى ان يقال كل كريم متق اذا لم يكن نزاعهم فى التقوى بل فى الكرم وبالجملة يلزم اخذ المدعى صغرى واستنتاج ماليس بمدعى

اس کے بعد کون سی حاجت ہے کہ کہا جائے کہ ہر کریم متقی ہے اس لئے کہ کافروں میں تقویٰ نہ تھا بلکہ کرامت میں تھا یعنی وہ تو ہر متقی کریم ہے کو نہیں مانتے تھے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت وارد ہوتا جبکہ مدعی صغریٰ ہو اور نتیجہ وہ نکلے جو مدعی نہیں۔

اور یونہی کلام روایت مقاتل میں اور قریش کی جانب سے سیدنا عتیق العتیق (حضرت ابو بکر صدیق وعتیق کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی تحقیر میں جاری ہوگا) اللہ تعالیٰ ہمیں صدیق و بلال رضی اللہ عنہما کے صدقے جہنم کے عذاب سے بچائے۔ آمین۔

## تفضیلیوں کے سوال کا جواب ایک اور انداز سے تا کہ ادھورے منطقیوں کا ناز ٹوٹ جائے:

ان کا اعتراض یہ تھا کہ کبریٰ "کل اکرم اتقی" ہے۔ اس سے شکل اول نہیں بنتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جواب ایک اور انداز سے یوں دیتے ہیں:

کفار نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حقارت پر دلیل یوں پیش کی: "فانہ عبد

ولا شیء من العبد کریما "بیشک وہ غلام ہیں اور کوئی غلام عزت والا نہیں۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلا" فھو لیس بکریم "تو وہ بلال عزت والے نہیں۔

## کفار کی دلیل کا رد کرنے کیلئے ضروری ہے:

کہ ان کی دلیل کے دو مقدمات میں سے یا صغریٰ کو توڑا جائے یا کبریٰ کو۔ لیکن صغریٰ کو توڑنے کی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ" فانہ عبد" تو صحیح ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام ہی تھے۔ اس لئے متعین ہو گیا کہ ان کا کبریٰ "ولا شئی من العبد کریما" باطل ہے۔ اس لئے اس کی نقیض لازم ہے، ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئے گی۔ ان کے کبری کی نقیض یہ ہے "بعض العبید کریم" کہ بعض غلام باعزت ہیں۔ اس طرح اسے ثابت کرنا درست نہیں بلکہ اس طرح درست ہوگا جس طرح ہم بیان کر رہے ہیں "بعض العبید یتقی اللہ ومن یتقی اللہ فھو کریم "مَن عموم پر دلالت کر رہا ہے لفظ" کل" کو بڑھانے کے بغیر ہی مطلب یہ ہے" کل من یتقی اللہ فھو کریم "اب نتیجہ بھی واضح ہے۔

اور آجکل کے تفضیلیوں کا جواب بھی واضح کہ کبریٰ کلیہ ہے۔ جزئیہ یا مہملہ نہیں نتیجہ نکلا" بعض العبید کریم "معترضین نے خود ہی شکل اس طرح بنائی جس کا وہ رد کر چکے ہیں۔ انہوں نے یوں کہا: "بعض العبید متق و کل کریم متق"۔

## اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تفضیلیوں کو جواب ایک اور انداز پر دیتے ہیں:

اس جواب کا تعلق ثابت ابن قیس کے واقعہ سے ہے جو شروع میں شانِ نزول کی تین صورتیں ذکر کی گئی تھیں۔ دو کا جواب آچکا ہے۔ اب تیسری صورت کا جواب دیکھئے! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اپنے مدعا کو تیسری عبارت سے ثابت کرتے ہیں۔ حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کی بعض اہلِ مجلس نے تحقیراً نہیں" یا ابنَ فلانۃ "(اے فلانی کے بیٹے!) کہہ کر کی۔ یعنی اے نسب میں کمتر! تو اللہ تبارک وتعالیٰ

نے ان کا ردیوں فرمایا: تمہارا گمان یہ ہے کہ کچھ کمتر نسب والے شریف نہیں ہوتے تو تمہاری یہ بات سچی ہے لیکن تم نے خاص اس شخص کو کس بنیاد پر حقیر جانا؟ اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ ان بعض میں سے نہ ہو۔

و ان اردت السلب الکلی فباطل قطعا اذ لو صدق لصدق ان بعض المتقین لیس کریما لأن بعضهم وفی النسب فلم یکن کریما عندك لکن التالی باطل لصدق نقیضه وهو ان کل متق کریم فالمقدم مثله هذا علی طریقتنا و اما علی طریقتکم فالمقدمة الاستثنائیة ان کل کریم متق وهو لا یرفع اللازم فلا یرفع الملزوم۔

اگر تمہاری مراد سلب کلی ہے تو یہ قطعاً باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ صادق ہو تو یقیناً یہ صادق ہوگا کہ بعض متقی شریف نہیں اس لئے کہ ان میں سے بعض نسب میں کمتر ہیں تو تمہارے نزدیک وہ شریف نہ ہوں گے۔ لیکن تالی باطل ہے کہ اس کی نقیض صادق ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر متقی کریم ہے تو مقدم بھی اس کی طرح باطل ہے (یعنی تمہارا یہ کہنا کہ بعض متقی شریف نہیں یہ بھی باطل ہو جائے گا) یہ تو ہمارے طریق پر ہے۔

اور تمہارے طریق پر تو مقدمہ استثنائیہ یہ ہے "کل کریم متق" یہ لازم کو نہیں اٹھاتا یعنی تالی جو لازم ہے اس کی سلب نہیں ہو سکتی تو مقدم کو بھی نہیں اٹھائے گا جو ملزوم ہے۔

**مقدمہ استثنائیہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے:**

قیاس استثنائی وہ ہے کہ جس میں نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض بالفعل مذکور ہو۔ قیاس استثنائی اتصالی کا نتیجہ دو طرح آئے گا:

اگر استثناء کریں عینِ مقدم کا تو نتیجہ عینِ تالی آئے گا اور اگر استثناء کریں نقیضِ تالی کا تو نتیجہ آئے گا نقیضِ مقدم۔

جیسے ہم یہ کہیں "ان کان هذا جسما فهو متحیز۔ استثناء کریں عینِ مقدم کا یعنی یہ کہیں "لکنه جسم" تو نتیجہ آئے "فهو متحیز" یہ بعینہٖ قیاس کا ایک

مقدمہ ہے۔یعنی نتیجہ قیاس کے مقدمات میں بالفعل موجود ہے۔

اگر مثال مذکور میں استثناء کریں نقیضِ تالی کا تو نتیجہ آئے نقیضِ مقدم۔یعنی اگر یہ کہیں "لکنه لیس بمتحیز" "تو نتیجہ آئے گا" "فهو لیس بجسم" "اس کی نقیض قیاس کے مقدمہ میں بالفعل موجود ہے۔یعنی مقدم "فهو جسم" ہے۔

(تعریفاتِ جرجانی ص159)

## چوتھے طریقہ سے جواب:

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال سئل رسول الله ﷺ ای الناس اکرم؟ فقال اکرمهم عند الله اتقاهم

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا: لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مصطفیٰ کریم ﷺ سے تو یوں سوال ہوا تھا کہ کونسا شخص "اکرم" (سب سے زیادہ عزت والا ہے) یعنی اس وصف سے کون موصوف ہے۔یہ سوال نہ ہوا تھا کہ "اکرم" (سب سے زیادہ عزت والے) کی ماہیت کیا ہے اور کون سے وصف پر ناز کرنا ہے۔تو سرکار نے آیۃ کریمہ سے جواب دیا تو اگر یہ بات نہ ہوتی کہ "اتقی" (سب سے بڑا پرہیزگار) ہے تو جواب سوال کے مطابق نہ ہوتا۔اس پر خیال کا تزکیہ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت کی تمامی یہ ہے کہ حدیث کے شارحین نے اس کی تفسیر اس جملہ سے کردی جو مراد کو متعین کردیتا ہے اور وہم کا قاطع ہے۔

قال العلامة المناوی اکرم الناس اتقاهم لأن اصلی الکرم کثرة الخیر فلما کان

اس میں علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: اکرم الناس اتقاهم (سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہے وہ جو سب

المتقی کثیر الخیر فی الدنیا وله الدرجات العلی فی الآخرة کان اعم الناس کرما فهو اتقاهم۔ انتهی
(البشیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اکرم الناس اتقاہم۔ ۱/۳۱-۲)

سے زیادہ پرہیزگار ہے) اس لئے کہ "اکرم" اصل میں کثرتِ خیر ہے۔ تو جب متقی دنیا میں خیرِ کثیر والا ہے اور آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے تو سب سے زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ انتہی

اے تفضیلیو! اسی سے تمہارا کمزور شبہ زائل ہوگیا۔ آج کے تفضیلیوں کا اعتراض بھی مندفع ہوگیا کیونکہ کبریٰ کلیہ ہے۔ ان کا شبہ طویل بحث کی وجہ سے ذہن سے نہ نکل جائے۔ پھر سے یاد کریں۔ "الذین اتقی و کل اکرم اتقی" شکل اول درست نہیں کیونکہ کبریٰ میں حدِ اوسط موضوع نہیں۔ اگر کبریٰ کا عکس کرو تو قضیہ موجبہ جزئیہ بنے گا، جو شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اس میں "اکرم" خبرِ مقدم ہے اور "اتقی" مبتداءِ مؤخر ہے۔

○ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف یوم الفتح علی راحلته یستلم الا و کان بمحبته فلما خرج لم یجد مناخا فنزل علی ایدی الرجال ثم قام فخطبهم فحمد الله واثنی علیه وقال الحمد الله الذی اذهب عنکم غبیة الجاهیلة و تکبرها بآبائها انما الناس رجلان بر تقی کریم علی الله و فاجر شقی هین علی الله ثم تلا یایها الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی ثم قال أقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا۔ ارکان کعبہ کا بوسہ اپنے عصائے مبارک سے لیتے تھے۔ تو جب باہر تشریف لائے تو سواری کے ٹھہرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اتر گئے، پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا: اللہ کیلئے حمد جس نے تم سے جاہلیت کا گھمنڈ اتارا اور آباؤ اجداد کا غرور دور کیا۔ لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں: ایک نیک متقی اللہ کے ہاں عزت والا، دوسرا بدکار، بدبخت

اللہ کی بارگاہ میں ذلیل' پھر یہ آیۃ پڑھی۔اے (معالم التنزیل للبغوی زیرِ آیۃ ۱۳/۴۹) لوگو! ہم نے تم کوایک مرداورایک عورت سے پیدا کیا الخ۔پھر فرمایا: میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دیکھو مصطفیٰ کریم ﷺ نے مخلوق کو دو قسم کیا: ایک نیک' پرہیزگار اور ان کو عزت سے موصوف کیا۔اور دوسرے بدکار بدبخت اور انہیں ذلیل بتایا۔اور یہ ہمارے دعویٰ کی صریح دلیل ہے یعنی آپ نے فرمایا ''کل اکرم اتقی'' میں ''اتقی'' خبر مقدم ہے اور ''اکرم'' مبتداء مؤخر ہے' قضیہ کا عکس نہیں کیا گیا بلکہ تقدیم وتاخیر کے بعد لفظ ''کل'' پھر سے داخل کیا گیا۔

معنوی طور پر عبارت بن گئی ''کل اتقی اکرم' حدِ اوسط کبریٰ میں موضوع بن گئی اور کبریٰ کلیہ بھی جوں کا توں رہا۔ہمارے موقف پر دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے'' برّ تقیّ کریم '' یہ نہیں فرمایا''کریم تقی'' سیاق وسباق سے نکرہ کی عمومیت بھی سمجھ آرہی۔مطلب یہ ہے''کل کریم تقی''۔

## ایک اور حدیث پاک سے استدلال:

ومنها ما أخرج ابن النجار و الرافعي عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم من دعائه اللهم اغني بالعلم وزيني بالحلم واكرمني بالتقوى وجملني بالعافية

(کنز العمال بحوالہ ابنِ نجار حدیث ۳۶۶۳/ ۱۸۵۔۲۰۲)

ہمارے دلائل میں سے جو احادیث ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کی تخریج ابنِ نجار اور رافعی نے کی سیدنا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کی دعا کے یہ کلمات مروی ہیں: اے اللہ مجھے علم کے ساتھ غنا' حلم کے ساتھ زینت' تقویٰ کے ساتھ اکرام اور عافیت کے ساتھ جمال عطاء فرما۔

قال المناوي اكرمني بالتقوى لأكون من اكرم الناس عليك ان اكرمكم

مناوی نے (دعاء کا مطلب بیان کرتے ہوئے) کہا: مجھے تقوی کے ساتھ اکرام عطاء

عند الله اتقاکم

فرماء تاکہ میں تیرے ہاں سب سے زیادہ عزت پانے والے لوگوں میں سے ہو جاؤں

(الجامع الصغیر ۱/۹۴)

(بیشک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "واکرمنی بالتقوی" ارشاد فرمایا یعنی تقوی سے اکرام عطاء فرما۔ یہ نہیں فرمایا: اکرام سے تقوی عطاء فرما۔ یہ دلیل ہے "کل اکرم اتقی" میں خیر کے مقدم ہونے پر۔

## کشاف اور مدارک سے استدلال:

ومنها ما أورده الزمخشری فی الکشاف ثم الأمام النسفی فی المدارك عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سره ان یکون اکرم الناس فلیتق الله، اه، وهذا ابین واجلی

(کشاف و مدارک ۱۳/۴۹)

ہمارے دلائل میں سے اور دلیل یہ ہے جو زمخشری نے کشاف میں پھر امام نسفی نے مدارک میں ذکر کی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ خوشی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہو تو اللہ سے ڈرے۔ یہ حدیث ہمارے موقف کو زیادہ ظاہر اور واضح بیان کرتی ہے۔

یعنی اس حدیث پاک میں بھی اکرام کو تقویٰ پر مرتب کیا' تقویٰ کو اکرام پر مرتب نہیں فرمایا۔ یہ تو واضح ہوا "کل اکرم اتقی" میں "اتقی" معنوی طور پر مقدم ہے "کل اتقی اکرم" حدیث پاک سے ہمارا مدعا بہت واضح سمجھ آرہا ہے۔

## جواب کا پانچواں طریقہ یوں بیان فرمایا:

"العلماء ما فهموا من الآية الا مدح المتقين ولم يزالوا محتجين بها على فضيلة التقوى وأهلها"

علماء نے اس آیۃ "ان اکرمکم عند الله اتقاکم" سے متقی لوگوں کی تعریف ہی سمجھی اور اس آیۃ سے تقوی اور اہلِ تقوی کی

فضلیت پر دلیل لاتے رہے۔

تو اگر معاملہ یوں ہوتا جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ تمام استدلال سرے سے باطل ہو جاتے۔ اس لئے کہ جب معنی یہ ٹھہرے ''ہر کریم متقی ہے'' تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ ''ہر متقی کریم ہے'' تو اس میں پرہیز گاروں کی کون سی تعریف ہے؟ اور پرہیز گار کس وصف میں دوسروں سے برتر ہوں گے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر کریم انسان ہے اور حیوان ہے اور جسم ہے لیکن ہر انسان، ہر حیوان اور جسم کریم نہیں۔ تو پتہ چلا کہ ہر متقی کریم ہے اور ہر اتقی اکرم ہے۔ یعنی ''اتقی'' بنسبت تقی کے اکرم ہوگا لیکن اپنے سے اوپر کے لحاظ پر تقی اور کریم کے درجے میں ہوگا۔ سب سے اتقی سب سے اکرم ہوگا۔ ہمارا مدعا ثابت ہے کہ ''کل اکرم اتقی'' میں معنوی طور پر تقدیم و تاخیر پائی گئی ہے۔

امید ہے کہ ''میزان الصرف'' پڑھے ہوئے بچے بھی کچھ نہ کچھ سمجھ جائیں گے اور صرف ونحو کے ماہرین کو سوائے ضد کے انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔

## اعتراض:

جبکہ تقویٰ کریموں کے ساتھ خاص ہے تو یہ وصف تعریف کا مستحق ہے۔ بخلاف ان اوصاف کے جو تم نے ذکر کئے۔

## جواب:

قلت الآن أتیتَ الی ابیت فان التقوی اذا اختص بھم ولم یوجد فی غیرھم وجب ان یکون کل متق کریما وفیه المقصود

میں کہتا ہوں: اب تم اسی بات پر آ گئے ہو جس کا تم نے انکار کیا تھا۔ اس لئے کہ تقویٰ جب کریموں کے ساتھ خاص ہے دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو ضروری ہے کہ ہر متقی کریم ہو اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

مولنا فاضل ناصح محمد آفندی رومی برکلی "طریقہ محمدیہ" میں تقویٰ کی فضیلت میں آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فتامل فیما کتبنا من الآیات الکریمۃ کیف کان المتقی عند اللہ تعالی اکرم۔ انتھی
(الطریقۃ المحمدیہ الباب الثانی الفصل الثالث ج1 ص129)

تو ان آیات کریمہ میں غور کرو جو ہم نے لکھیں کیونکہ متقی اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کریم ٹھہرا (یہ ترجمہ استفہام تقریری کا ہے)

علامہ آفندی نے بھی ہمارے مدعا کے مطابق ہر متقی کو اکرم کہا' ہر اکرم کو متقی نہیں کہا۔ کتاب مذکور کے شارح مولنا عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی اس کی شرح "حدیقہ ندیہ" میں فرماتے ہیں: مصنف کا اشارہ پہلی آیۃ یعنی اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی طرف ہے۔
(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ ج1 ص410)

## جواب کی چھٹی تقریر پر احادیث سے استدلال:

○ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرم المرء دینہ ومروتہ عقلہ وحسبہ خلقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آدمی کی عزت اس کا دین ہے اور اس کا حسب اس کا خلق)

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ' المستدرک للحاکم کتاب العلم ۱/۱۲۳' المستدرک کتاب النکاح ۲/۱۶۳' السنن الکبری کتاب النکاح باب اعتبار الیسار فی الکفاءۃ وکتاب الشہادت باب بیان مکارم الاخلاق ۱۰/۱۹۵)

عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا ینمیہ الی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم الکرم التقوی والشرف التواضع

یحییٰ بن کثیر سے بسند مرسل روایت کیا درانحالیکہ اس حدیث کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے کہ فرمایا: کرم تقوی ہے

(کتاب الیقین من رسائل ابن ابی الدنیا     اورشرف تواضع ہے۔

حدیث22)

○ ترمذی محمد ابن علی الحکیم (المعروف حکیم ترمذی) نے جابر ابنِ عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا درانحالیکہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے تھے۔''الحیاء زینۃ و التقی کرم''حیاءزینت اورتقوی کرم ہے۔

ان تمام احادیث کو دیکھو!! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل ہی کو مروت سے موصوف کیا۔اور فرمایا حسب اس کا خلق ہے اور فرمایا شرف تواضع ہے۔اگر کوئی شخص اس کا الٹ کرے اور یہ کہے۔مروت عقل ہے' خلق حسب ہے اور تواضع شرف ہے تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تقوی اکرم ہے' ہمارے مدعا کو کتنا زیادہ واضح کررہا ہے۔

## ضابطہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خوب ضابطہ بیان فرمایا: جب تم دو معرف باللام دیکھو یا ایک معرفہ کسی اور وجہ سے ہو اور دوسرا معرف باللام ہو تو ان میں سے ایک دوسرے پر محمول ہو۔تو دیکھیں کہ معرف باللام کا بغیر لام کے محمول بننا صحیح ہو تو جان لو کہ وہ اس قضیے میں بھی محمول ہوسکتا ہے' ورنہ نہیں۔اس کی نظیر شاعر کا شعر ہے

بنونا بنو ابنائنا وبنو     بناتنا ابناء الرجال

ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے اور (دوسرے) مردوں کے بیٹے ہیں

یعنی یہ کہنا تو صحیح ہے کہ''ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں''لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ''ہمارے بیٹے ہمارے پوتے ہیں۔''

اس مثال میں دونوں یعنی'' بنونا ''اور'' بنو ابنائنا ''معرفہ ہیں لیکن بنونا

اس میں محمول ہی بن سکتا ہے موضوع نہیں کیونکہ یہ نکرہ بن کر بھی محمول بن سکتا ہے۔

''بنو ابنائنا ابناء'' کہنا صحیح ہے لیکن ''بنو ابنائنا'' کو نکرہ بنا کر مطلوب مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔

اسی ضابطہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ تو کہا جا سکتا ہے ''التقوی کرم'' جیسا کہ حکیم ترمذی کی روایت میں ''التقیٰ کرم'' نکرہ ہے۔ اور دوسری روایت جو یحییٰ بن کثیر سے مروی ہے اس میں ہے ''الکرم التقوی'' دونوں معرف باللام ہیں۔

جب واضح ہو گیا کہ ''کرم'' نکرہ ہو کر بھی محمول بن سکتا ہے تو اس میں ہمارا مدعا ثابت ہے کہ ''التقوی'' مبتداء ہے جو مؤخر ہے اور ''الکرم'' خبر ہے' جو مقدم ہے۔ اس لئے ''الکرم تقوی'' کہنا یا ''الکرم دین'' کہنا درست نہیں۔

**تنبیہ:**

یہ کوئی نہ سمجھے کہ خبر کو مقدم کرنا نادر ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ جب سیاق وسباق دلالت کرے تو خبر کو مقدم کرنا عام ہے۔ خاص کر کے مبتداء ذات ہوگا اور خبر عرض ہوگی۔ دونوں کے معرفہ ہونے کی صورت میں عرض نے ہی خبر ہونا ہے' خواہ وہ مقدم ہی ہو۔

O عن عائشه قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیرکم خیرکم لأهله و أنا خیرکم لأهلی و اذا مات صاحبکم فدعوه هذا حدیث حسن صحیح۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کیلئے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کیلئے تم سب سے بہتر ہوں۔ جب تمہارا کوئی ساتھی مر جائے تو اسے چھوڑ دو۔ (یعنی اس کا ذکر برائی سے نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع الترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم موارد الظمآن حدیث ۱۳۱۲ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۵۳' الجامع الصغیر حدیث ۴۱۰۰)

اس حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ اس میں ''خیر کم لأهله'' موضوع اور ''خیرکم'' محمول ہے۔

## دوسری احادیث سے ہمارا موقف واضح طور پر سمجھ آ رہا ہے:

○ عن عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبی ﷺ قال: خیر الاصحاب عند الله خیرهم لصاحبه وخیر الجیران عند الله خیرهم لجاره

(مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص، المستدرک للحاکم کتاب المناسک خیر الاصحاب عند اللہ ۱/ ۴۴۳، الجامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی حق الجوار ۲/ ۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اصحاب میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کیلئے سب سے بہتر ہے۔ اور ہمسائیوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ہمسائیوں کیلئے سب سے بہتر ہے۔

اس حدیث کے تحت التیسیر شرح الجامع الصغیر جلد ۱ ص ۵۲۵ میں شارح نے یوں ذکر فرمایا:

فکل من کان اکثر خیر الصاحبه وجاره فهو افضل عند الله و العکس بالعکس

تو ہر وہ شخص جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کیلئے کثیر الخیر ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے اور اس کے برعکس ہو تو حکم برعکس ہے۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ ''خیر الاصحاب'' خبر ہے اور ''خیر هم لصاحبه'' مبتداء ہے۔ اسی طرح ''خیر الجیران'' خبر ہے اور ''خیر ہم لجارہ'' مبتداء ہے۔

اخرج احمد و ابن حبان والبیهقی عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه باسناد صحیح عن النبی ﷺ خیر الذکر الخفی

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سند صحیح سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر ذکر ذکر خفی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص، موارد الظمآن حدیث ۲۳۲۳، بیہقی شعب الایمان حدیث ۱۵۵۲/۴۰۷)

قال الفاضل الشارح ای ما اخفأ الذاکر وستره عن الناس فهو افضل من الجهر (التیسیر شرح الجامع الصغیر ۱/۵۲۶)

فاضل شارح نے کہا: یعنی وہ ذکر جسے ذاکر خفیہ رکھے اور لوگوں سے چھپائے وہ ذکر جہر سے افضل ہے۔

اس حدیث میں بھی معنوی طور پر تقدیم وتاخیر ہے "الخفی" مبتداء ہے اور "خیر الذکر" خبر ہے۔

اخرج الطبرانی عن ابی أمامة الباهلی رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم افضل الصدقة سر الی فقیر

ابوامامہ باہلی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو خفیہ طور پر فقیر کو دیا جائے۔

(المعجم الکبیر، حدیث ۷۱۸۷، ج ۸ ص ۲۵۹، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، الجامع الصغیر حدیث ۱۲۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ج ۱/ ص ۸۰)

قال الفاضل الشارح قال الله تعالی وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خیرلکم (التیسیر شرح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۸۵، مکتبہ امام شافعی ریاض)

فاضل شارح نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خیرلکم: اگر تم چھپا کہ صدقہ فقیروں کو دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

آیۃ کریمہ میں صراحۃً "خیرلکم" خبر ہے۔ اسی سے پتہ چل گیا کہ حدیث پاک میں "افضل" خبر ہے، جو مقدم ہے۔

اخرج احمد و الحاکم عن رجل من الصحابة عن النبی صلی الله علیه وسلم ان افضل الضحایا اغلاها واسمنها۔ (مسند احمد عن جد ابی الاسد سلمی، مستدرک حاکم کتاب الاضاحی)

امام احمد اور حاکم نے کسی صحابی سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قربانی کے جانوروں میں سب سے بہتر سب سے قیمتی سب سے فربہ (موٹا جانور) ہے۔

قال الفاضل الشارح فالأسمن افضل من العدد، اھ (التیسیر شرح الجامع الصغیر۱/۳۱۲)

فاضل شارح نے کہا: جو سب سے زیادہ فربہ ہے وہ عدد (زیادہ گنتی) سے افضل ہے۔

حدیث پاک میں ''افضل الضحایا'' پہلے ہے اور ''اسمنھا'' بعد میں ہے۔ شارح کی وضاحت سے پتہ چل رہا ہے کہ ''الاسمن'' مبتداء ہے اور افضل خبر ہے۔ یعنی معنوی طور پر تقدیم وتاخیر پائی گئی ہے۔

اخرج احمد و الطبرانی فی الکبیر عن ماعز رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ افضل الاعمال الایمان باللہ ثم الجھاد ثم حجۃ برۃ تفضل سائر العمل۔

امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر عمل اللہ پر ایمان رکھنا ہے، پھر جہاد، پھر حج مقبول تمام اعمال سے افضل ہے۔

(مسند احمد حدیث ماعز رضی اللہ عنہ، المعجم الکبیر حدیث ۸۰۹، ج ۲۰، ۳۲۲، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)

اس حدیث شریف کے شروع میں ''افضل'' ذکر فرمایا اور آخر میں ''پھر تفضّل'' ذکر فرمایا۔ اشارہ فرمایا ''افضل الاعمال'' مقدم ہونے کی صورت میں خبر ہے۔ اور ''الایمان باللہ'' مبتداء ہے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۱۶ تا ص ۶۴۴)

**تنبیہ:**

اسی اپنے مدعا پر دلیل کے طور پر کچھ احادیث اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی ذکر کی ہیں اور ''ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوۃ'' کو تفصیلی طور پر تفضیلیوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں پہلے ہی ذکر کردیا گیا۔ تکرار سے بچتے ہوئے اس کو چھوڑا جا رہا ہے۔

**تفضیلیوں کے منطقی اعتراض مذکور کا جواب رخ بدل کر:**

وسلمنا ان مفاد الآیۃ الأولی قولنا "

اور ہم اسے مان لیں کہ پہلے آیۃ کا مفاد ہمارا

کل اکرم اتقی " وینعکس بعکس النقیض الی قولنا" من لیس باتقی لیس باکرم"

قول ہے" کل اکرم اتقی "(یعنی ہر اکرم سب سے بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول ہے۔" من لیس باتقی لیس باکرم "(جو اتقی یعنی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے)۔

اور ہم نے پہلے عرش تحقیق کو ثابت کر دیا ہے کہ مراد "اتقی" آیۃ ثانیہ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول "وسیجنبها الاتقی "میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور نہ تقویٰ میں اس کے کوئی مساوی ہو۔

اذا ثبت هذا فنقول کل صحابی فهو لیس باتقی من ابی بکر ومن لیس باتقی منه لیس باکرم منه انتج ان کل صحابی فهو لیس باکرم من ابی بکر۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں: ہر صحابی ابوبکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صحابی ابوبکر سے زیادہ عزت والا نہیں۔

یہاں تک جو صغریٰ اور کبریٰ کا ترجمہ آپ نے پیش فرمایا وہ متقدمین کے مذہب کے مطابق ہے۔ لیکن عکس نقیض اور قضیہ معدولہ میں مختار مذہب متاخرین کا ہے' اسی لئے آپ فرماتے ہیں:

وصغری القیاس معدولة کما لوحنا الیه بتقدیم اداة الربط علی حرف السلب ولك ان نجعلها موجبة سالبة المحمول اعنی علی قول قوم من المتاخرین و یرشدك الی ما یزیح

اس قیاس کا صغری معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف ادواتِ ربط کو حرفِ سلب پر مقدم کر کے اشارہ کیا اور تمہیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبۃ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سب سے ایک قوم کے قول پر اور

وهمك جعل السلب فی الكبری مرآة لملاحظة افراد الأوسط۔

تمہاری راہنمائی اس بات کی طرف جو تمہارے وہم کو دور کردے سلب کو کبری میں افراد اوسط کیلئے مرآۃ ملاحظہ بنانے سے ہوگی

مطلب تقریباً واضح ہے کہ قضیہ معدولۃ الموضوع ہو یا معدولۃ المحمول ہو یا معدولۃ الطرفین ہو کبھی موجبہ ہوگا کبھی سالبہ ہوگا۔ (فتاوی رضویہ ج 28 ص 659)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بحث اس مسئلہ میں بہت طویل ہے، راقم نے ضرورت کے مطابق اختصار کیا ہے۔

قال المنذری عن ابیء ذر رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال له انظر فانك لست بخیر من احمر ولا اسود الاان تفضله بتقوی

(رواہ احمد، الترغیب والترھیب ۳/۶۲۱، باب من احقار المسلم وانہ لافضل لاحد)

منذری نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بے شک تم سیاہ فام سے اور سرخ سے بہتر نہیں۔ اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے مگر یہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقوی کی وجہ سے۔

یہ حدیث امام احمد نے روایت کی اور اس کے راوی ثقہ معروف ہیں مگر یہ کہ بکر بن عبداللہ مزنی نے اس حدیث کو ابوذر سے نہیں سنا لیکن حدیث مرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔

و عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اوسط ایام التشریق خطبة الوداع فقال یا ایها الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعرب علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایامِ تشریق کے درمیانی دن میں خطبہ الوداع دیا کہ فرمایا: اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے، سنتے ہو (خبردار) عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر

علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم الا ھل بلغت؟ قالوا: بلی یا رسول اللہ قال فلیبلغ الشاھد الغیب

(الترغیب والترہیب باب من احقار المسلم وانہ لافضل لاحد ۳/۶۲۱)

اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقویٰ سے بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ سنتے ہو!! کیا میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں (ہاں! آپ نے پہنچا دیا) یا رسول اللہ آپ نے فرمایا: اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو پہنچا دیں۔

و اخرج الطبرانی فی الکبیر عن حبیب بن خراش رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ المسلمون اخوۃ لا فضل لاحد علی احد الا بالتقوی

حبیب بن خراش سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے۔

(المعجم الکبیر حدیث ۳۵۴۷، المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ج ۴، ص ۲۵)

## تقویٰ کی کمی زیادتی سے مدارج کی کمی زیادتی ہوگی:

جب تقویٰ زیادہ ہوگا کرامت زیادہ ہوگی اور جب تقویٰ کم ہوگا کرامت کم ہوگی اور تقویٰ میں متساوی ہوں گے۔ جیسے کہ عصیان سبب ہے ذلت کا تو ذلت عصیان کی زیادتی سے زیادہ اور اس کی کمی سے کم ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج28 ص663,664)

## حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہِ خلافت میں جو فرمایا، وہی فیصلہ کن بات ہے:

روی الدار قطنی عن علی رضی اللہ عنہ قال لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدتہ حد المفتری

دارِ قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرمایا: میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو

مفتری کی حد ماروں گا۔ (یعنی کسی پر تہمت لگانے والے کی حد اسی (۸۰) کوڑے اسے ماروں گا)۔ (فتاوی رضویہ ج28 ص674)

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:

راقم نے صواعق محرقہ سے پہلے جو ذکر کر دیا ہے، تقریباً اسی کے مطابق شیخ نے بھی فرمایا بلکہ زیادہ نقل ہی آپ نے صواعق محرقہ سے کیا ہے۔ لیکن خیال یہ ہوا کہ آپ کی مکمل بحث کو نقل کر دیا جائے تا کہ یہ کوئی نہ کہے کہ اپنی مرضی کی عبارت کو نقل کر دیا اور مرضی کے خلاف کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

آسان سمجھنے کیلئے راقم کہیں کہیں عنوان قائم کرے گا۔ وہ عنوان کسی کو قبول ہوں یا نہ ہوں وہ اپنی اپنی پسند ہے، اس پر راقم کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

## فضلِ صحابہ اربعہ یکدیگر بدو مقام:

چار صحابہ (خلفاء راشدین) کی ایک دوسرے پر فضلیت و درجات کے بیان میں۔

والخلفاء الاربعة افضل الاصحاب: چار خلفاء (چار یار) سب صحابہ سے افضل ہیں۔

چهار یار با صفا که خلفاء راشدین و جانشین مصطفی انه (صلی الله علیه وسلم ورضی الله عنهم) فاضل ترین اصحاب و نزدیك ترین احباب اویند ومناقب ومحامد وسوابق ومآثر ایشان در اسلام چنداں است که هیچ یکی را از اصحاب با ایشان در انها مشارکت ومساهمت نبود وچنانکه در احادیث واخبار و آثار روشن گردد۔

چار یار با صفا کہ جو خلفاء راشدین اور نبی کریم ﷺ کے جانشین ہیں، وہ سب صحابہ سے زیادہ فضلیت والے ہیں۔ اور آپ کے تمام احباب میں سے آپ کے زیادہ نزدیک ہیں۔ ان چار کے مناقب ومحامد سوابق و مآثر (سبقت وایثار) اتنے ہیں کہ تمام صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی ان کے ساتھ ان میں مشارکت اور حصہ داری حاصل نہیں، جس طرح احادیث واخبار و آثار میں بہت روشن طریقہ سے بیان ہیں۔

## ترتیبِ فضیلت اور افضلیت کی مراد کا بیان:

وفضلهم علی ترتیب الخلافة والمراد بالافضلية اکثرية الثواب

ان کی فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔ افضلیت سے مراد زیادتی ثواب کا حصول ہے۔

## یہاں دو مسائل پر گفتگو کرتے ہیں:

بدانکه اینجا دو مقام است مقام اول آنکه خلیفه برحق بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر صدیق است بعد از وی عمرفاروق بعد ازوی عثمان ذوالنورین بعد از وی علی مرتضی رضوان الله علیهم اجمعین۔

اس جگہ دو مقام ہیں: پہلا مقام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفۂ برحق حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق، ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد حضرت علی المرتضی ہیں (رضی اللہ عنہم)

## مندرجہ بالا مسئلہ پر اجماع ہے اور وہ یقینی ہے:

در ایں مسئله نزد اہلِ سنت و جماعت از یقینات است و طریق اثبات خلافت ابو بکر نزد بعض بنص صریح و حدیث صحیح است و نزد جمهور اہل سنت و جماعت اجماع صحابه است یعنی صحابه ہمه اتفاق کردند بر خلافت ابی بکر و اطاعت وانقیاد وی نمودند و در احکام دنیا و آخرت براہِ موافقت ومتابعت رفتند وحال آنکه درایشان ابو ذر وعمار و سلمان

یہ مسئلہ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک یقینیات (قطعیات) سے ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص صریح وحدیث صحیح سے ثابت ہے اور جمہور علماء اہلِ سنت کے نزدیک اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے۔ یعنی تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اور دنیا و آخرت کے احکام میں موافقت و متابعت کی راہ چلے۔ اور حال یہ ہے کہ ان

وصهیب وامثال ایشاں بودند که بحال ایشاں میل ومداهنت در دین اصلاً راه نداشت ودر شان ایشان وارد است (لا یخافون لومة لائم)

(موافقت ومتابعت کرنے والوں) میں حضرت ابوذر اور حضرت عمار اور حضرت سلمان اور حضرت صہیب اور ان کی مثل اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بھی تھے جنہوں نے کبھی دین کے معاملہ میں میلان اور چاپلوسی نہیں کی۔ ان کی شان میں رب تعالی کا ارشاد وارد ہے" لا یخافون لومة لائم" وہ خوف نہیں کرتے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

## بعض صحابہ کرام کا تاخیر بیعت سے اجماع میں کوئی فرق لازم نہ آیا:

اگر چه امیر المؤمنین علی بن ابی طالب و عباس بن عبد المطلب ودیگر از اصحاب مثل طلحه و زبیر و مقداد بن اسود که از اعیان واکابر صحابه بودند در حین عقد بیعت اصحاب بیعت نکردند لیکن بعد ازاں وقت دیگر ایشاں نزد بیعت کردند و در اطاعت و انقیاد وے در آمدند وبراه موافقت رفتند و ابوبکر ایشاں را نزد خود طلبید و دیگر اصحاب نیز حاضر آورد وخطبه خواند و گفت ایں علی بن ابی طالب است ومن او را به بیعت خود الزام نمی کنم، اختیار او بدست او ست و شما را نیز اختیار بدست شما است اگر دیگرے را جز من اولی دانید

اور اگر چہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب و عباس بن عبدالمطلب اور اصحاب میں سے دوسرے طلحہ اور زبیر اور مقداد بن اسود کہ جو اشراف واکابر صحابہ تھے، انہوں نے جب دوسرے صحابہ نے بیعت کی اسی وقت بیعت نہ کی۔ لیکن اس کے بعد دوسرے وقت میں انہوں نے بھی بیعت کر لی اور یہ بھی آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں آگئے۔ اور موافقت کی راہ اختیار کر لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو اپنے پاس بلایا اور دوسرے صحابہ کو بھی اپنے پاس حاضر کیا اور خطبہ دیا اور فرمایا: یہ علی بن ابی طالب ہیں۔ میں نے ان پر اپنی بیعت کرنا لازم قرار نہیں دیا ان کا اختیار ان کے اپنے ہاتھ میں ہے اور تمہارا اختیار بھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم لوگ کسی دوسرے کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو

و مصلحت بیند اولی کسیکه باوی بیعت کند من خواهم بود پس علی و هر که باوی بود گفته غیرترا اولی ندانیم' ترا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم درامر دین ما پیش کرد و دیگر که تواند پیش انداخت اشارت بأمر امامت نماز کرد که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درروز آخرت از حیات او را فرمود جز آنکه مارا آن گران آمد که ما از اهل بیت پیغمبر و ارباب مشاورت و اجتهاد بودیم بی سابقه مشاورت ما چوں کردند اکنوں ما میدانیم که اولی و احق بأمامت توئی پس علی هر که از اصحاب باوی بودند رضی الله عنهم باوی علی رؤس الاشهاد بیعت کردند۔

اور کسی دوسرے کے خلیفہ بنانے میں مصلحت سمجھتے ہو۔تو پہلا شخص اس آدمی سے جو بیعت کرنے والا ہوگا وہ میں ہوں گا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ جو تھے سب نے کہا: ہم آپ سے کسی کو بہتر نہیں سمجھتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دین کے معاملہ میں آگے رکھا اور بھی جہاں تک ہوسکا آپ کو آگے رکھا۔آپ کا اشارہ نماز کی امامت کے متعلق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری (مرض کے) دنوں میں آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' صرف ہمیں پریشانی یہ ہوئی کہ ہم اہلِ بیعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ارباب مشاورت واجتہاد تھے۔ہم سے مشورہ نہیں کیا گیا اب ہم آپ کو ہی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ حقدار خلافت کا سمجھتے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ جو دوسرے اصحاب تھے' سب نے اعلانیہ طور پر سب لوگوں کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ اس لئے آپ کی خلافت پر اجماع منعقد ہوگیا۔ان کا بیعت کرنے میں دیر کرنا سوچنے' اجتہاد اور درست راہ کی تلاش کی کوشش کی وجہ سے انعقادِ خلافت اور اجماع میں کوئی عیب نہ تھا۔

## بیعت کرنے کی مدت تاخیر میں شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ کا مختار:

وبعض گویند که سبب تاخیر وعدم حضور علی مرتضی در وقت بیعت اشتغال تجهیز و تکفین آنحضرت

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیر کرنا اور بیعت کے وقت حاضر نہ ہونا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

صلی الله علیه وسلم بود و بعد ازاں بسبب حزن و مصیبت آنحضرت صلی الله علیه وسلم خود را در خلوت انداخت و بجمع قرآن مشغول شد و ازین جا امتداد مدت توقف و تردد فهم گردد حتی که گفته اند تا شش ماه بود و بعد از فوت فاطمه زهرا بیعت کرد و صحیح آنست که این قدر نبود در آخر هماں روز یا بروز دیگر بود والله اعلم

تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں مبتلا ہو گئے اور آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی، قرآن پاک کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے، پھر کچھ دیر تک سوچ وغیرہ میں مبتلا رہے یہاں تک کہ چھ ماہ گزر گئے۔ حضرت فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے بیعت کی۔ لیکن صحیح یہ ہے اتنی مدت نہیں تھی، اسی دن کے آخر میں یا دوسرے دن ہی آپ نے بیعت کر لی تھی۔
(تکمیل الایمان ص 133 تا 137)

راقم کا مختار اس میں یہ ہے جو بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے بیعت دو مرتبہ کی۔ ایک مرتبہ تو شروع میں اسی دن کچھ تاخیر سے یا دوسرے دن آپ نے بیعت کر لی تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے غم اور حضرت فاطمہ الزاہرا رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے کھل کر حکومت کا ساتھ نہ دے سکے۔ پھر چھ ماہ بعد دوبارہ بیعت کر کے باقاعدہ حکومت میں شامل ہو گئے۔ چھ ماہ کے بعد کا تذکرہ بھی مسلم ج 2 ص 99 باب الفیئ میں ملتا ہے۔ بہتر تطبیق اور محاکمہ اسی میں نظر آتا ہے۔۔۔۔۔ واللہ اعلم

## حضرت علی حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مطیع رہے اور آپ کے غزوہ میں شریک ہو کر مالِ غنیمت حاصل کیا:

و بالجمله علی مرتضی دائم مطیع و سامع و متمثل امر ابوبکر صدیق بود و در نماز فرض وجمعه و عید اقتداء بوے میکرد و در غزوه بنی حنیفه که

حاصل کلام یہ ہے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مطیع اور آپ کے فرمان کو سننے اور ماننے والے رہے فرض نمازوں اور جمعہ وعید میں آپ کی اقتداء

مسیلمه کذاب درانجا گشته شد باوی بود وجاریه را از غنائم آن غزوه به تسری بر گرفت اگر غزوه بحکم امام حق نمی بود تصرف درغنایم آن جا جایز نمی بود۔

کرتے رہے۔ غزوہ بنی حنیفہ یعنی مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ مالِ غنیمت سے آپ نے ایک لونڈی حاصل کی جو آپ کے زیرِ مجامعت رہی۔ اگر امامِ حق کے حکم سے غزوہ نہ ہوتا تو مالِ غنیمت میں تصرف بھی جائز نہ ہوتا۔

## عقل مند تو یہی کہتا ہے کہ مردِ حق شیر خدا نے خلیفۂ حق کے پیچھے نمازیں ادا کیں:

وهیچ عاقل روا دارد که علی مرتضی که شیر خدا و امام اولیاء و مرکز حق بود و قرآن چنانچه درحدیث آمده است که القرآن مع علی و علی مع القرآن" مدت عمر در نماز و جمیع طاعات بدنی ومالی تابع ظالمی باشد باوجود آنکه داند که حق بجانب اوست واز رسول خدا نصی درشان خود شنیده بطلب حق نه بر آید وسکوت شب و روز و مدت عمر خود زبون واسیر اهل باطل و ارباب هوا بود وآخر با معاویه که بناحق باوی کرم الله وجهه نقل کرده اند که فرمود سو گند

کیا کوئی عقلمند شخص یہ جائز رکھے گا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ جو شیرِ خدا تھے اور امام اولیاء اور مرکزِ حق تھے اور قرآن آپ کے ساتھ تھا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہوا ہے" قرآن علی کے ساتھ اور علی قرآن کے ساتھ ہیں" ایسے عظیم شخص نے اپنی عمر کا کچھ حصہ نمازیں اور طاعت بدنی ومالی میں ایک ظالم شخص کی تابعداری کی ہو (بقول شیعہ) باوجود اس کے وہ جانتا بھی ہو کہ حق میری جانب ہے اور رسولِ خدا سے اپنے بارے میں خلیفہ ہونے کی نص بھی سنی ہو۔ پھر حق کی طلب کیلئے باہر نہ نکلے ہوں۔ دن رات خاموشی اختیار کی ہو۔ اور اپنی عمر کا کچھ حصہ اہلِ باطل اور اربابِ خواہشات کی قید اور

بخدائیکه پیدا کننده و رویاننده دانه است که اگر پیغمبر خدا با من عهد کرده باشد و امری فرموده و برمن جزایں روا من نبود نگذارم ابن ابی قحافه را که بر ادنی پایه منبر مصطفی بر آید ولیکن چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود حضور من و معرفت موضع من ابوبکر را امر کرد که امامت کند و با مردم نماز گذار و مرا مجال نزاع دراں نبود چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او را درامر دین ما اختیار کرد مارا اختیار او در کار دنیا اولی باشد۔

زبون حالی میں گذار دیا ہو اور دلیل اس پر یہ ہے کہ جب آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے مقابل (اجتہادی) خطاء پر دیکھا تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے نفوس کو پیدا فرمایا اور دانہ کو اگایا۔" اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہوتا اور مجھے حکم فرمایا ہوتا اور سوائے میرے کسی کیلئے یہ جائز نہ ہوتا تو میں ابن ابی قحافہ (ابوبکر صدیق) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم نہ رکھنے دیتا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے موجود ہونے اور میرے گھر کا پتہ ہونے کے باوجود ابوبکر کو حکم دیا کہ امامت کرائیں لوگوں کو نماز پڑھائیں تو مجھے ان سے جھگڑے کی کچھ مجال نہ رہی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہمارے دین کے معاملہ کیلئے پسند فرمایا تو ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم ان کو اپنے دنیا (امر خلافت) کے معاملہ کیلئے پسند کریں اور ان کو ہی ترجیح دیں۔ (تکمیل الایمان ص ۱۳۷ تا ۱۳۸)

## شیعہ حضرات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈرپوک سمجھنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حق کا مطالبہ کیوں نہ کیا؟

جواب شیعه و نقص وقدح براں از جهت ترس جان و خوف اعداء

اس کا جواب شیعہ نے یہ دیا کہ یہ کمی اور یہ عیب آپ پر اس لئے رہ گیا کہ آپ کو اپنی جان کا خطرہ تھا اور دشمن کا ڈر تھا۔

شیعه گویند که ایں همه از جهت تقیه بود وبحقیقت ایں تقیه که شیعه اعتقاد

شیعہ کہتے ہیں: یہ سب (خاموشی اور اپنے حق کا مطالبہ نہ کرنا) تقیہ کی وجہ سے تھا۔ شیعہ

کنند اگر بنظر انصاف درنگرند عین عیب وصریح منقصت است یعنی علی مرتضی که طلب حق نکرد و سکوت و رزید وبطلب حق بر نخاست ازاں بود که از اعداء می ترسید تاوی را نکشند وھلا کش نکنند۔

جس تقیہ کا اعتقاد کرتے ہیں' اسے اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو اس کی حقیقت عین عیب و نقص ہے۔ (ڈرپوک سمجھنا عیب اور نقص نہیں تو اور کیا ہے؟) یعنی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حق طلب نہ کیا اور خاموشی اختیار کی۔ اور حق کی طلب کیلئے نہ اٹھے اس لئے کہ آپ دشمنوں سے ڈر رہے تھے تا کہ آپ کو قتل نہ کردیں اور ہلاک نہ کردیں۔

## یہ تو عجیب بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام ان کے سپرد کریں اور وہ ڈر جائیں:

ایں چه سخن است مثل علی مرتضی باآں کمال ایماں و یقین که " لوکشف الغطاء ما ازددت یقینا" از پیغمبر شنیده باشد که خلیفه بعد از من توئی وایں بشارت غیر ایں معنی ندارد که متکفل تمشیت واجرای احکام دین بعد از من تو خواهی بود دیگر وی ازمردم بترسد و داند که اگر من طلب خلافت کنم کشته شوم۔

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ جیسا شخص جس کو اس کا کامل یقین و ایمان حاصل تھا کہ "جتنے پردے کھلیں اتنا ہی میرا یقین زیادہ ہوگا" اس عظیم شوق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ میرے بعد خلیفہ تم ہی ہوگے۔ تو یقینی بات ہے کہ اس کا مطلب سوائے اس کے نہیں کہ میری راہ پر چلنے کے ذمہ داری تمہارے سپرد ہے' اور میرے بعد احکامِ دین دوسروں پر تم نے ہی جاری کرنے ہیں لیکن وہ شخص لوگوں سے ڈر جائے کہ اگر میں نے خلافت کا مطالبہ کیا تو مجھے قتل کردیا جائے گا۔

## تقیہ ڈرپوک کرتے ہیں، بہادر نہیں کرتے:

نیز تقیه و خوف درجائی بود که صاحبِ حق ضعیف و مغلوب و زبون

صاحب حق کا تقیہ کرنا اور ڈرنا اس وقت ہوتا ہے جب وہ کمزور اور مغلوب اور زبوں حال

بود و ایں جا نہ چنیں است علی مرتضی باآں شجاعت و صلابت در دین و توکل بر خدا کہ وی داشت و فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باآں عظمت وعلو منصب زوجہ وی وحسن وحسین سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومحبوب ترین خلق نزد وی وعباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفعت محل تابع وی و زبیر بن عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باکمال شجاعت وشہامت کہ داشت باوی وبنو ہاشم باآں شوکت وعزت برادران وی دیگر ضعف وزبونی چہ معنی دارد۔

ہو۔ یہاں تو یہ بات ہی نہ تھی کیونکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ تو بہادر تھے اور دین میں پختہ تھے اور رب تعالیٰ پر آپ کو کامل بھروسہ تھا۔ اور آپ کی زوجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی عظیم مرتبہ اور بلند منصب والی تھیں۔ آپ کے بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ اور آپ حضور کے نزدیک مخلوق میں محبوب ترین تھے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جو کہ رفیع مقام رکھتے تھے وہ آپ کے ساتھ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد جو بہت بڑے شجاع و بہادر تھے وہ آپ کے ساتھ تھے اور آپ کے خاندان کے شوکت وعزت رکھنے والے بنو ہاشم آپ کے ساتھ تھے۔ پھر آپ کے ڈرنے اور کمزور ہونے کا کیا مطلب؟

## خواستن عباس بیعت علی را برائے بیعت وانکار وی:

حضرت عباس کا حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کا بیعت کا مطالبہ اور آپ کا انکار

روایت کردہ اند کہ عباس در مدت توقف با علی گفت دست بر آر کہ با تو بیعت کنم تا اھل عالم گویند کہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باابن عم وی بیعت کرد و ہیچکس

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توقف کی مدت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا: ہاتھ آگے بڑھاؤ! میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں تا کہ جہاں والے کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد سے بیعت کر

را مجال خلاف با تو نماند و ابوسفیان اموی گفت چه شد شمارا اے پسران عبد مناف که راضی شدید که تیمی بر شما والی گردد از دل بیت قریش، اشارت به ابوبکر صدیق کرد که از بنی تیم بود اگر شما دعوی کنید من پیاده وسوار چنداں جمع کنم که تمامه وادی پر گردد و دربار از روزگار ایشاں بر آرم پس علی مرتضی او را منع کرد و زجر فرمود که یا عدو اهل اسلام اینچه سخن است که تو میگوئی و میخواهی که فتنه برپا شد وایں شیعه تقیه رابر پیغمبراں جائز می دانند بلکه واجب ومی گویند که اظهار کفر از انبیاء علیهم السلام درمقام خوف و تقیه جائز باشد حتی که گویند که آنحضرت علی مرتضی را بامامت درنفس خود تعین کرده بود و لیکن از اظهار خوف و تقیه شد هرگاه امثال این احتمالات شیعه را درجناب سید المرسلین ﷺ را دهند دیگر کسے باایشاں چگوید " قبحهم الله ما اجهلهم وافسد اعتقادهم "

لی تو کسی کو تمہارے ساتھ اختلاف کرنے کی طاقت نہ رہے۔ اور حضرت ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبدِ مناف کی اولاد! تمہیں کیا ہوگیا کہ تم قریش کے خاندان کے دل پر ایک تیمی کی حکمرانی قبول کر بیٹھے ہو۔ ان کا اشارہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف تھا کہ آپ بنی تیم سے تھے۔ اگر تم دعویٰ کردو تو میں پیدل اور سوار لوگ اتنی تعداد میں جمع کردوں کہ تمام وادی بھر جائے تو ان کو زمانے کے دربار سے باہر لے آؤں۔ (یعنی حکمرانی سے دور کردوں) تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا اور ڈانٹا کہ اے اہلِ اسلام کے دشمن! یہ کیا بات تو کہہ رہا ہے؟ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ فتنہ برپا ہو جائے۔ اور یہ شیعہ تو تقیہ انبیاء کرام کیلئے بھی جائز مانتے ہیں بلکہ واجب۔ وہ کہتے ہیں: انبیاءِ کرام کو بھی جب کسی بات کے ظاہر کرنے میں خوف ہو تو تقیہ ان کیلئے جائز ہے یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دل میں خلیفہ مقرر کردیا تھا لیکن اس کو ظاہر کرنے سے خوف (ڈر) نے روک دیا تو آپ نے تقیہ کرلیا۔ جب اس قسم کے احتمالات شیعہ نے سید المرسلین ﷺ کیلئے

پیش کردیئے تو دوسرے کے متعلق تو کیا کہا جائے کہ وہ اسے تقیہ والا نہیں کہیں گے۔ اللہ ان کو برباد کرے کتنے ہی بڑے جاہل ہیں اور کتنے ہی ان کے برے اعتقادات ہیں۔

## انبیاء کرام نے بڑے بڑے ظالموں سے ٹکر لی لیکن تقیہ نہ کیا ورنہ دینِ حق کیسے ظاہر ہوتا؟

اگر انبیاء اخفائے حق کنند دیگر ظهورِ حق کجا باشد متکبر تر از قوم نوح و متمرد تر از نمرود وظالم تر از فرعون که خواهد بود، باوجود آں نوح و ابراهیم وموسی علیهم السلام اظهار حق کردند دیگر تقیه چه معنی دارد پس ثابت شد که صحابه رسول الله صلی الله علیه وسلم همه اجماع کردند برخلافت ابی بکر رضی الله عنه و هرچه صحابه بلکه سائر علماء و مجتهدان ایں امت مرحومه مغفوره براں اجماع کنند حق باشد و ثابت بود یقین۔

اگر انبیاء حق کو چھپاتے تو حق ظاہر کیسے ہوتا؟ نوح علیہ السلام کی قوم سے بڑے متکبر، نمرود سے بڑا سرکش اور فرعون سے بڑا ظالم کون ہوگا باوجود اس کے نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق کو ظاہر کیا۔ تو تقیہ کا کیا مطلب؟ پس ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا۔ جس چیز پر تمام صحابہ کرام بلکہ اس امت مغفورہ کے تمام علماء و مجتہدین نے اجماع کیا ہو وہ حق ہے اور اس کا ثبوت یقینی ہے۔

## سوال مقدّر:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے خلیفہ بنایا۔ مجتہد کے اجتہاد میں تو دو گمان ہوتے ہیں کہ اس کے اجتہاد میں خطاء واقع ہوئی یا درست اجتہاد کیا۔ اس طرح ہر ایک کا اجتہاد ظن ہوگیا۔ ظن کے ساتھ جب ظن ملا تو وہ ظنی ہی رہا یقینی کیسے ہوگیا؟

جواب:

اگرچہ ہر یك از افراد آں بحکم " المجتهد یخطئ ویصیب" احتمال خطا دارد ولیکن اجماع واتفاق ایشاں راخاصیتی است کہ جز بر حق و صواب نبود واحتمال خطاء ندارد وبحکم نص قرآن " لتکونوا شهداء علی الناس" وقوله تعالی " ویتبع غیر سبیل المؤمنین" الآیة ۔ وحدیثِ نبوی " لن تجتمع امتی علی الضلالة۔ ہرچہ ایشاں کنند واتفاق نمایند حق بود اگر روا بودی کہ تمامہ صحابہ یا اکثر ایشاں درخلافت اختیار بیعت ابوبکر عمداً براہ خطا رفتند و ارتکاب ظلم کردند وخلاف حکم پیغمبر و رزیدند وحق صریح پوشیدند فساد ایں سخن ونتائج آں درتمامہ دین وملت سرایت می کند و درہیچ جا ودرہیچ حکم شرعی وثوق نماند چہ وصول قرآن وشریعت بنقل ایشاں ثابت شدہ است وایشاں خود بزعم شما فاسق وظالم وفاجر وساتر حق بودند ہیچ قباحتی

ہاں گرچہ ہر ایک فرد کا علیحدہ علیحدہ حکم" المجتهد یخطی ویصیب "۔ (مجتہد یا خطاء کرتا ہے یا درست راہ اختیار کرتا ہے) کے مطابق خطاء کا احتمال رکھتا ہے لیکن ان (صحابہ کرام) کے اجماع و اتفاق کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ حق ہی ہوتا ہے اس لئے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:" لتکونوا شهداء علی الناس "( تا کہ تم گواہ بن جاؤ لوگوں پر) اور رب تعالیٰ نے فرمایا" ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصلیه جهنم وساء ت مصیرا "(اور جس نے مؤمنوں کی راہ کے بغیر اور راہ کی تابعداری کی ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور جلا دیں گے اسے جہنم میں اور برا ہے ٹھکانہ) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" لن تجتمع امتی علی الضلالة ۔(ہرگز میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی) اس لئے صحابہ کرام کا ہر وہ کام جس پر اتفاق ہوتا وہ حق ہوتا۔ اگر جائز ہوتا کہ تمام صحابہ کرام یا ان میں اکثر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کو اختیار کرنے میں جان بوجھ کر غلطی کی اور ظلم کا ارتکاب کیا اور رسول

وشناعتی بالاتر ازیں نباشد، نعوذ باللہ من الجھالۃ والضلالۃ والغباوۃ۔

اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف کو پسند کیا۔ اور صریح (واضح) حق کو پوشیدہ رکھا تو اس بات کا فساد اور اس کے نتائج تمام دین وملت میں اثر انداز ہوں گے اور کسی جگہ اور کسی حکم شرعی میں اعتبار نہیں رہے گا کیونکہ قرآن پاک اور شریعت ان سے ہی تو منقول ہوا۔ اگر (اے رافضیو) تمہارے گمان کے مطابق وہ حضرات خود ہی فاسق و ظالم وفاجر اور حق چھپانے والے تھے تو اس سے بڑھ کر اور برائی، بے حیائی کیا ہوگی؟ "نعوذ باللہ من الجھالۃ و الضلالۃ و الغباوۃ" ان کی پناہ جہالت وگمراہی اور غباوت سے۔

## رافضیوں کی عقل تو سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی سے بھی کم ہے:

امام فخر رازی دربعض مصنفات خود استنباطی عجیب نمود است و گفته که بحکم قرآن مجید که فرموده است " لا یحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لا یشعرون" معلوم میشود که نملهٔ سلیمان عاقل تر از رافضی بود زیرا که مورچه بامورچهائی دیگر گفت که در کانهائے خود بخزید تالشکر سلیمان بے شعور و نادانسته پائمال تاں نکنند پس نمله تجویز نکرد که از جنود سلیمان که اصحاب پیغمبر اند پائمال کردن مورچها وظلم برایشاں نادیده ودانسته بوجود آید ایشاں یعنی رافضیان می گویند که اصحاب سید المرسلین عمداً حق علی را

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصنیفات میں عجیب استنباط کیا اور فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے " لا یحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لا یشعرون" (نہ پائمال کردیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں بے خبری میں) معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی رافضی سے زیادہ عقلمند تھی کیونکہ ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو کہا: اپنی بلوں میں گھس جاؤ تاکہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر بے خبری اور بے علمی سے تمہیں پائمال نہ کردے۔ کیا چیونٹی نے یہ تجویز نہیں کیا کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے چیونٹیوں کو پائمال کرنے کی زیادتی ان کی بے خبری اور بغیر دیکھے کے تو ہوسکتی (لیکن اصحاب پیغمبر جان بوجھ کر ظلم نہیں کرتے) لیکن یہ رافضی تو کہتے

پائمال ساختند وظلم صریح بر اہلبیت پیغمبر کردند وایں قدر ندانستند کہ از صحابہ رسول اتفاق بر ظلم درست نباشد۔

ہیں کہ سید المرسلین ﷺ نے جان بوجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کو پائمال کر دیا اور اہلِ بیت نبی پر صریح ظلم کیا۔ ان کو اتنا بھی پتہ نہ چل سکا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا ظلم پر متفق ہونا درست نہیں۔ (انہوں نے سوائے تین چار صحابہ کے سب کو مرتد قرار دے دیا'' معاذ اللہ'')۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقانیت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی؟

بالجملہ ہیچ دلیلے بتحقیق بہ از اجماع صحابہ کہ حل وعقد دین وملت بدست ایشاں بود واحکام شریعت و سنت بایشاں سپردہ شدہ است نباشد ہیچ الزامی قوی تر از اطاعت وانقیاد علی مرتضی مر ابوبکر را در احکام دین و دنیا نخواہد بود وبحقیقت ہر دلیلی کہ برفضل و کمال علی مرتضی است کرم اللہ وجہہ برہان صحت خلافت ابوبکر صدیق است یعنی علی با آں فضل و کمال وہدایت وحقانیت وتائید دین متابعت او کرد وباوی بیعت نمود بالا تر ازیں دلیل وبرہان چہ خواہد بود۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی صحابہ کرام جو اصحابِ حل وعقد (مجتہدین) تھے اور دین وملت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی۔ احکام شریعت وسنت ان کے سپرد تھے' ان کا اجماع ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر۔ اور اس سے بڑھ کر بہت مضبوط اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دینی اور دنیاوی احکام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہے۔ حقیقت بات یہ ہے کہ ہر دلیل جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال پر دلالت کرتی ہے اس کا دارومدار ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے پر ہے کیونکہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ باوجود صاحبِ فضل وکمال اور صاحبِ ہدایت ہونے کے اور تائید دین کے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی متابعت کی اور آپ کی بیعت کی؛ اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہوسکتی ہے؟

## آخر کار وہی حکایت جو مشہور ہے سچی آئے گی:

آخر هماں حکایت اند که نقل کرده اند که از امیر المؤمنین علی پرسیدند که سبب چیست که امر خلافت آں سه خلیفه منتظم وملتئم وبے خلاف آمد ودر عهد خلافت شما ایں همه هرج ومرج بظهور رسید، فرمود ناصر ومعین ومقوی ومؤید ایشاں ما بودیم وناصر ومعین ما شما اید دیگر چه حال باشد۔

آخر وہی حکایت جوان سے منقول ہوئی صادق آئے گی کہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا سبب ہے کہ پہلے تینوں خلفاء کی خلافت منتظم تھی اور اس میں اتفاق تھا۔ کوئی اختلاف نہ تھا لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کی خلافت میں قتل وفساد ظہور میں آئے؟ آپ نے فرمایا: ان کے مددگار ان کو تقویت پہنچانے والے اور ان کو تائید دینے والے ہم تھے اور ہمارے مددگار تم ہو۔ یہی حال ہونا تھا اس کے بغیر اور کوئی کیا حال ہوتا؟

## صحابہ کرام کی تنقیص درحقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے:

بحقیقت فطرت سلیمه مجهول است برقبول آنکه اجماع واتفاق اصحاب محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم جز بر صواب نبود بر انکار محمد رسول الله که آخر الزماں و هادی انس وجان مبعوث بکافه وخلایق باشد ازوی همین دوازده تن از اصحاب

(کیا) حقیقت میں فطرت سلیمہ مجہول ہے اسے قبول کرنے پر کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا اجماع درست نہ ہو تو آخر الزماں نبی؛ انسانوں اور جنوں کے ہادی؛ تمام مخلوق کی طرف مبعوث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آئے گا کیونکہ یہی تو دس بارہ کی تعداد میں صحابہ کرام شروع شروع میں حق پر

کو دیکھئے!!

پہلے ایک بات کی طرف توجہ فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کے وصال سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ جن جنگوں میں شریک ہوئے وہ کفار سے جنگیں تھیں۔اگر مراد یہ ہے کہ کافروں کے دلوں میں نفرت وعداوت تو اس سے آپ کو خلیفہ نہ بنانے کی وجہ؟ وہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مخالف تھے۔اگر اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو پہلے کافر تھے ان سے لڑائیوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصہ لیا تھا تو یہ قرآن کی مخالفت اور صحابہ کرام کی توہین ہے۔قرآن پاک میں تو مصطفیٰ کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی شان یوں بیان کی گئی۔"محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم "محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔

واضح ہوا کہ رب تعالیٰ نے تو یہ فرمایا اسلام لانے کے بعد مسلمان ایک دوسرے کیلئے رحمدل تھے یعنی ان کے دلوں میں عداوت ونفرت نہیں تھی اور شیعہ کا زیدیہ (تفضیلیہ) فرقہ یہ کہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد وہ ایک دوسرے سے عداوت و نفرت رکھتے تھے۔تو کیا ان کا یہ قول ظالمانہ ہے یا نہیں۔

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مؤقف خلفاء راشدین کے متعلق یہ ہے:

جو ابتداءِ بحث میں ذکر کیا گیا"وفضلهم على ترتيب الخلافة والمراد بالافضلية اكثرية الثواب "خلفاء راشدین کی افضلیت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔خلفاء راشدین کی خلافت خلافتِ خاصہ کہلاتی ہے بلکہ وہ خلافتِ نبوت ہے۔

## زیدیہ فرقہ کو شیخ کا الزامی جواب اور خلافت عامہ کا ذکر:

علمائے سنت را در ہر دو جا سخن است می گویند کہ واجب است کہ خلیفہ افضل و اکمل از اہل زمان خود باشد بلکہ بودن او از قریش و عالم بحلال و حرام و مصالح ومہام دین اسلام و ورع و عدالت و شہامت و کفایت دراہلیت امامت واستحقاق خلافت کافی است۔

اہلِ سنت علماء کرام کو دونوں جگہ میں کلام ہے۔ کہ وہ جو کہتے ہیں کہ خلیفہ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہونا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں بلکہ ضروری یہ ہے کہ وہ قریش سے ہو اور حلال وحرام اور مصالح (اچھے) اور دینِ اسلام کے اہم کاموں کا علم رکھتا ہو۔ نیک ہو، عادل ہو، دلیر وبہادر ہو، امامت کی اہلیت، خلافت کا مستحق ہونے کیلئے یہ چیزیں کافی ہیں۔

(یہ مطلقاً خلافت کی بات ہے۔ خلفاء راشدین کی خلافت میں شیخ نے اپنا عقیدہ بیان کردیا۔ دونوں کو ایک بنا کر نتیجہ باطل نہ نکالا جائے)۔

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے یا اجماع سے؟

و وجود ایں صفات در ابوبکر بشہادت نقل آثار و سیروی مقطوع بہ است۔ بعض علماء اثباتِ خلافتِ ابی بکر بنص کنند وگویند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تنصیص کردہ است بر خلافت وی و مختار نزد اہلِ تحقیق آں است کہ در ہیچ جانب یعنی در خلافت ابوبکر نہ در خلافت علی نص قطعی از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم واقع نشدہ اگرچہ ہر یک از فریقین ادعای نص برمذہب خود کردہ است

مذکورہ بالا تمام صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یقینی طور پر پائی جاتی ہیں جس پر آثار منقول ہیں اور عنقریب ان کی روایت کا ذکر ہوگا۔ بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے۔ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خلافت پر نص فرمائی ہے۔ لیکن اہلِ تحقیق کا مختار یہی ہے کہ کسی جانب بھی نص نہیں نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف۔ اگرچہ دونوں فریقوں نے

| و از نصوص خصم جواب داده زیرا که اگر نصی بر خلافت علی کرم الله وجهه از اظهار آں نص را و عقد اجماع بر خلاف نص صورت نمی بست و سکوت وی کرم الله وجهه از اظهار آں نص وسکوت از حق و ترک طلب خلافت امکان نمیداشت چنانچه سابق تحریر یافت واگر نصی بر خلافت ابوبکر وجود میداشت تقاول مهاجرین وانصار که "منا امیر ومنکم امیر" درست نمودی وبه رد و بدل آں را احتیاج نمی شد چنانچه درقضیه نصب خلافت در کتب مذکور است۔ (تکمیل الایمان ص142 تا143) | اپنے اپنے دعویٰ پر نص کو بیان کیا ہے اور مخالف نے نصوص سے ہی جواب دیا ہے۔ اس لئے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص پائی جاتی تو صحابہ کرام کا اس نص کی مخالفت میں اجماع نہ پایا جاتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس نص کو ظاہر کرنے اور حق کی طلب میں خاموشی اور خلافت کی طلب کے چھوڑنے میں امکان نہ رکھتے۔ جس طرح پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص پائی جاتی تو مہاجرین وانصار کے اختلاف میں یہ نہ کہا جاتا "منا امیر و منکم امیر" "ہمارا اپنا امیر ہوگا اور تمہارا اپنا امیر ہوگا۔ اور صحابہ کرام کو نص کے ردوبدل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ خلافت سے تقرر کا واقعہ کتب میں مذکور ہے۔ |
|---|---|

**تنبیہ:**

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص قطعی پائی گئی یا نہیں پائی گئی، اس میں اختلاف تھا۔ صحیح یہ ہے کہ محققین نے بیان کیا ہے کہ آپ کی خلافت پر نص قطعی نہیں پائی گئی لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کی خلافت کے ثبوت میں اجماع پایا گیا ہے اور اجماع خود دلیل قطعی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہے آپ کی خلافت کا ثبوت قطعی ہے۔

**بعض حضرات نے اختلاف کی ایک اور وجہ بیان کی:**

| و اگر گویند تواند که ایں تقاول و | اگر بعض حضرات یہ بیان کریں کہ ہوسکتا ہے |
|---|---|

تخالف از برای تحقیق حجت و تفتیش نص بود از جهت خفای آن وعدم علم بعض از اصحاب بدان پس تنزل ابوبکر ازاں مقام وتخییر وی علی را وسایر اصحاب را در بیعت چه معنی دارد چه در امر واجب منصوص تخیر و تواضع گنجایش نقل کرده اند که ابوبکر صدیق دست عمر بن الخطاب و ابوعبیده بن الجراح که پیغمبر خدا او را امین امت خوانده است بگرفت و بانصار گفت که امامت حق قریش است و از قریش کسے دو کس هر که را خواهید اختیار کنید، اگر نصے دریں باب از پیغمبر صلی الله علیه وسلم بودی اختیار عمر وابو عبیده درست نبودی پس حق آنست که نصب خلافت با اجتهاد صحابه واجماع ایشاں بود و اجماع را سندی باید ونص غیر قطعی درسندیست آں کافی است چنانچه درعلم اصول فقه مقرر شده است - دلائل جانبین و نزاع و جدال و قیل و قال ایشاں درکتب مبسوط مذکور است وچوں

مہاجرین وانصار کا اختلاف حجت کی تحقیق اور نص کی تفتیش کیلئے ہو بوجہ اس نص کے مخفی ہونے کے اور بعض صحابہ کو اس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے۔ (شیخ اس کا رد کرتے ہیں) کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنے مقام (منبر) سے اترنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی بیعت کا اختیار دینے کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ اگر خلافت کا معاملہ نص سے وجوبی طور پر ثابت تھا تو کیا اس میں کسی کو اختیار دینا اور خود عاجزی کرنا (کہ میرے بغیر جسے چاہتے ہو امیر بنا لو سب سے پہلے میں اس کی بیعت کروں گا) اس کی گنجائش پائی جاسکتی تھی، پھر یہ بھی منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہما) جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کا امین فرمایا۔ ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر انصار کو فرمایا کہ امامت قریش کا حق ہے۔ اور قریش میں سے ان دو شخصوں میں سے جسے چاہتے ہو اختیار کرلو۔ اگر خلافت کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص ہوتی تو ابوعبیدہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو اختیار کرنا درست نہ ہوتا۔ تو حق یہی ہے کہ خلیفہ مقرر کرنا صحابہ کرام کے اجتہاد اور

از خارج از وضع رسالہ بود ترک آں لازم وقت افتادہ موقوف بر تالیف کتابی دیگر افتاد، واللہ الموفق۔

اجماع سے ہوا۔ اور اجماع کیلئے کوئی سند چاہئے۔لیکن اجماع کی سند کیلئے نص غیر قطعی کافی ہے۔جیسا کہ علم اصول فقہ میں ثابت ہے۔دونوں جانبوں کے دلائل نزاع اور قیل وقال بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔میرے اس رسالہ سے جب یہ موضوع خارج ہے تو اس کو چھوڑ دینا اس وقت تک ضروری ہے جب تک کسی اور کتاب کی تالیف نہیں ہوتی۔

## حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا موقوف ہے:

چوں خلافت ابوبکر بہ اجماع ثابت شد وامتثال امر او بر کافہ مسلمانان لازم گشت ووی در وقت رحلت خود تفویض امر بعمر فاروق کرد او را خلیفہ نمود عهدنامہ بنام او بنوشت ومردم را بمتابعت ہر کہ دراں نامہ است امر کرد وتمامہ صحابہ باوی بیعت کردند و علی مرتضی نیز بیعت نمود و فرمود " بایعنا لمن فیہ وان کان عمر" خلافت عمر نیز باجماع ثبوت یافت"

(تکمیل الایمان ص 143 تا 144)

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع سے ثابت ہوگئی تو تمام مسلمانوں پر لازم ہوگیا آپ کے حکم کو تسلیم کرنا اور آپ نے اپنے وصال کے قریب خلافت کا معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا۔آپ کو خلیفہ بنادیا، اس کا طریقہ یہ رکھا کہ ایک خط لکھا جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ جس شخص کا نام اس خط میں ہے اس کی تابعداری کرنا، تمام صحابہ نے آپ کے ساتھ بیعت کرلی۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کرلی اور فرمایا ہم اس سے بیعت کرتے ہیں جس کا نام اس میں مذکور ہے اگر چہ وہ عمر ہی ہوں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہوگئی۔

واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح اور حق تھی۔ اسی وجہ سے آپ کے حکم کو صحابہ کرام نے دل و جان سے تسلیم کرلیا۔ خط بند تھا صرف یہ دیکھ کر کہ اس میں جس کا نام ہے اس کی تابعداری کرنا، پہلے سب نے زبانی اس طرح بیعت کرلی کہ جس کا ذکر اس میں ہے، ہم اسے ہی خلیفہ مانتے ہیں۔

کاش!! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت مانی جاتی کہ آپ نے بند خط کو دیکھتے ہی فرمادیا: جس کا نام اس میں ہے، ہم نے اس کی بیعت کرلی، اگرچہ وہ عمر ہی ہوں۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آخری حکم مان کر ثابت کردیا کہ ہمارے درمیان اختلاف ثابت کرنے والے احمق ہوں گے۔ میری محبت کے دعویدار وہی عقلمند ہوں گے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو حق مانیں گے کیوں کہ میں نے ان کی خلافت کو حق تسلیم کیا۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہے:

وعمر در وقت شهادت خود امر خلافت را میان شش کس عثمان و علی مرتضی و عبد الرحمن بن عوف و طلحه و زبیر و سعد بن ابی وقاص مشترك گذشت وایشان تفویض برای عبدالرحمن بن عوف کردند و وی عثمان را اختیار کرد پس علی مرتضی و تمامه صحابه باعثمان بیعت کردند و منقاد امروی شدند دراحکام دین و دنیا او را امیر و حاکم دانستند خلافت عثمان نیز به اجماع ثبوت یافت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت (زخمی ہوجانے کی حالت) کے وقت خلافت کا معاملہ چھ حضرات کے درمیان مشترک کردیا کہ ان میں سے جسے چاہو تم منتخب کرلو، یعنی یہ معاملہ چھ شخصوں کی مشاورتی کمیٹی کے سپرد کردیا کہ تم خود ہی ان چھ میں سے ایک کو منتخب کرلو وہ چھ حضرات یہ تھے: حضرت عثمان، حضرت علی مرتضی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ ان سب حضرات نے معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

کے سپرد کردیا۔انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پسند کرلیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور دین ودنیا کے احکام میں ان کے حکم کی تابعداری کی۔ان کو اپنا امیر وحاکم تسلیم کرلیا۔اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اجماع سے ثابت ہوگئی۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اہل حل وعقد (مجتہدین) کے اجماع سے ثابت ہے:

بعد از وی علی مرتضی خود متعین بود و اکمل و افضل الزمان خود بود پس وی کرم الله وجهه باجماع اهل حل وعقد خلیفه برحق وامام مطلق شد و نزاعی وخلافی که از مخالفان در زمان خلافت وی بوجود آمد نه در استحقاق خلافت وحق امامت بود بلکه منشاء آں بغی وخروج وخطادر اجتهاد که تعجیل عقوبت قاتلان عثمان باشد بود۔

(تکمیل الایمان ص 144 تا 145)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے آپ کو متعین کرلیا۔اس لئے کہ اس وقت میں سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ فضلیت والے آپ ہی تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل حل وعقد (مجتہدین) کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق بن گئے۔آپ کے زمانہ میں جو نزاع واختلاف ہوا وہ آپ کی خلافت کے قائم ہونے کے بعد ہوا۔اس اختلاف کا تعلق استحقاق خلافت اور حق امامت سے نہ بنا بلکہ اس مخالفت اور آپ کے مقابل فوجوں کا نکلنا اجتہادی خطاء کی وجہ سے تھا کہ وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو جلدی سزا دینے کا مطالبہ کررہے تھے۔

## کاش کہ لوگوں کو بغی وخروج کا معنی سمجھ آتا تو گمراہ نہ ہوتے:

یہاں بغی کا معنی ہی اجتہادی خطاء ہے اور خروج کا معنی مدمقابل نکلنا۔اگر کوئی صحابہ کرام کو عام مشہور معنی کے لحاظ پر باغی یا خارجی کہے گا تو وہ یقیناً ضال ومضل

ہوگا۔زیادہ وضاحت راقم کی ''نجوم التحقیق'' میں دیکھئے۔

قرآن پاک اور احادیث میں جو الفاظ ظاہری معنی میں نہیں رکھے جاسکتے ان کی تاویل اور مطالب بیان کرنا ضروری ہوگا ورنہ'' یخادعون الله وهو خادعهم '' کو دیکھ کر رب تعالیٰ کو دھوکا باز ماننا پڑے گا۔'' نسوا الله فنسيهم '' کو دیکھ کر کوئی یہ کہہ دے رب تعالیٰ کو تو کوئی بات یاد ہی نہیں رہتی وہ تو بھول جاتا ہے۔'' ووجدك ضالا فهدى '' کو دیکھ کر کوئی یہ کہہ دے کہ نبی کریم ﷺ بھی پہلے بھٹکے ہوئے تھے' گمراہ تھے (معاذ اللہ) پھر رب تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی ۔ سمجھ نہیں آرہا اہلِ علم کیوں بھٹکے جارہے ہیں'' الامان والحفیظ''

بحث کے شروع میں بتایا تھا یہاں دو مقام ہیں: ایک مقام خلافت ابھی تک بیان ہوا۔اب دوسرا مقام افضلیت یہاں سے بیان کیا جارہا ہے۔

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ افضلیت کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں:

مقام ثانی آنکه افضلیت خلفای اربعه به ترتیب خلافت است یعنی افضل اصحاب ابوبکر است ثم عمر ثم عثمان ثم علی مراد از افضلیت اکثریت ثواب است عند الله تعالی۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ چار خلفاء یعنی چار یاروں کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کی مطابق ہی ہے یعنی سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان ، پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ افضلیت سے مراد اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ثواب حاصل ہونا ہے۔

## کچھ زیادہ وضاحت اور قیل وقال کا بیان:

و تحریرش چنانکه بعض علماء کرده

بیان اس کا یہ ہے جو بعض علماء کرام نے

اند آں است کہ قول ما فلاں فاضل تر است از غیر خود زیادت و در رجحان آں فلاں را طلبند نسبت بآں غیر۔

وضاحت کی کہ جب ہم کہیں کہ فلاں زیادہ فضیلت رکھنے والا ہے دوسرے سے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بنسبت زیادہ مرتبہ رکھنے والا۔ اسے اس دوسرے سے فوقیت حاصل ہے۔

## رجحان یعنی فوقیت کی دو قسمیں ہیں، کلی اور جزئی:

و ایں رجحان تواند کہ بجمیع وجوہ در جمیع صفات باشد یعنی در ہر صفتی کہ تصور کنند وموازنہ نمایند آں فلاں راجح آید و کامل بود یا در مجموع صفات و فضائل من حیث المجموع وایں آں جمع شود کہ در مفضول صفتی از صفات کمال باشد کہ در فاضل نبود وتوان آں رجحان از وجھی خاص وصفتی مخصوص بود۔

یہ رجحان یعنی فوقیت وافضلیت ہوسکتا ہے کہ افضل کو جمیع وجوہ سے تمام صفات میں حاصل ہو۔ یعنی ہر صفت جو تصور میں آسکے اور اس کا دوسرے سے مقابلہ کیا جائے تو وہ فلاں یعنی افضل راجح اور کامل ہو۔ (یہ افضلیت کلیہ باعتبار ہر ہر فرد فضیلت کے ہے) یا مراد یہ ہو کہ افضل میں تمام صفات وفضائل من حیث المجموع مراد ہیں۔ یہ من حیث المجموع صفاتِ افضلیت تو اس افضل میں ہی پائی جائیں گی لیکن اس قسم میں بعض اوقات مفضول میں تو صفت کمال پائی جائے گی اور وہ فاضل میں نہیں ہوگی (مفضول میں کسی صفت کا پایا جانا اور فاضل میں نہ پایا جانا افضلیت جزئیہ کہلائے گا) اور ہوسکتا ہے کہ اس رجحان یعنی فوقیت وافضلیت سے مراد خاص وجہ اور صفتِ مخصوص ہو۔

## اختلاف علماء کا افضلیت وجہِ خاص اور صفتِ خاص میں ہے:

و محل خلاف دریں مسئلہ رجحان بایں وجہ خاص است یعنی کثرت ثواب عند اللہ نہ بوجوہ دیگر مثل

اور اس مسئلہ افضلیت میں محل اختلاف یہی وجہِ خاص ہے یعنی کثرت ثواب اللہ کے ہاں۔ اور دوسری وجوہ یعنی علم کی زیادتی اور

زیادت علم و شرف نسب و قوت
ملکاتِ نفسانیه مثل شجاعت وشهامت
وامثال آں ازانچه عقلا آنرا درعرف
فضلیت خواهند و مخصوص جواهر
نفس و لازم وی بود وایں منافات
ندارد به رجحان آں غیر در احاد
فضائل دیگر یا در مجمع فضائل من
حیث المجموع واسباب کثرت ثواب
مآثر وفضائل بود که منافع و نتائج
آں بدینِ اسلام راجح ومتعدی گردد
مثل سبقتِ ایمان و نصرتِ دین و
تقویتِ اسلام وامدادِ مسلمان و کثرتِ
خیرات وصلوات مبرات وهدایتِ
ناس وامثال آں می گویند که ایں
صفات در ذات ابوبکر بیشتر است چه
از کتب سیر معلوم شده است که وی
از آنکه ایمان آورد که پیغمبر صلی
الله علیه وسلم دعوت دهد که از وی
دعوتِ اسلام ونصرتِ دین بود و
عثمان و طلحه و زبیر و سعد بن ابی
وقاص و عثمان بن مظعون که اکابر
صحابه ورؤسای مهاجرین اند بر دست
وی ایمان آوردند و دائم در دفع

شرفِ نسب اور ملکاتِ نفسانیہ کی قوت جیسے
شجاعت، دلیری اس قسم کی صفات میں کوئی
اختلاف نہیں۔ اگرچہ عقلاً عرف میں اس
(صفتِ عامہ) کو بھی فضلیت ہی کہتے ہیں
کیونکہ یہ جواہرِ انسانیہ کے ساتھ خاص اور
لازم ہیں اور اس میں کوئی منافات نہیں۔
ہاں! البتہ غیروں پر افضلیت مجموع من حیث
المجموع فضائل کی وجہ سے ہے۔ اس کے
اسباب کثرتِ ثواب وفضائل ہے کہ منافع
اور نتائج اس کے اسلام میں راجح اور متعدی
(دوسروں تک پہنچنے والے) ہیں۔ ایمان
میں سبقت، اسلام کی تقویت، مسلمانوں کی
امداد، کثیر صدقات وخیرات اور لوگوں کی
ہدایت اس کی مثل صفات کے بارے میں
یہی بیان کیا گیا ہے کہ یہ صفات حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں سب سے زیادہ پائی
گئیں۔ جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں مذکور
ہے [اور آپ نے ایمان اس وقت لایا جب
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام دی، پھر آپ
کی] (قوسین کے درمیان عبارت طباعت
میں صحیح موجود نہ ہونے کی وجہ سے اندازہ
سے شامل کی گئی) دعوتِ اسلام اور نصرت
دین جاری رہیں، یہاں تک کہ حضرت عثمان

منازعت کفار واعلای اعلام دین بود چه درحالت حیات آنحضرت صلی الله علیه وسلم وچه بعد از ممات وی صلی الله علیه وسلم۔

اور طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم جو اکابر صحابہ اور مہاجرین کے رئیس تھے آپ کے ہاتھ پر ہی ایمان لائے اور ہمیشہ آپ کفار کے تنازع کا دفاع کرتے رہے اور دین کی سربلندی کا کام آپ نے جاری رکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر حیات میں اور آپ کے وصال کے بعد بھی۔

## مکہ شریف میں آپ نے اپنے زور سے (اپنے گھر) مسجد تعمیر کر کے تبلیغ دین کو جاری فرمایا:

و در صحیح بخاری آورده است که وی درمبادی ایام بعثت که در اظهار شعائر دین و شرائع کسی را مجال نه بود مسجدی بزور خود بنا کرده بود و درانجا نماز می گذارد وقرآن می خواند ونساء واطفال وجوان قریش گردمی آمدند وقرآن می شنیدند۔

بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شروع میں اعلانِ نبوت فرمایا اس وقت کسی کو دین و شریعت کے شعائر کو ظاہر کرنے کی طاقت نہ تھی لیکن اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زور سے مسجد تعمیر کی۔ جس میں آپ نماز ادا کرتے اور قرآن پاک پڑھتے تو قریش کی عورتیں، بچے اور جوان آتے اور قرآن سنتے تھے۔

## چوں تحریر مطلب کرده، شروع تقریر آن کنیم و هرچه از اقوال درانجا آمده است نقل می نمائیم

جب اصل مطلب (یعنی حقیقی عقیدہ) ہم نے بیان کردیا تو اب علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں: (یہ عنوان شیخ کا اپنا ہے)

بدانکه جمهور اهلِ سنت وجماعت برین اند که مذکور شد ومروی از

جمہور اہلِ سنت کا یہی عقیدہ ہے جو ہم نے بیان کردیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ

امام مالك و غیر وی توقف آنست میان عثمان وعلی از مالك پرسیدند که افضل امت بعد پیغمبر کیست گفت ابوبکر ثم عمر گفتند علی و عثمان را چه گوئی گفته مقتدایانِ دین از انها که ما دریافته ایم هیچ یکی را نیافته ایم که تفضیل یکی بر دیگر می کرد ازیں دو۔

حضرات نے توقف کیا ہے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سے سب سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر پھر عمر، پھر آپ سے پوچھا گیا حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: دین کے راہنما حضرات کو اسی پر پایا ہے کہ وہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ (راقم نے ''نجوم التحقیق'' میں یہ واضح کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بھی رجوع کر لیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔ حضرت ابوبکر کی افضلیت پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی افضلیت پر آپ نے بغیر کسی توقف کے فیصلہ فرمایا)۔

## امام الحرمین نے بھی ان دو میں ہی توقف کیا:

ومذھب امام الحرمین نیز توقف است میان این دو۔

امام الحرمین کا مذہب بھی ان دونوں (حضرت علی و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما) کی افضلیت میں توقف کا تھا۔

## اہلِ کوفہ اور ابنِ ابی خزیمہ نے حضرت علی کو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دی:

ومنقول از ابوبکر بن خزیمه تفضیل علی مرتضی است بر عثمان ودر جواهر الاصول می گوید که منقول از اهل کوفه تقدیم علی است بر عثمان

''ابوبکر بن خزیمہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان سے افضل ہیں اور جواہر الاصول میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل کوفہ سے منقول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

ومختار ابنِ خزیمه نیز همیں است و در مقدمه شیخ ابو عمرو بن الصلاح نیز مذکور است که در مذهب اهل کوفه تقدیم علی است بر عثمان وسفیان ثوری نیز بهمیں قائل است

یعنی افضل ہیں حضرت عثمان سے اور یہی ابن خزیمہ کا مختار ہے اور مقدمہ شیخ ابوعمرو بن صلاح میں بھی یہی مذکور ہے اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی مقدم ہیں حضرت عثمان پر اور سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں۔

## امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وامام محی الدین نووی در شرح صحیح مسلم می گوید که بعض اهلسنت وجماعت از اهل کوفه بتقدیم علی بر عثمان رفته اند وقول صحیح ومشهور تقدیم عثمان است بر علی وهم امام نووی در اصول حدیث می گوید که افضل اصحاب علی الاطلاق ابوبکر است بعد ازاں عمر به اجماع اهل سنت و خطابی که از علماء اهل سنت است از اهل کوفه تقدیم علی بر عثمان نقل کرده و ابوبکر بن خریمه نیز بر آں رفته است

امام محی الدین نووی شرح مسلم میں بیان فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ سنت وجماعت اہلِ کوفہ سے حضرت علی کی حضرت عثمان پر تقدیم (افضلیت) کی طرف گئے ہیں لیکن صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ حضرت عثمان مقدم (افضل) ہیں حضرت علی پر۔ اور بھی امام نووی اصولِ حدیث میں بیان فرماتے ہیں سب صحابہ سے افضل مطلقاً حضرت ابوبکر ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر اس پر اہلسنت کا اجماع ہے اور خطابی جو علمائے اہلِ سنت سے ہیں وہ اہلِ کوفہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم (افضل) ہیں۔ ابوبکر بن خزیمہ بھی اسی طرف گئے۔

## امام قسطلانی فرماتے ہیں، ابوسفیان ثوری رحمہ اللہ نے رجوع کرلیا تھا:

و قسطلانی در شرح صحیح بخاری می

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ صحیح بخاری کی شرح میں

گوید که بعضے از سلف بتقدیم علی بر عثمان رفته اند و سفیان ثوری از ایشاں است وبعضے گفته اند که وی درآخر ازاں رجوع کرده است والله اعلم۔

فرماتے ہیں کہ بعض سلف حضرت علی کی حضرت عثمان پر تقدیم (افضلیت) کی طرف گئے ہیں اور سفیان ثوری بھی ان میں سے ہیں۔ اور بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے (حضرت سفیان ثوری نے) آخر میں اس سے رجوع کر لیا تھا۔ واللہ اعلم

## حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر کی افضلیت میں کسی صحابی اور تابعی نے اختلاف نہیں کیا: (ہاں! پتہ چلا اختلاف کرنے والے بعد کی پیداوار ہیں)

و بیهقی در کتاب الاعتقاد میگوید که ابو ثور از شافعی روایت میکند که هیچ یکی از صحابه وتابعین در تفضیل ابوبکر وعمر و تقدیم ایشاں اختلافی نکرده و اختلافی اگر هست در علی و عثمان است وبالجمله وقرار داد مشایخ اهل سنت براں است که در تقدیم ابوبکر و عمر برسائر صحابه ورعایت ترتیب میان ایشاں اختلافی نیست و لیکن بعض از فقهای محدثین در شرح قصیده امالیه نقل کرده که افضلیت خلفائ اربعه مخصوص است بما عدای اولاد پیغمبر صلی الله علیه وسلم

امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں بیان فرماتے ہیں کہ ابوثور شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی ایک بھی صحابی اور تابعین میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی افضلیت اور ان کے مقدم ہونے میں اختلاف کرنے والا نہیں تھا، اگر اختلاف ہوا تو وہ حضرت علی اور حضرت عثمان کی افضلیت میں ہوا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ سے مقدم (افضل) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں ان کی ترتیب میں کوئی اختلاف نہیں (یعنی پہلے حضرت ابوبکر کی فضلیت پھر حضرت عمر کی) لیکن بعض فقہاء محدثین نے قصیدہ امالیہ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ خلفاء اربعہ (چار یاروں) کی افضلیت مخصوص ہے ماسوائے اولادِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ (اولاد کو کس طرح

کی افضلیت حاصل ہے وہ بھی شیخ کی زبان سے ہی ان شاء اللہ عنقریب سنو گے)

## چارسو سال کے بعد غلام ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وابنِ عبد البر که از مشاهیر علمای حدیث است در استیعاب ذکر میکند که سلف اختلاف کرده اند در تفضیل ابوبکر وعلی میگوید که مروی از سلمان و ابو ذر و مقداد و خباب و جابر و ابو سعید خدری و زید ابن ارقم آں است که علی مرتضی اول کسی است که اسلام آورده ولیکن از جهت خوف ابوطالب کتمان نموده و گفته است که ایں جماعت از صحابه علی را تفضیل دهند بر هر که غیر اوست ایں کلام ابنِ عبد البر است

ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ جو مشہور علمائے حدیث سے ہیں' استیعاب میں ذکر کرتے ہیں کہ سلف کا اختلاف تھا اس میں کہ کیا حضرت ابوبکر افضل تھے یا حضرت علی۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ مروی ہے سلمان' ابوذر' مقداد' خباب' جابر' ابوسعید خدری اور زید بن ارقم سے کہ حضرت علی مرتضی نے پہلے اسلام قبول کیا لیکن ابوطالب کے ڈر کی وجہ سے ایمان کو چھپائے رکھا۔ اس جماعت نے بیان کیا کہ تمام صحابہ میں سے حضرت علی افضل ہیں۔ یہ کلام ابن عبدالبر کا ہے۔

## ابنِ عبدالبر کی روایت پر سہارا لگایا تھا، ہائے! افسوس!! شیخ اسے بھی گراتے نظر آتے ہیں:

لیکن میگویند که ایں مقاله از ابن عبدالبر مقبول و معتبر نیست زیرا که روایت شاذه که مخالف قول جمهور افتد معتبر نباشد و جمهور ائمه در دین اجماع نقل میکنند، بر تقدیر و تسلیم ایں روایت وی ازاں جماعت صحابه

لیکن اہلِ علم فرماتے ہیں کہ یہ قول ابن عبدالبر کا مقبول و معتبر نہیں، کیونکہ شاذ روایت جمہور کے قول کے مخالف آئے تو وہ معتبر نہیں ہوتی جمہور ائمہ دین نے اجماع دین کیا ہے۔ اگر اس روایت کو تسلیم کرلیا جائے کہ صحابہ کی اس مذکورہ جماعت

که تفضیل علی مرتضی نقل کرده و امثال آں روایات چنانچه خطابی از بعض مشائخ حدیث نقل میکند که می گفتند ابوبکر خیر من علی وعلی افضل من ابی بکر۔

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیا ہے یا اس طرح کی اور روایات کو تسلیم کیا جائے جیسے خطابی کا قول جو انہوں نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے۔" ابوبکر خیر من علی وعلی افضل من ابی بکر "ابوبکر بہتر ہیں علی سے اور علی افضل ہیں ابوبکر سے۔

(یہ سب قابلِ تاویل ہیں۔ آیئے! ان کی تاویلات وتوجیہات شیخ کی زبانی ہی سنئے)

## حضرت علی کی افضلیت کا مطلب امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ بیان فرماتے:

یعنی زبان شیخ سے زبان سبکی رحمہ اللہ سنئے:

امام تاج الدین سبکی رحمه الله که از اعاظم علمای شافعیه در طبقات کبری از بعضے متأخرین نقل کرده است که ایشاں تفضیل ختنین میکنند از جهت ثبوت ببضعة رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ جو عظیم علمائے شافعیہ سے ہیں طبقات کبری میں بیان کرتے ہیں کہ بعض متاخرین سے یہ منقول ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادوں کو اس نسبت سے افضل قرار دیتے ہیں کہ ان کے زوجیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا یعنی آپ کی بیٹیاں آئیں۔

## حضرت فاطمہ الزہرا اوران کے بھائی حضرت ابراہیم کی افضلیت کی وجہ:

شیخ جلال الدین سیوطی در کتاب خصائص از امام علیم الدین عراقی نقل کرده است که فاطمه وبرادری ابراهیم باتفاق افضل اند از خلفای اربعه و از امام مالك آورده اند که

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب خصائص کبری میں امام علیم الدین عراقی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہراء اور آپ کے بھائی حضرت ابراہیم خلفاء اربعہ (چاریاروں سے) افضل ہیں۔ اس میں

گفت " ما فضل علی بضعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم " فرمودہ من ہیچ یکی را بر آنکہ جگر پارہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم است تفضیل ندہم

اتفاق ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا (ترجمہ) کہ کسی کو نبی کریم ﷺ کی اولاد پر فضیلت نہیں دی گئی۔ اسلئے میں کسی کو نبی کریم ﷺ کے جسم کے ٹکڑوں (آپ کی اولاد) پر فضیلت نہیں دیتا۔

(تکمیل الایمان ص ۱۴۵ تا ۱۴۹)

## یہاں تک عبارات کو نقل کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کریں آگے شیخ کی بحث کو بھی دیکھئے!!

یہ انصاف سے دور ہے کہ " یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة " ذکر کرتے رہیں " وانتم سکاری " کو چھوڑ دیں۔ اور " لا الہ " کی رٹ لگاتے رہیں " الا اللہ " سے منہ پھیر لیں اور " عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا " بیان کرتے رہیں اور " الا من ارتضی من رسول " نہ پڑھیں۔ اسی اندازِ بیان سے سوائے بھٹکنے اور بھٹکانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

## آیئے! مذکورہ بالا روایات کی وضاحت شیخ کی زبانی سنئے!!

ایں تفضیل بنسبت دیگراں است بایشاں میگویند ایں ہمہ روایات ضرر بمقصود ندارند ومنافی مدعائے ما نیست مدعائے ما ایں جا چنانچہ تحریر کردہ آمد اثبات فضلیت بوجۂ خاص است وآن بمفضولیت بوجھی دیگر منافات ندارد وایں فضائل کہ ذکر کردہ شدہ راجح بکثرت ثواب و

یہ فضیلت جو اولاد یا بیٹیوں کی وجہ سے دامادوں کو دوسرے تمام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ تمام روایات سے مقصود کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتیں اور نہ ہی ہمارے مدعا کے منافی ہیں۔ ہمارا مدعا وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ وجۂ خاص سے افضلیت (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

نفع اہلِ اسلام نیست بلکہ بمزید شرف نسب و کرامت جوہر ذات است چہ شک نیست کہ در اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ اجزای اواند شرفی وشانی ہست کہ در ذات شیخین نیست ہیچکس رادر آنجا مجال توقف وانکار نخواہد بود وباوجود آں ثواب شیخین اکثر ونفع ایشاں دراسلام و اہل آں اعظم و أوفر است

(تکمیل الایمان ص ۱۴۹)

ہی حاصل ) ہے۔ افضل میں کسی اور وجہ سے مفضولیت منافی نہیں ۔ وہ فضائل جن کا (شیخین میں ) ذکر کیا گیا ہے۔اس سے مراد کثرتِ ثواب اور اہلِ اسلام کو نفع حاصل نہیں بلکہ ان کو شرافت نسبی اور جوہر ذات کی وجہ سے تکریم حاصل ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اولاد جو آپ کے اجزاء (یعنی آپ کے جسم کا ٹکڑا) ہیں ان کو ایک خاص شرافت اور شان حاصل ہے وہ شیخین کو حاصل نہیں ۔اس میں کسی شخص کو بھی توقف کی کوئی طاقت نہیں اور نہ ہی کوئی انکار کرسکتا ہے۔باوجود اس کے کہ اولاد کو شرافت نسبی حاصل ہے لیکن کثرت ثواب شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو ہی حاصل ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو ان دونوں سے بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔

ہاں ! ہاں ! اسی کو افضلیت کلیہ کہا جاتا ہے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو یکے بعد دیگرے حاصل ہے اور وہ افضلیت جو نبی کریم ﷺ کی اولاد یا ان کی وجہ سے دامادوں کو حاصل ہے اس کا نام افضلیت جزئیہ ہے۔

شیخ کی عبارت اور دیگر صدیوں پہلے متاخرین علماء کی عبارات دلالت کر رہی ہیں یہ صرف علماء ہند یعنی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کی ایجاد نہیں ۔ کاش کہ علماء کرام انصاف کی بات کریں۔ ۔بے انصافی کیلئے جہلاء کافی ہیں۔

## علامہ خطابی کی روایت پر سر دھننے کے بجائے شیخ سے اس کا مطلب پوچھئے:

شیخ بیان کرتے ہیں:

بآنکه از قول خطابی که از بعض مشائخ خود نقل کرده است نیك درتوان یافت که چه مقصود دارد و خیریت چیست و افضلیت کدام ہست گفته است که "ابوبکر خیر من علی و علی افضل من ابی بکر" اگر مراد خیریت ابوبکر ازوجهی است وافضلیت علی ازوجهی دیگر پس این سخنی است بیرون از دائرہ خلاف و خارج از محل نزاع واگر مراد از خیریت کثرت ثواب است و امثال آن پس منافات بمقصود ندارد و اگر غرض دیگر و مرادی دیگر دارد بیان کند تا معلوم شود که حقیقت حال چیست " والله اعلم۔

(تکمیل الایمان ص ۱۵۰)

علامہ خطابی نے جو عبارت بعض مشائخ سے نقل کی ہے اس کا صحیح مقصد اسی وقت سمجھ آ سکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ خیریت سے مراد کیا ہے اور افضلیت سے مراد کیا ہے؟ جو یہ بیان کیا گیا ہے" ابو بکر خیر من علی و علی افضل من ابی بکر "(ابوبکر بہتر ہیں علی سے اور علی افضل ہیں ابوبکر سے) اگر یہ مراد ہو اس سے کہ حضرت ابوبکر میں خیر پائی گئی کسی اور وجہ سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں افضلیت پائی گئی کسی اور وجہ سے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ دائرہ اختلاف اور محل نزاع سے خارج ہے۔ اور اگر مراد خیر سے کثرتِ ثواب ہے تو یہ مقصد کے خلاف ہی نہیں کیونکہ مقصد ہی یہ ہے کہ کثرتِ ثواب کے لحاظ پر حضرت ابوبکر افضل ہیں۔ اگر کوئی اور غرض اور کوئی دوسری مراد ہے تو اسے بیان کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ حقیقت حال کیا ہے؟

قانون صحابہ تمام ثقہ ہیں۔ باقی کسی اور کی روایت اس کے نام کے بغیر قبول نہیں ہوگی کیونکہ راوی کے ثقہ ہونے کا علم ضروری ہے۔ تفضیلیوں کے مذہب کا دارومدار ہی اس پر ہے کہ بعض صوفیاء نے یہ کہا ہے اور بعض مشائخ نے یہ کہا ہے۔

سبحان اللہ! کیسے دلائل ہیں؟ چن چن کر مرجوح روایات کو جمع کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی نفی کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ ضعیف اور باطل دلائل سے ثابت ہونے والے دعوی سے ثابت کیا ہوتا ہے؟ اس نے تو دھڑام سے گرنا ہی ہے۔

## ترتیب افضلیت قطعی ہے اور ترتیب خلافت میں اختلاف ہے، قطعی ہے یا ظنی:

اکنوں سخن دراں ماند کہ مسئلہ ترتیب افضلیت یقینی است کہ برھان قاطع براں گذشتہ چنانچہ ترتیب خلافت یا ظنی است کہ دلیل آں امارت وقرائن است کہ رجحان واولویت رساند بعض برانند کہ قطعی است ومختار نزد اکثر محققین آں است کہ ظنی است۔

ابھی تک بات اس میں باقی تھی کہ مسئلہ ترتیب افضلیت یقینی ہے کہ اس پر دلائل یقینی ہیں جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ ترتیب خلافت یا ظنی ہے کہ اس پر امارت (حاکمیت) اور قرائن دلیل ہیں جو راجح ہونے اور اُولیٰ ہونے تک پہنچاتے ہیں۔ اور بعض حضرات اس پر ہیں کہ قطعی ہے اور مختار اکثر کے نزدیک وہ ہے کہ ظنی ہے۔ (یعنی ترتیب خلافت ظنی ہے۔ ترتیب افضلیت کے ظنی ہونے کی بات ہی نہیں)۔

## امام الحرمین نے بھی مطلقاً خلافت کی بات کی:

مسئلہ وہی ہے جو محققین نے بیان کیا ہے کہ فضلیت پہلے اور خلافت بعد میں ترتیبِ فضلیت کے مطابق رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کو توفیق دی کہ انہوں نے اسی طرح انتخاب بھی کردیا۔ اس لئے خلفاء راشدین کی خلافت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی فضلیت ہے۔ ہاں! البتہ مطلقاً خلافت کیلئے خلیفہ سب سے افضل ہونا ضروری نہیں۔

امام الحرمین در ارشاد بعد از اثبات خلافت علی الترتیب بطریق سؤال میگویند اکنوں چہ میگویند بعضی از صحابہ را تفضیل می دھند بر بعضی دیگر یا از مسئلہ تفضیل و تفصیل آں سکوت واعراض میکنند

امام الحرمین ارشاد (ان کی تصنیف) میں خلافت علی الترتیب ثابت کرنے کے بعد سؤال کے طریقہ پر فرماتے ہیں: وہ بعض حضرات کیا کہتے ہیں جو بعض صحابہ کو بعض پر فضلیت دیتے یعنی فضلیت خلافت سے ثابت کرتے ہیں وہ اس کے بیان سے

جوابش میگویند که بناء مسئله تفضیل بران است که امامت مفضول باوجود فاضل جائز نباشد ومعظم اہل سنت وجماعت برانند که امام افضل باید ولیکن اگر نصب وی موجب سوران ھرج ومرج وہیجان فتنه وفساد گردد نصب مفضول بر تقدیر اہلیت واستحقاق او مر امامت را باستجماع صفات وشرائط آں از قریشیت وعلم به حلال و حرام و مصالح و مهام دین و اسلام و ورع و عدالت وشهامت و کفایت جائز باشد و میگویند که نزد من ایں مسئله یعنی اولویت نصب افضل قطعی وجز اخبار احاد که در غیر ایں امامت کبری که سخن ما درآں است یعنی امامت نماز که امامت صغری اش گویند وارد شده است ایں است مثل قول آنحضرت صلی الله علیه وسلم " یؤمکم اقرأکم " یعنی باید که امام در نماز کسی شود قرآن خواننده تر و بعلم فقه داننده ترباشد و ایں خود بقطع نمی رساند پس صحیح آں

خاموشی اختیار کرتے ہیں' پھر وہ خود ہی اس کا جواب ذکر کرتے ہیں کہ افضلیت کی بناء اس پر ہے کہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت (خلافت) جائز ہی نہیں۔ اہلِ سنت کے بڑے بڑے علماء اس پر ہیں کہ امام افضل چاہیے لیکن اگر اس کے مقرر کرنے میں قتال کے بھڑ کنے، فتنہ وفساد برپا ہونے کا خطرہ ہوتو مفضول کو اہلیت کی بناء پر اور استحقاق امامت کی بناء پر مقرر کردیا جائے یعنی امامت و خلافت کی شرائط وصفات اس میں مجتمع ہوں۔ وہ شرائط وصفات یہ ہیں قریشی ہو' حلال وحرام اور مصالح اور دین کے اہم کاموں کا علم رکھتا ہو' مسلمان ہو' نیک ہو، عادل ہو، دلیر ہو اور خلافت کی کفایت رکھتا ہو تو جائز ہے کہ اس کو خلیفہ مقرر کردیا جائے۔ میرے نزدیک افضل کو خلیفہ مقرر کرنے کی اولویت (بہتری) قطعی نہیں، کیونکہ اس میں سوائے اخبار احاد کے نہیں پائی گئیں۔ اس کے بغیر امامت کبری کے بغیر جس میں ہماری بات ہے وہ نماز کی امامت ہے جسے امامت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد یہ ہے "یؤمکم اقرأکم" تمہاری امامت وہ کرائے جو تم سے زیادہ

است که در امامت وخلافت افضلیت شرط نیست بس امامت دلیل افضلیت نتواند بود و نزد ما دلیلی دیگر نیست که قاطع بود و دلالت کند بر تفضیل بعض ائمه بر بعض چه عقل را بدرك حقیقت آن راه نیست۔

(تکمیل الایمان ص150 تا151)

قرآن پڑھا ہوا اور فقہ کا علم زیادہ رکھتا ہو، یہ دلیل قطعی نہیں۔اس لئے صحیح یہ ہے کہ امامت و خلافت میں افضلیت شرط نہیں پس امامت دلیل افضلیت نہیں ہوسکتی ۔ اور ہمارے نزدیک کوئی دوسری دلیل قطعی نہیں کہ وہ دلالت کرے بعض خلفاء کی بعض پر فضلیت پر، اور عقل کو اس کی حقیقت کے پانے کی راہ نہیں۔

اگر امام الحرمین کی مراد یہ ہے کہ مطلقاً خلافت وامامت کیلئے ضروری نہیں کہ خلیفہ وامام سب سے افضل ہو تو یہ بات قابل تسلیم ہے۔لیکن بظاہر یہ سمجھ آرہا ہے کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھ کر اپنی زندگی کے آخر ایام میں امام نہیں بنایا تھا بلکہ سب سے زیادہ قاریٔ قرآن سمجھ کر امام بنایا تھا تو یہ بات غلط ہے کیونکہ سب سے زیادہ قاریٔ قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔

اگر امام الحرمین کی مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اس لئے بنایا تھا کہ ان میں خلیفہ کی شرائط موجود تھیں لیکن وہ افضل نہیں تھے تو یہ قول ان کا مردود ہے۔

کیا امام الحرمین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی، امام رازی، طبرانی وغیرہ جلیل القدر اصحابِ علم سے زیادہ عالم تھے؟ کیا تمام صحابہ کرام اور تابعین سے زیادہ ان کا قول صحیح ہے؟ جبکہ تمام صحابہ اور تابعین کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہے تو امام الحرمین کا قول کونسا صحیفہ آسمانی ہے؟

تمام منقولہ عبارات سے کچھ یہی سمجھ آرہا ہے کہ اصل ناقل کی نتیجہ خیز عبارت کو نقل ناقلین چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ امام الحرمین خود کہہ رہے ہیں یہ میری ذہنی اختراع

ہے تا کہ مجھے کوئی سلف کا مقلد نہ کہے۔ آیئے! آخر نتیجہ تک عبارت دیکھئے!! پھر راقم کے عنوان سے منصفین ان شاء اللہ ضرور انصاف کریں گے، غیر منصف کا تو کہنا ہی کیا۔

**جو سلف سے پڑھا، علماء کاملین سے پھرا، ناقصین اس سے چمٹے رہے:**

اخباری کہ در فضائل ایشاں ورود یافته متعارض اند پس جز توقف و سکوت سبیلی نباشد ولیکن غالب بر ظن چناں آید که ابوبکر افضل خلایق است بعد از رسول صلی الله علیه وسلم بعد از وی عمر وظنون در علي و عثمان متعارض است ومی گوید از علی مرتضی نیز روایت کرده اند که فرمود است بهترین مردم بعد از رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر و عمر است بعد ازاں خدا داناتر باآنکه بهتر کیست ایں ترجمه کلام امام الحرمین است درارشاد ومیگوید که ایں قولی است که ما برای خود اختیار کرده ایم واز راه تقلید مجانبت نموده براه حق واضح رفته ایم۔ انتهی

(تکمیل الایمان ص ۱۵۱ تا ۱۵۲)

وہ اخبار (روایات) جو ان (خلفاء اربعہ) کی فضیلت میں پائی جاتی ہیں ان میں تعارض ہے۔ پس سوائے توقف اور سکوت کے کوئی اور راستہ نہیں لیکن غالب گمان اسی طرح آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب مخلوق سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر، اور حضرت علی اور حضرت عثمان کی افضلیت میں ظن متعارض ہیں۔ اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں اور ان کے بعد اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہی بہتر جانتا ہے کہ کون افضل ہے؟ یہ امام الحرمین کی کتاب ارشاد میں ان کے کلام کا ترجمہ ہے اور انہوں نے خود ہی بتایا یہ ہمارا قول ہے۔ ہم نے اپنے لئے یہ پسند کیا ہے، تقلید کی راہ سے ہم نے کنارہ کشی کر لی اور واضح راہ حق پر ہم چلے ہیں۔

اگر امام الحرمین کے ارشاد در ارشاد کا یہ مطلب لے لیا جائے کہ ظن سے مراد فقط توقع نہیں بلکہ ظن بمعنی یقین ہے اور یقین سے مراد قطعی درجۂ طمانینت ہے تو آپ کا

ارشاد درست ہے۔ اور اگر ظن بمعنی توقع اور تردد ہو تو پھر اس پر تعجب ہی کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے بعد بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہو تو پھر کب حاصل ہوگا؟

بعضی از فقهائے محدثین از اهل مدینه در شرح قصیده امالیه نقل میکنند که شیخ احمد زواق که از اعاظم علمائے فقهاء ومشایخ مغرب است در شرح عقیده حجته الاسلام می گوید که علماء را خلاف است در آنکه تفضیل قطعی است یا ظنی میل اشعری بأول است و مختار باقلانی ثانی و نیز ایں تفضیل در ظاهر و باطن است معا یا در ظاهر فقط اینجا نیز دو قول است۔ انتهی۔

اہلِ مدینہ کے بعض فقہائے محدثین قصیدہ امالیہ کی شرح میں نقل کرتے ہیں کہ شیخ احمد زواق کہ جو فقہاء و مشائخ مغرب کے عظیم علماء سے ہیں وہ عقیدہ حجۃ الاسلام کی شرح میں بیان کرتے ہیں کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ افضلیت قطعی ہے یا ظنی۔ علامہ اشعری کا میلان قطعی کی طرف ہے اور علامہ باقلانی کا میلان ظنی کی طرف ہے پھر اس میں بھی دو قول ہیں: یہ کہ افضلیت ظاہر اور باطن دونوں میں یا صرف ظاہر میں۔

## قاضی عضد الدین کا اظہارِ عجز اور سلف پر اعتماد:

کیا ہی خوب ترین بات بیان کی کہ ہمیں اگرچہ دلائل قطعیت کے نہ مل سکے لیکن مشائخ سلف نے یوں ہی قطعیت پر اتفاق تو نہیں کر لیا ہمیں ان پر ہی اعتماد ہے۔

وقاضی عضد در مواقف بعد از ایراد تفضیل فضائل علی مرتضی که شیعه بداں استدلال بر فضلیت وی کرم الله وجهه کرده اند و جواب ازاں بحمل افضلیت بر کثرت ثواب میگوید، بدانکه مسئله افضلیت ازاں

قاضی عضد الدین نے مواقف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو بیان فرمایا شیعہ جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ افضلیت کثرتِ ثواب پر محمول ہے۔ جان لو! کہ مسئلہ افضلیت اس قبیلے سے ہے کہ اس میں

قبیل است که در وی جزم و یقین را طمع نتواں داشت وعقل را بمعرفت افضلیت بمعنی کثرت ثواب بطریق استدلال راہ نیست ومستند آں جز نقل نتواں بود و ایں مسئله نیست که متعلق بعمل باشد تا بمجرد ظن دراں باب اکتفاء تواند کرد بلکه ایں مسئله از باب علم و اعتقاد است که مطلوب در وی جزم ویقین است ونصوص مذکوره از طرفین باوجود و تعارض دلالت آنها قطعی نه، وغایت آنکه دلالت آنها بر اختصاص اسباب کثرت ثواب باشد و وجود کثرت اسباب ثواب موجب زیادت ثواب و ہر که مطیع راندہد چنانچه ما سبق درمیان عقاید معلوم شد وثبوت امامت اگرچه قطعی است ولیکن ازانجا قطع بأفضلیت لازم نیاید الا غالب ظن چه امامت مفضول با وجود فاضل نزد اهل سنت وجماعت جائز است وعدم جواز آں قطعی نیست لیکن ما مشائخ سلف راچناں یافتیم که میگویند افضل ابوبکر است ثم

جزم و یقین کا طمع نہیں کیا جا سکتا۔ اور عقل کو افضلیت بمعنی کثرتِ ثواب کے استدلال کی راہ حاصل نہیں۔ سوائے نقل کے اس کی اور کوئی سند نہیں ہو سکتی۔ اس مسئلہ کا تعلق عمل سے نہیں کہ فقط ظن اس میں کافی ہو سکے۔ بلکہ یہ مسئلہ علم و اعتقاد سے ہے کہ مطلوب اس میں جزم و یقین ہے۔ دونوں طرفوں میں نصوص موجود ہیں اور تعارض کی وجہ سے ان کی دلالت قطعی نہیں۔ انتہائی بات یہ ہے کہ دلالت ان نصوص کی کثرتِ ثواب کے اختصاص سے مختص ہے اور ثواب کے کثیر اسباب کا پایا جانا ثواب کی زیادتی کا سبب ہے۔ اور ہر مطیع کو زیادہ ثواب نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ عقائد کی بحث میں اس کے ذکر سے وہ معلوم ہو چکا ہے۔ اور ثبوتِ امامت اگرچہ قطعی ہے لیکن اس جگہ افضلیت کی قطعیت لازم نہیں آتی، مگر غالب ظن سے کیونکہ امامت مفضول کی باوجود فاضل کے جائز ہے اور عدم جواز اس کا قطعی نہیں۔ لیکن ہم نے مشائخ سلف کو اسی پر پایا: کہ وہ کہتے ہیں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر عثمان پھر علی (رضی اللہ عنہم) اور ہمارا ان پر حسنِ ظن یہی تقاضا کرتا ہے کہ ہم اس کا اعتقاد

عمر ثم عثمان ثم علی و حسن ظن ما ایشاں اقتضائ آں کند که اعتقاد کنیم که اگر ایشاں دلیلی بر آن نمی داشتند حکم بداں نمی کردند و اتفاق براں نمی نمودند وما در این مسئله اتباع ایشاں می کنیم و براه تقلید ایشاں می رویم و حقیقت امر را به علم الهی تفویض فی نمائیم۔

رکھیں کہ اگر ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہ ہوتی تو اس کا حکم نہ لگاتے اور اس پر اتفاق (اجماع) نہ کرتے۔ ہم اس مسئلہ میں ان کی اتباع کریں گے اور ان کی تقلید کی راہ پر چلیں گے اور حقیقتِ امر کو اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد کرتے ہیں۔

(تکمیل الایمان ص ۱۵۲ تا ۱۵۳)

عقل ہو، ضد اور حسد نہ ہو تو انسان بہتر سوچ سکتا ہے۔ بھٹکنے اور بھٹکانے سے بچ سکتا ہے۔ کتنی اچھی بات قاضی عضد الدین نے کی کہ جب صحابہ اور تابعین کا خلفاء اربعہ کی ترتیبِ افضلیت میں اجماع ہے تو یقیناً ان کے پاس دلائل تھے، یونہی اجماع نہیں کرلیا۔ ہماری رسائی اگر ان دلائل تک نہیں تو پھر بھی ہمیں سلف صالحین کی ہی اتباع کرنی چاہیے۔ اپنی علیحدہ ڈگڈگی بجا کر قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ نہیں کرنا چاہئے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قاضی عضد الدین اگر اس سے بھی آگے بڑھ کر یوں ارشاد فرماتے کہ محققین نے افضلیت کے بظاہر متعارض دلائل کو جو مٹایا اگر وہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا یا نہیں مانا تو پھر بھی ہم سلف صالحین کی ہی اقتداء کریں گے کہ ان کا اجماع بغیر دلیل کے نہیں تھا تو کتنا ہی اچھا ہوتا ہے لیکن جو ارشاد فرمادیا وہ بھی ذی شعور انسانوں کیلئے کافی ہے۔

آمدی نے قاضی کے قول کی وضاحت تو کی لیکن اپنے یاروں کی طرح بطورِ نتیجہ کہی ہوئی بات کو ذکر نہ کیا:

وآمدی که از اعاظم علمائے اصولِ

آمدی جو اصولِ فقہ اور علم کلام کے عظیم علماء

فقه و کلام است می گوید که مراد به تفضیل اختصاص یکے از دو شخص افتد بفضلی که در دیگری نباشد خواه اصل فضلیت و صفت چنانکه عالم فاضل تر است از جاهل بصفت علم که در وی موجود است و در جاهل نه خواه زیادت کمال آں فضلیت واصل فضلیت مشترک بود چنانکه یکے را اعلم گویند از دیگرے که صفت علم دروی زیادت و کمالی دارد که در دیگر نسبت اگرچه اصل علم در هر دو مشترك است وبأیں معنی نیز در صحابه قطع نتواں کرد، هر فضلی که در یکی از ایشاں اثبات کنند دیگری شریك دراں باشد اگر شریك نباشد بفضلیتی دیگر مخصوص بود که در مقابله آں افتد و بکثرت فضائل ترجیح نتواں کرد چه یك فضلیت بجهت زیادت شرف و نفاست راجح تر از صد فضلیت آید چنانچه یك گوهر بقیمت زیادہ تر از صد هزار درهم بود پس تواند که صاحب آں فضلیت را نزد الله تعالی اجری و

سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مراد افضلیت سے (ایک قسم یہ ہے) کہ دو شخصوں میں سے ایک میں فضلیت پائی جائے جو دوسرے میں بالکل نہ پائی جائے۔ جیسے عالم کو جاہل سے زیادہ فضلیت حاصل ہے کیونکہ عالم میں صفتِ علم موجود ہے اور جاہل میں بالکل ہی نہیں (اور دوسری قسم یہ ہے) کہ دونوں اصل فضلیتمیں مشترک ہوں۔ اور ایک کو زیادہ کمال حاصل ہو دوسرے سے جیسے ایک کو اعلم کہیں دوسرے سے اس کا مطلب یہ ہے کہ صفت علم میں دونوں مشترک ہیں لیکن اعلم کو بنسبت عالم کے علم میں زیادہ کمال حاصل ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے صحابہ میں افضلیت قطعی نہیں، ہر فضلیت جو ان میں سے ایک میں پائی جائے گی وہ دوسرے میں بھی پائی جائے گی، اگر اس فضلیت میں دوسرے کو شرکت حاصل نہیں تو اس میں دوسری فضلیت پائی جائے گی جو اس کے ساتھ خاص ہوگی تو وہ دوسرے کی فضلیت کے مقابل ہوگی۔ اور کثرت فضائل سے بھی کسی ایک کو ترجیح نہیں دی جاسکتی کیونکہ کبھی ایک فضلیت شرف و نفاست سو فضلیتوں سے راجح ہوتی ہے، جس طرح ایک جوہر قیمت میں

ثوابی بود که ارباب فضائل کثیرہ را نبود پس جزم بأفضلیت بمعنی کثرت ثواب مقطوع نباشد، ایں ترجمہ کلام مواقف وشرح اوست انتھی۔

(تکمیل الایمان ص 153 تا 154)

ایک لاکھ درہم سے زیادہ ہوتا ہے اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ایک فضیلت والا اللہ کے ہاں زیادہ اجروثواب اتنا حاصل کرلے، جتنا زیادہ فضیلتوں والے کو حاصل نہ ہو تو افضلیت بمعنی کثرت ثواب کا جزم قطعی نہ رہا یہ ترجمہ ہے مواقف اوراس کی شرح کا۔انتھی

علامہ آمدی جب مواقف کی شرح لکھ رہے ہیں تو انہیں چاہیے تھا کہ مواقف کی نتیجہ خیز عبارت کو پیش کردیتے جو ماتن نے بیان کی ہے کہ ہم سلف صالحین پر اعتماد کرتے ہیں اوران کی ہی راہ چلتے ہیں اور خلفاء اربعہ کی جو ترتیب ہے۔اسی کے مطابق ان کی افضلیت کو مانتے ہیں، پھر علامہ آمدی یہ تو کہہ رہے ہیں کہ ایک جوہر قیمت میں ہزار درہم سے زیادہ ہوتا ہے۔اس لئے کبھی ایک فضیلت زیادہ فضیلتوں سے شرف ونفاست میں بڑھ جاتی ہے تو یہ انھیں کیوں نہ پتہ چل سکا کہ ایک جوہر ابوبکر صدیق جس کے سینہ میں ایک خصوصی راز تھا جس کی وجہ سے اور آپ کے ایثارِ مخصہ کی وجہ سے افضلیت آپ کو ہی حاصل تھی جو قطعی تھی۔

راقم نے تو یہ دیکھا ہر دور میں سلف صالحین سے ہٹ کر اپنے عقل واجتہاد سے کام لینے والے یا دوسروں سے ضد اور حسد کرنے والے ڈگمگاتے رہے۔علامہ اشعری رحمہ اللہ کی اس حق مسئلہ میں مخالفت کے شوق میں کچھ اہلِ علم ایسے پھسلے کہ انھیں سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مولنا سعد الدین تفتازانی درشرح عقائد نسفیه نیز سخن بایں طرز گفته است میگوید که ما سلف را براین یافتیم و ظاهر آنست که اگر ایشاں

مولنا سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائدِ نسفیہ میں بات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ہم نے سلف کو اسی پر پایا ہے (یعنی چار یاروں کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت پر ہی ہے)

را دلیلے بر اں نمی بود حکم بر اں حکم نمی کردند، ماخوذ از دلائل جانبین را متعارض یافتیم وایں مسئلہ را ازاں قبیل نیافتیم کہ چیزی از اعمال بداں متعلق باشد و توقف در وی مخل از واجبات گردد انتھی۔

اگر ان کے پاس اس پر دلیل نہ ہوتی تو وہ حکم اس پر نہ لگاتے۔ دلائل دونوں جانبوں کے متعارض ہم نے پائے اور اس کو ہم نے اس قبیلے سے نہیں پایا کہ اعمال کا تعلق اس سے ہے کہ اس میں توقف کرنے سے واجبات میں کوئی خلل لازم آئے۔

(تکمیل الایمان ص ۱۵۴)

علامہ تفتازانی کا یہ کہنا کہ جو ترتیب ماتن نے بیان کیا: افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذو النورین ثم علی المرتضی ۔ نبی کریم ﷺ (اور تمام انبیاء کرام) کے بعد سب انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ ''علی ھذا وجدنا السلف والظاھر انہ لو لم یکن لھم دلیل علی ذلك لما حکموا بذلك '' اس پر ہم نے سلف صالحین کو پایا۔ ظاہر بات یہ ہے کہ اگر ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ اس پر حکم نہ لگاتے۔

اس طرح کچھ آگے چل کر علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا:

وکانّ السلف کانوا متوقفین فی تفضیل عثمان علی علیّ رضی اللہ عنھما حیث جعلوا من علامات السنۃ و الجماعۃ تفضیل الشیخین ومحبۃ الختنین

سلف صالحین توقف کرتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے میں، انہوں نے یہ بیان کیا کہ اہلِ سنت وجماعت کی علامات میں سے یہ ہے کہ شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو سب سے افضل مانیں اور دو دامادوں (یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھے)۔

آپ کی یہ دونوں عبارات تو بلا غبار ہیں ۔ اگر چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی

فضلیت والاقول ہی راجح ہے۔ جس کا ذکر ان شاء اللہ آگے آرہا ہے لیکن درمیان والی عبارت اور دو عبارتوں کے بعد والی عبارت پر علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ نے خوب بحث کی۔ وہ درمیان والی عبارت علامہ تفتازانی کی یہ ہے۔

واما نحن فقد وجدنا دلائل الجانبين متعارضة ولم نجد هذه المسئلة مما يتعلق شيء من الاعمال او يكون التوقف فيه مخلا بشيء من الواجبات

لیکن ہم نے پائے ہیں دونوں جانبوں کے دلائل متعارض اور ہم نے اس مسئلہ کو نہیں پایا کہ اس سے اعمال کا تعلق ہو۔ یا اس میں توقف واجبات میں خلل انداز ہو۔

## صاحبِ نبراس کی وضاحت:

[دلائل الجانبين اى الشيعة واهلِ السنة] علامہ تفتازانی نے "جانبین" کا جو ذکر کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے شیعہ اور اہلِ سنت کے دلائل کو متعارض پایا ہے۔ مراد علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ مسئلہ ظنی ہے اس پر دلیل سلف صالحین پر حسن ظن ہے۔ "ولا تقلدهم لكان السكوت عنها افضل" اگر ان کی تقلید نہ کرتے تو اس سے سکوت افضل ہوتا۔

## علامہ تفتازانی نے تین چیزوں کو بیان کیا:

(۱) "اما اوّلا فلأن دلائل الشيعة واهل السنة متعارضة فلا جزم بشيء منها" ان میں پہلی چیز یہ بیان کی کہ شیعہ اور اہلِ سنت کے دلائل متعارض ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی جزم نہیں ہوسکتا (کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی)

(۲) واما ثانيا فلأن المسئلة اعتقادية لا عملية والاكتفاء بالظن انما يجوز فى العمليات لا فى الاعتقاديات دوسری چیز جو بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ افضلیت والا مسئلہ اعتقادی ہے، عملی نہیں۔ ظنی دلیل عملیات میں کافی ہوتی ہے اعتقادیات میں نہیں۔

(۳) واما ثالثا فلان السکوت عنها لایضر بشیء من واجبات الشرع ''تیسری چیز جوانہوں نے بیان کی وہ یہ ہے کہ مسئلہ افضلیت میں سکوت واجبات شرع میں کوئی نقصان نہیں دیتا۔

صاحبِ نبراس فرماتے ہیں: میرے نزدیک ان تینوں میں بحث ہے:

اما فی الأول فلأن ادلة اهل السنة احادیث صحیحة واضحة الدلالة وأما ادلة الشیعة فأما موضوعات أو غیر واضحة الدلالة فلا تعارض وینکشف هذا بالنظر فی کتب الحدیث لکن علماء الکلام بمراحل عن علم الحدیث

لیکن پہلے مسئلہ پر بحث یہ ہے کہ اہلِ سنت کے دلائل احادیث صحیحہ اور واضح دلالت کرنے والے ہیں اور شیعہ کے دلائل یا تو موضوع (من گھڑت) ہیں یا وہ واضح دلالت کرنے والے نہیں۔ اسلئے اہلِ سنت کے دلائل اور شیعہ کے دلائل میں کوئی تعارض نہیں لیکن علم کلام کے علماء کے عقلی دلائل اگر احادیث سے ٹکرائیں تو ان کو احادیث سے کوسوں دور سمجھا جائے۔

واما فی الثانی فلان الحکم بعدم کفایة الظن فی الاعتقادیات لیس علی اطلاقه وذلك لأنا نجد علماء السنة سلفهم وخلفهم یذکرون فی کتب الاعتقاد مسائل مظنونة

دوسرے مسئلہ پر بحث یہ ہے کہ یہ کہنا اعتقادیات میں دلائل ظنیہ کافی نہیں۔ یہ حکم مطلق ثابت کرنا غلط ہے اس لئے ہم نے اہلِ سنت کے علماء متقدمین ومتاخرین کو اس پر پایا ہے کہ وہ ظنی مسائل یعنی ظنی دلائل سے ثابت ہونے والے مسائل کو اعتقاد کی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ (لطف کی بات یہ ہے کہ دلائل ظنیہ سے ثابت ہونے والے مسائل قطعی ہیں)۔

## دلائل ظنیہ سے ثابت ہونے والے اعتقادی مسائل:

انبیاء کرام افضل ہیں ملائکہ سے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الانبیاء آدم علیہ السلام ہیں، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام۔

خلفاء راشدین کے بعد افضل صحابہ عشرہ مبشرہ ہیں پھر اہلِ بدر، پھر اہلِ احد، پھر بیعت رضوان، اسی طرح خلافت کا تیس سال تک رہنا، اور مجتہد کا کبھی خطاء کرنا اور کبھی اس کے اجتہاد کا درست ہونا۔ یہ سب اخبارِ احاد سے ثابت ہیں ان سب کو درجۂ قطعیت پر رکھنے والے وہ بھی ہیں جو مسئلہ افضلیت کو ظنی کہتے ہیں۔

## دلائلِ ظنیہ اعتقاد میں کہاں معتبر نہیں؟

فنعلم ان عدم جواز الظن فی العقائد انما هو حیث یطلب الیقین کالتوحید و الرسالة واذا کان الظن فاسدا المشرکین الذین نعی علیهم القرآن اتباع الظن

ظنی دلائل عقائد میں وہاں معتبر نہیں جہاں یقینی دلائل کا مطالبہ پایا جائے جیسے توحید ورسالت اور جب ظن فاسد ہو جیسے مشرکین کا ظن فاسد جس کی خبر قرآن پاک نے دی "ان یتبعون الا الظن"

## دلائل ظنیہ جب اعتقادی مسائل کا فائدہ دیں تو ان کو تسلیم کرنا جائز ہے:

واما اذا أفاد الدلیل الظنی اعتقادیة جاز تسلیمها علی حسب الظن بل وجب ذلك القطع بأن الدلیل قد أفاد الظن بکونها ولئلا یلزم اهمال کثیر من الأحادیث الافراد المرویة فی الاعتقادیات وجعل وجودها کعدمها کأحادیث تفصیل بعض احوال القبر و الحشر۔

لیکن جب ظنی دلیل مسئلہ اعتقادیہ کا فائدہ دے تو اس کا تسلیم کرنا ظن کے مطابق جائز ہوتا ہے بلکہ واجب ہوتا ہے کیونکہ دلیل ظنی ہونے کے باوجود کبھی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے تاکہ کثیر احادیث احاد جو کہ اعتقادیات میں روایت کی گئیں ہیں ان کا چھوڑنا لازم نہ آئے اور ان کا وجود معدوم کی طرح نہ ہو جیسے قبر اور حشر کی تفصیل میں احادیث ہیں۔

واما فی الثالث فلان المسائل التی یتوقف الواجبات علیها قلیلة جدا فعلم ان فائدة الاعتقادیات لیست محصورة فی توقف الواجبات علیها بل الاعتقاد مقصود بنفسه ولو سلم فنقول هذه المسئلة یدور علیها ابطال مذهب الشیعة

تیسرے مسئلہ میں بحث یہ ہے جن مسائل پر واجبات موقوف ہیں وہ بہت کم ہیں، تو معلوم ہوا کہ اعتقادیات کا فائدہ صرف اسی میں بند نہیں کہ واجبات ان پر موقوف ہیں بلکہ اعتقاد مقصود بالذات ہے۔ اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ واجبات موقوف ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہاں تو شیعہ کے مذہب کو باطل کرنا مقصود ہے جو واجب ہے۔

شیعہ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں (بیچارے برخوردار کو اپنے مذہب شیعہ بھائیوں پر ہمدردی آئی کہ یہ ان کی کتابوں میں نہیں۔ کاش! آج اپنی قبر سے نکل کر میرے پاس آجائے تو کتب سے دکھادوں کہ غلو ان کا معمول ہے) شیعہ کے مذہب کا غلو یہاں تک نہیں وہ تو بہت آگے بڑھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے تینوں خلفاء کو مقرر کرنے والوں کو ظالم کہا۔ ان کے مفاسد تو معتزلہ اور جبریہ سے بھی زیادہ ہیں۔

فیجب علی العلماء الاهتمام بمسئلة الأفضلیة وانما اطنبنا فی هذا المقام لأن الشارح قد تساهل فصار کلامه مزلة الاقدام حتی سمعنا الشیعة یحتجون بعبارته ویزلقون بها کثیرا من طلاب العلم والله یقول الحق وهو یهدی السبیل۔

(نبراس ص 489 تا 490)

علماء پر واجب ہے کہ مسئلہ افضلیت کو اہتمام سے بیان کریں۔ ہم نے اس مقام میں کلام کو لمبا کر دیا کیونکہ شارح نے یہاں تساہل سے کام لیا ہے اس کے کلام سے قدم پھسلنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم نے سنا شیعہ علامہ تفتازانی کی اس عبارت کو حجت بنا رہے اور کثیر تعداد میں طالب علموں کو پھسلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہی حق ہے وہی سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔

## علامہ تفتازانی کی دوسری عبارت جس پر نبراس میں بحث کی گئی ہے:

بظاہر اس عبارت سے لوگوں کو غلط فہمی بھی ہو رہی تھی کہ شاید یہ مطلق افضلیت کے بارے میں ہے حالانکہ یہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں ہے۔

و الانصاف انه ان اريد بالافضلية كثرة الثواب فلتوقف جهة و ان اريد كثرة ما يعده ذوالعقول من الفضائل فلا۔

انصاف یہ ہے کہ اگر افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب ہے تو توقف کی وجہ پائی جائے گی اور اگر مراد کثرتِ فضائل ہوں تو توقف کی کوئی وجہ نہیں۔(فلتوقف جهة)لأن كثرة الثواب لا تعرف بالعقل توقف کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے اس لئے کہ کثرت ثواب عقل سے نہیں پہچانا جا سکتا۔

## امام مالک رحمہ اللہ کا توقف:

ولذا توقف الامام مالك قيل له اى الناس افضل بعد نبيهم فقال ابوبكر و عمر رضى الله عنهما بلا شك فقيل له و عثمان وعلى رضى الله عنهما قال ما ادركت احدا اقتدى به يفضل احدهما على الآخر۔

(نبراس ص490 تا 491)

اسی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توقف فرمایا آپ سے پوچھا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی امت میں سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے بغیر کسی شک اور تردد کے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے سب سے افضل ہیں۔ پھر آپ سے پوچھا گیا حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے کون افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے کسی ایک کو اس پر نہیں پایا کہ اس نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہو کہ اس شخص کی اقتداء کی جائے۔

## حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا رجوع:

ذكر القاضى عياض عن الامام مالك انه رجع عن التوقف الى هذا، وحكى

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس سے رجوع فرمایا یعنی

القسطلانی عن سفیان الثوری أنه رجع عن تفضیل علیؓ الی تفضیل عثمان

(نبراس، علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ ص 492)

توقف سے افضلیت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع فرمایا، امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی طرف رجوع فرمایا۔

## حق یہی ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں:

انا نجد دلائل شرعية على ان عثمان رضى الله عنه افضل أحدها حديث عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حى افضل امته بعده ابوبكر ثم عمر ثم عثمان بلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا ينكره (رواه الترمذى) و ثانيهما نصوص السلف فعن على رضى الله قال خير الناس فى هذا الأمة بعد ابى بكر عمر الفاروق عثمان ذو النورين ثم انا (رواه الحافظ ابو سعيد السمان كما فى فصل الخطاب) بل حكى ابو منصور البغدادى الاجماع على ان عثمان افضل وعن عبد الله بن عمر قال اجمع الهاجرون والانصار على ان خير هذه الأمة ابوبكر وعمر

ہم شرع دلائل اس پر پاتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ (۱) ایک ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں کہتے تھے کہ آپ کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ہیں یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے انکار نہیں فرمایا۔ (۲) دوسری دلیل ان میں سے یہ ہے سلف صالحین کی نصوص اس پر دلالت کر رہی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس امت میں سب لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان پھر میں (رضی اللہ عنہما) بلکہ ابومنصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع بیان کیا ہے

و عثمان رواه خیثمة بن سعد وقال الامام النووی فی شرح مسلم الصحیح المشھور تقدیم عثمان علی علی رضی اللہ عنھما۔ انتھی

کہ حضرت عثمان افضل ہیں حضرت علی (رضی اللہ عنہما) سے۔ خیثمہ بن سعد نے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام کا اس پر اجماع کہ اس امت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ مشہور قول یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا اعتراف رکن ایمان ہے:

یہاں تک جو مسئلہ بیان کیا ہے اس کا تعلق ترتیب افضلیت سے تھا۔ یہ یقینی بات ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ شارح نبراس میں فرماتے ہیں: ''قلت الاعتراف بمناقبہ رکن الایمان ''میں کہتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا اعتراف کرنا رکن ایمان ہے۔(نبراس ص۴۹۲)

ان فضائل علیؓ کثیرة جدا من الکمالات العلمیة والعملیة والجھاد و الاجتھاد فی الطاعة والبالغة فی المواعظ وملازمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر وتشرفہ بازدواج سیدة النساء و ابویة الریحانتین و انشعاب طرق الصوفیة منہ وکثرة ورود الاحادیث فی مناقبہ وظھور الخوارق وشجاعتہ و سخاوتہ الی غیر ذلك مما ذکرہ علماء

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کثیر فضائل حاصل ہیں، جن کا اعتراف کرنا رکن ایمان ہے یعنی کمالات علمیہ، جہاد، طاعت میں کوشش کرنا ۔وعظ میں بلاغت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضر وسفر میں رہنا (یہ تمام اوصاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ سے زیادہ حاصل تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدة النساء سے نکاح کا شرف حاصل ہونا۔ دوگلِ ریحان یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا باپ ہونے کا شرف،

الحدیث۔ صوفیاء کے اکثر طریقوں کا آپ کی طرف
(ماخوذ از نبراس ص ۴۹۱) منسوب ہونا۔ کثیر احادیث کا آپ کی شان

میں وارد ہونا۔ آپ کی کرامت وشجاعت وسخاوت جیسے آپ کے مناقب کا اہلِ سنت کو کوئی انکار نہیں۔ دل وجان سے آپ سے محبت ہر سنی کی جان ہے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لقب 'کرم اللہ وجہہ' کا سبب:

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضور مولی الکل سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ اقدس میں پرورش پائی۔ حضور کی گود میں ہوش سنبھالا۔ آنکھ کھلتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال منور دیکھا۔ حضور ہی کی باتیں سنیں۔ آپ کی ہی عادتیں سیکھیں۔ تو جب سے اس جنابِ عرفان مآب کو ہوش آیا۔ قطعاً یقیناً رب عزوجل کو ایک ہی جانا، ایک ہی مانا۔ ہرگز بتوں کی نجاست سے دامنِ پاک کبھی آلودہ نہ ہوا۔ اسی لئے لقب کریم ''کرم اللہ وجہہ'' ملا۔ [ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل المبين ] (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطاء فرمائے وہ نمایاں فضل والا ہے)

(فتاوی رضویہ ج28 ص436)

## حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی ایمان قبول کیا:

امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (اعلانِ نبوت) کے وقت ہی حضور کی برکت سے فوراً ایمان قبول کرلیا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ دس سال تھی۔ بالیقین جو بچہ اسلام لائے حکم اسلام میں مستقل بالذات ہے۔ پھر والدین کی تبعیت سے اس پر کوئی اور حکم لگانا حلال نہیں۔

فی المواھب کان سنّ علی رضی الله عنه اذ ذاك عشر سنين فيما حكاه مواہب لدنیہ میں ہے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ جیسا کہ طبری

الطبری، نے ذکر کیا ہے۔اھ

(المواہب اللدنیہ المقصد الاول ج اص ۲۱۶)

قال الزرقانی وھو قول ابنِ اسحاق و اقتصر المصنف علیه لقول الحافظ انه ارجح الاقوال

(شرح الزرقانی علی المواہب ج ا،ص ۲۷۲)

زرقانی نے فرمایا یہی ابنِ اسحاق کا بھی قول ہے مصنف نے صرف اسی قول کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ سب سے راجح قول یہی ہے (ت)

شامی نے سات اور آٹھ سال کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج28 ص435)

## حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بت کو سجدہ نہ کیا:

حضرت امیر المومنین امام الواصلین سیدنا علی المرتضی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الأسنیٰ اور اور حضرت امیر المومنین امام المشاھدین افضل الأولیاء المحمدیین سیدنا ومولنا صدیق اکبر عتیقِ اطہر علیہ الرضوان الاجل الاظہر دونوں حضرات عالم ذریت سے روزِ ولادت اور روزِ ولادت سے سن تمیز اور سن تمیز سے وقتِ ظہور پرنور آفتابِ بعثت صلی اللہ علیہ وسلم ظہورِ بعثت (اعلانِ نبوت) سے وقتِ وفات، وقتِ وفات سے ابدالآباد تک بحمد اللہ تعالیٰ موحد وموقن ومسلم ومومن وطیب ورجح وطاہر ونقی تھے اور ہیں۔ اور رہیں گے۔ کبھی کسی وقت کسی حال میں ایک لحظہ ایک آن کو لوثِ کفر شرک وانکار ان کے پاک، مبارک، ستھرے دامنوں تک اصلاً نہ پہنچا نہ پہنچے۔ والحمد اللہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا)

عالمِ ذریت۔ سے روزِ ولادت تک اسلام میثاقی تھا کہ ''الست بربکم قالوا بلی ''القرآن الکریم ۷/۱۷۲۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں (ہاں تو ہمارا رب ہے) روزِ ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ ''کل مولود یولد

علی الفطرۃ ''(ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے)

(بخاری کتاب الجنائز، ابوداؤد کتاب السنۃ، ترمذی ابواب القدر)

سن تمیز سے روزِ بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات والا صفات نے زمانۂ فترت میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہ کیا، کبھی غیرِ خدا کو خدا اقرار نہ دیا۔ ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا۔ ایک ہی سے کام رہا۔ ''ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ''القرآن الکریم (۴/۶۲) (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطاء فرماتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔ (ت)

پھر ظہورِ بعثت سے ابدالآباد تک حال تو ظاہر و قطعی و متواتر ہے۔ ''والحمد اللہ رب العالمین''

''ثم اقول و باللہ التوفیق ''(پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے) ظاہر ہے کہ فترت کے وقت (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت تک) اور اس زمانۂ جاہلیت اور لوگوں کے اُمی ہونے کے دور میں جبکہ غفلت کا دور دورہ تھا اسی وقت قرآن وحدیث پر مطلع ہونے کا تو کوئی معنی ہی نہیں۔ یعنی وہ لوگ نبوت و کتاب کے واقف ہی نہ تھے۔ اسی لئے وہ تعجب سے کہتے ''ابعث اللہ بشرا رسولا'' کیا خدا نے آدمی کو رسول بنایا۔

اور کہتے: ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق'' یہ رسول کیسا ہے کہ (ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت نہیں فرمایا اس وقت میں شرک، بت پرستی سے باز رہنے والے اور اللہ کو ماننے والے موحد کہلاتے تھے۔ موحد کو مشرک نہ کہنا اجماعی مسئلہ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد آپ کی تصدیق ہو۔ پہلے موحد تھا اور آپ کی بعثت کے بعد آپ کی تصدیق نہ کی وہ کافر ہے۔

اصل دین وہ ہے جو رب تعالیٰ کو پسند ہے'' ان الدین عند اللہ الاسلام''

(بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے)۔

اسی طرح تمام ایمانیات پر ایمان لانے کا جوذکر فرمایا گیا" کل آمن باللہ وملائکته و کتبه ورسله "(القرآن الکریم ۲/۲۸۵) (سب نے ایمان لایا اللہ پر اوراس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اوراس کے رسولوں پر)۔

یہ اسلام لانا بغیر رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کی دعوتِ اسلام کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اسلام کا فردِ اکمل وہی ہے جس کی نسبت ابراہیم خلیل واسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام نے دعاء کی" ومن ذریتنا امة مسلمة لك "القرآن الکریم ۲/۱۲۸۔ اور (بنا) ہماری اولاد میں سے ایک امت جو تیری فرمانبردار ہو۔

اور جس کے متعلق ارشاد ہوا" ھو سما کم المسلمین من قبل "(القرآن الکریم ۲/۱۳۱) اللہ تعالیٰ نے تمارا نام مسلمان رکھا اگلی کتابوں میں۔ یعنی نبی کریم افضل المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیھم اجمعین کی امت مرحومہ میں داخل ہونا، یہ اسلام کا اطلاقِ اخص واکمل اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم ﷺ کا ارشادِ اقدس سنتے ہی فوراً بغیر تامل (سوچنے) کے اسلام لے آئے۔

## ضروری یادرکھنے کے قابل بات:

نبی کریم ﷺ کی بعثت اور دعوتِ اسلام سے پہلے اللہ کو ایک ماننا، بت پرستی سے دور رہنا ایمان کیلئے کافی تھا۔ اس ایمان کو ایمان ضروری کہا جاتا لیکن نبی کریم ﷺ کی بعثت (اعلانِ نبوت) اور دعوتِ اسلام کے بعد صرف اس اسلام پر ضروری قناعت کافی اور نجات کا ذریعہ نہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص فترت کے زمانہ میں کئی سال موحد رہا لیکن نبی کریم ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد اس نے آپ کی تصدیق نہ کی تو اس کو موحد ہونے کی وجہ سے "اسلام ضروری" جو اسے حاصل تھا وہ یقیناً زائل ہو گیا۔ وہ کافر ہو گیا۔ اسی حال پر اگر مر گیا تو وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا لیکن جس نے فوراً حضور کی

دعوت اسلام کو قبول کرلیا وہ اپنے سابق اسلام ضروری پر قائم رہا اس کے اسلام میں ایک لمحہ بھر بھی تعطل نہیں آیا۔

اعتراض:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تو بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فلاں وقت اسلام قبول کیا۔ یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ وہ ہمیشہ ہی اسلام پر ہے۔

جواب:

رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا'' اذ قال ربہ اسلم قال اسلمت رب العالمین ''(جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا! بولا: میں اسلام لایا رب العالمین کیلئے)۔

جب اللہ تعالیٰ کے خلیل اللہ علیہ السلام کو اسلام لانے کا حکم ہونا اور ان کا عرض کرنا میں اسلام لایا۔ معاذ اللہ ان کے ایمانِ قدیم اور ہمیشہ سے قائم اسلام کے منافی نہ ہوا کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی بعد از نبوت و پیش از نبوت کبھی کسی وقت ایک آن (ایک گھڑی) کیلئے بھی غیر اسلام کو اصلاً راہ نہیں۔

تو صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے۔ اس روز اسلام لائے ان کے اسلام سابق کے معاذ اللہ کیا مخالفت ہو سکتے ہیں۔'' ھذا کلہ واضح مبین والحمد للہ رب العالمین '' یہ سب واضح نمایاں ہیں۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جب سب جہانوں کا مالک ہے۔

رافضیوں اور تفضیلیوں کے اعتراض مندفع ہو گئے:

بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کی اس تقریر سے جس طرح روافض کا نفی خلافتِ صدیقی رضی اللہ عنہ کیلئے براہِ عناد و مکابرہ آیۃ کریمہ'' لاینال عھدی الظالمین ''(القرآن الکریم ۲/۱۲۴) (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا) سے سفاہانہ استدلال جس کا نہ صغریٰ صحیح نہ کبر

ئ ٹھیک ''ھبـاء منثوراً'' ہوگیا۔ (چھوٹے چھوٹے ذرات کی طرح بکھر گیا) یونہی تفضیلیہ کا وہ باطل خیال کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلے اسلام لانا ان کا خاصہ ہے، لہٰذا وہ خلفائے ثلاثہ (تین یاروں رضی اللہ عنہم) سے افضل ہیں، مدفوع ومقہور ہوگیا۔

## دونوں حضرات قدیم الاسلام ہیں مگر صدیق اکبر کا پایہ ارفع وبلند ہے:

''فاقول وباللہ التوفیق'' (تو میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے)۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لحاظ سے تو یہ تخصیص ہی غلط ہے کیونکہ وہ بھی اس فضلِ جلیل (پہلے اسلام لانے) میں شریک ہیں۔ حضرت علی اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ کے ، بلکہ انصاف کیجئے تو شریک غالب ہیں۔ اگرچہ دونوں حضرات قدیم الاسلام ہیں کہ ایک آن، ایک لمحہ بھی ہرگز ہرگز کفر سے متصف نہ ہوئے مگر اسلام میثاقی واسلام فطری کے بعد اسلام توحیدی واسلام اُخص دونوں میں صدیقِ اکبر کا پایہ ارفع واعلیٰ ہے۔

توحیدی میں یوں کہ صدیق اکبر کی ایک عمر کثیر زمانۂ جہالت وظلمت میں گزری۔

ابتداء میں مدتوں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ اسلام پناہ سے دوری رہی۔

اس پر بچپنے کی کچی سمجھ میں ان کے والد (ماجد رضی اللہ عنہ) کا اس وقت تک شرک میں مبتلا ہونا اور اپنے بیٹے کو دینِ باطل کی تعلیم دینا، بت خانے لے جا کر بتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دینا، آپ کا بتوں کو سجدہ نہ کرنا، بلکہ بتوں کو توڑ دینا۔ آپ کے باپ کا ان کی ماں کو بتوں کو توڑنے اور ان کو سجدہ نہ کرنے کے واقعہ کو بتانے پر ان کی ماں کو کہنا کہ اس بچے کو کچھ نہ کہو۔ اس کی پیدائش کی رات میں نے غیبی آواز سنی:

یا امة اللہ علی التحقیق ابشری بالولد العتیق

اسمه فی السماء الصدیق لمحمد صاحب و رفیق

اے اللہ کی سچی بندی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی، اس کا نام آسمان میں صدیق ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یار ورفیق ہے۔

(رواہ القاضی ابوالحسین احمد بن محمد الزبیدی بسندہ فی معالی الفرش الی عوالی العرش، ارشاد الساری ج ۱۸۷/۶، فتاوی رضویہ ج ۲۸، ص ۴۵۶)

یعنی اس وقت جبکہ راہنما کوئی نہیں، راہزن تو موجود ہیں۔آپ کا توحیدِ خالص پر قائم رہنا اللہ اکبر کیسا ہی اجل و اعظم ہے لیکن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنکھ کھولی تو محمد رسول اللہ ﷺ کے جمال کو ہی دیکھا کیونکہ حضور کی گود میں ہی پرورش پائی، حضور ہی کی باتیں سنیں، حضور ہی کی عادتیں سیکھیں۔شرک و بت پرستی کی صورت ہی اللہ تعالیٰ نے کبھی نہ دکھائی۔آٹھ یا دس سال کے ہوئے تو آفتابِ جہاں تاب رسالت اپنی عالمگیر تابشوں کے ساتھ چمک اٹھا، والحمد للہ رب العالمین۔

اسلام اخص میں یوں کہ حضرت صدیقِ اکبر نے فوراً اسلام سب پر ظاہر و آشکارا کردیا اور دوسروں کو ہدایتیں فرمائیں۔ کفار کے ہاتھوں بڑی تکالیف اٹھائیں۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات میں یہ آیا ہے کہ کچھ دن انہوں نے اپنے باپ ابوطالب کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔بچپن میں اس قسم کا ڈرلانا یقینی بات ہے۔

○ امام حافظ الحدیث خیثمہ بن سلیمان قرشی و امام دارقطنی ومحب الدین طبری وغیرہم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی حضرت سیدنا علی المرتضی وجہہ فرماتے ہیں:

ان ابابکر سبقنی الی اربع لم أوتهن، سبقنی الی افشاء السلام، وقدم الهجرة ومصاحبته فی الغار وأقام الصلوة و انا یومئذ بالشعب یظهر اسلامه واخفیه الحدیث

بیشک ابوبکر چار باتوں کی طرف سبقت لے گئے کہ مجھے نہ ملیں۔انہوں نے مجھ سے اسلام آشکارا کیا۔اور مجھ سے پہلے ہجرت کی، نبی کریم ﷺ کے یارِ غار ہوئے اور نماز قائم اس حالت میں کی کہ میں ان دنوں گھروں

(المواھب اللدنیہ ذکر اول من آمن ج ۱، ص ۲۱۸) میں تھا۔ اور وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے تھے اور میں چھپاتا تھا۔

○ امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ (اس میں بہتر محاکمہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برتری بھی واضح ہے)

اول من اسلم علی ابن ابی طالب وھو صبی لم یبلغ الحلم وکان مستخفیا باسلامہ واول رجل عربی بالغ اسلم و اظھر اسلامہ ابوبکر من ابی قحافہ رضی اللہ عنھما۔

(المواھب اللدنیہ ج ۱، ص ۲۱۸)

سب سے پہلے ایمان لانے والے (مذکر) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ آپ بچے تھے اور بلوغ کی عمر کو نہ پہنچے تھے وہ اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے عربی مرد جنہوں نے اسلام کو ظاہر کیا وہ ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

○ امام ابوعمر ابن عبدالبر روایت فرماتے ہیں:

سئل محمد بن کعب القرظی عن اول من اسلم ا علیٌ او ابوبکر رضی اللہ عنھما قال: سبحان اللہ! علیٌ اولھما اسلاماً وانما شبہ علی الناس لأن علیا أخفی اسلامہ من ابی طالب واسلم ابوبکر فاظھر اسلامہ

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ترجمہ علی بن ابی طالب (۱۸۷۵۔۳/۱۹۹)

محمد بن کعب قرظی سے سوال کیا گیا کہ ابوبکر وعلی میں سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ توانہوں نے کہا: سبحان اللہ! ان دونوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے مگر انہوں نے اسلام کو اپنے والد، ابوطالب سے پوشیدہ رکھا۔ جس کی وجہ سے ان کا اسلام لوگوں پر مشتبہ رہا۔ جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاکر اسے فوراً ظاہر کردیا۔

والہذا (اسی لئے) احادیثِ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وآثار صحابہ کرام واہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ صدیق کا اسلام سب کے اسلام سے افضل اور ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے ازید واکمل ہے۔

(نتیجہ واضح ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام وایمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام وایمان سے اسبق واقدم ہے بلکہ فرمایا: افضل وازید واکمل ہے، جو دلیل افضلیت ہے۔ تقدیم اسلام سبب فضلیت تو ہے لیکن کامل افضلیت کا سبب نہیں۔

بات واضح ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام اپنے گھر والوں کو دی تو سب سے پہلے آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ پھر گھر سے باہر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر اسلام پیش کیا تو آپ نے اسی وقت اسلام قبول کیا۔

پھر یہ تقدیم وتاخیر کئی دنوں کی بات نہیں بلکہ اسی دن کی بات ہے۔ پھر غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ تقدیم اسلام دلیل فضلیت نہیں:

رہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مذہب جمہور اہلِ سنت میں امیر المومنین حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اور امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اگرچہ سب سے افضل ہیں مگر اس وجہ سے افضل نہیں کہ یہ قدیم الاسلام (پہلے اسلام لانے والے) ہیں اور وہ جدید الاسلام ہیں کہ یہ اسلام کا پہلے لانا فضل جزئی ہے جو مفضول کو بھی افضل پر مل سکتا ہے۔ فضل جزئی اور چیز ہے اور فضل کلی اور چیز ہے۔

کیا آج کا مسلمان جس کے آباؤ اجداد کئی پشتوں سے مسلمان چلے آرہے ہیں، کہہ سکتا ہے کہ میں ان صحابہ سے افضل ہوں جن کے باپ دادا مسلمان نہیں تھے۔ کیا میں اپنے آباؤ اجداد کی وجہ سے قدیم الاسلام ہوں۔ یہ دعویٰ تو صرف جہالت ہے

بلکہ یہ دعویٰ کرنے والا جاہل مرکب ہے۔ اصل میں وہ فضل جزئی اور فضل کلی میں فرق سے غافل ہے۔ بلکہ جاننے کے باوجود منکر ہے۔

جاہل ومنکر کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ "واللہ الھادی وولی الأیادی واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔" اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا اور نعمتوں کا مالک ہے اور اللہ سبحانہ وتعالی خوب جانتا ہے اور اسی کا علم مکمل اور مستحکم ہے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ ج 28 ص 459 تا 469)

تنبیہ:

"تکمیل الایمان" تصنیف شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ بحث نقل کی۔ اس کے اوپر مزید بحث ذکر دی گئی۔ "تکمیل الایمان" سے جہاں تک بحث ذکر کی اس کے بعد "صواعقِ محرقہ" کی عربی عبارت کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ وہ "صواعقِ محرقہ" سے راقم نے پہلے ہی ذکر کردی تکرار سے بچتے ہوئے اسے پھر ذکر کرنا بے مقصد سمجھا۔

احادیثِ مبارکہ سے کلام کا اختتام کیا جارہا ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المھاجرین والانصار وھم جلوس وفیھم ابوبکر وعمر فلا یرفع الیہ احد منھم بصرہ الا ابوبکر وعمر فأنھما کانا ینظران ألیہ وینظر الیھما ویتبسمان الیہ ویتبسم الیھما

(سنن الترمذی باب فی مناقب ابی بکر وعمر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مہاجرین وانصار صحابہ بیٹھے ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر جلوہ گر ہوتے تو مہاجرین وانصار واصحاب سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے مجلس ملائکہ وانس میں کوئی حضور والا کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکتا سوائے ابوبکر وعمر کے یہ حضور کو دیکھتے اور حضور ان کو دیکھتے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ کر تبسم فرماتے اور یہ حضور والا کو دیکھ کر مسکراتے۔

یہ حدیث پاک شیخین سے نہایت ملاطفت اور ان کی بہت زیادہ وجاہت پر

دلالت کر رہی ہے۔ (مطلع القمرین 267)

اخرج ابن عساکر عن مجمع الانصاری عن أبیه قال ان کانت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لتشتبك حتی تصیر کالأسوار وان مجلس ابی بکر منها لفارغ ما یطمع فیه احد من الناس فاذا جاء ابوبکر جلس ذلك المجلس وأقبل علیه النبی صلی الله علیه وسلم بوجهه والقی الیه حدیثه ویسمع الناس۔
(المستدرك علی الصحیحین للحاکم دارالفکر بیروت ۳/۲۹۳)

مجمع انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اصحاب کرام خدمت رسالت میں حلقہ باندھ کے بیٹھتے کہ مجلسِ اقدس مثل کنگن کے ہوجاتی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر حاضر نہ ہوتے (تو) جگہ ان کی خالی رہتی اور کوئی اس میں طمع نہ کرتا جب آتے۔ اپنی جگہ بیٹھ جاتے۔ حضور والا ان کی طرف توجہ فرماتے اور اپنی باتوں کا مخاطب انہیں ٹھہراتے اور لوگ سنتے۔

فقیر میگوید:

گر ز مرغانِ خوش الحان همه پُر گشت چمن
جائے بلبل بکنار گل خنداں سبز است

فقیر کہتا ہے: اگر چہ ہر قسم کے خوش الحان پرندوں سے چمنستان بھرا ہے لیکن پھول کے کنارے بلبل کی جگہ سرسبز و شاداب (خالی) ہے۔

الطبرانی بسند حسن عن ام سلمة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ان فی السماء ملکین احدهما یأمر بشدة و الآخر باللین وکل مصیب وذکر جبریل ومیکائل ونبیان أحدهما یأمر باللین والآخر یأمر بالشدة وکل مصیب و ذکر ابراهیم ونوحا ولی

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک شدت کا حکم کرتا دوسرا نرمی کا اور دونوں صواب پر (درست راہ پر) ہیں اور جبریل و میکائیل کا ذکر فرمایا اور دو نبی ہیں: ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا سختی کا اور وہ دونوں حق پر ہیں اور ابراہیم اور نوح علیہما السلام کا ذکر فرمایا۔

صاحبان احدھما یأمر باللین والآخر بالشدۃ وکل مصیب وذکر أبابکر وعمر۔
(المعجم الکبیر للطبرانی الحدیث ۴۱۵، بیروت ۳۱۶/۲۳)

پھر ارشاد ہوا: میرے دو یار ہیں: ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا شدت کا اور وہ دونوں سچے ہیں اور ابوبکر و عمر کا ذکر فرمایا۔

حجۃ الوادع سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد یہ ارشاد فرمایا:

ایھا الناس انی ابابکر لم یسؤنی قط فاعرفوا له ذلك ایھا الناس أنی راض عن ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ و زبیر وسعد و عبدالرحمن بن عوف والمھاجرین فاعرفوا لھم ذلك
المعجم للطبرانی عن سہل حدیث ۵۶۴۰، بیروت ۱۰۴/۶)

سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے کبھی ملال نہ دیا سو یہ پہچان رکھو اس کیلئے۔ اے لوگو! میں راضی ہوں ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف و مہاجرین اولین رضی اللہ عنہم سے سو یہ پہچان رکھو ان کیلئے۔

تمت بالخیر

الحافظ القاضی عبدالرزاق (بھترالوی حطاروی)

ابن قاضی عبدالعزیز ابنِ قاضی فیض احمد ابن قاضی غلام نبی رحمہم اللہ۔

پیر ۲۲ شعبان ۱۴۳۲ء بمطابق 25 جولائی 2011ء )

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کنزالایمان کا دوسرے تراجم سے تقابلی جائزہ

# تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان

محقق اہل سنت شیخ الحدیث علامہ قاضی

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی



مکتبہ امام احمد رضا

تخریج شدہ مع اضافات جدیدہ

# تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام

شیخ الحدیث علامہ قاضی

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی

مکتبہ امام احمد رضا

# موت کا منظر

مع

# احوال حشر و نشر

شیخ الحدیث علامہ قاضی
عبدالرزاق بھترالوی حطاروی زید مجدہ
مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم گھریال راولپنڈی

مکتبہ امام احمد رضا